

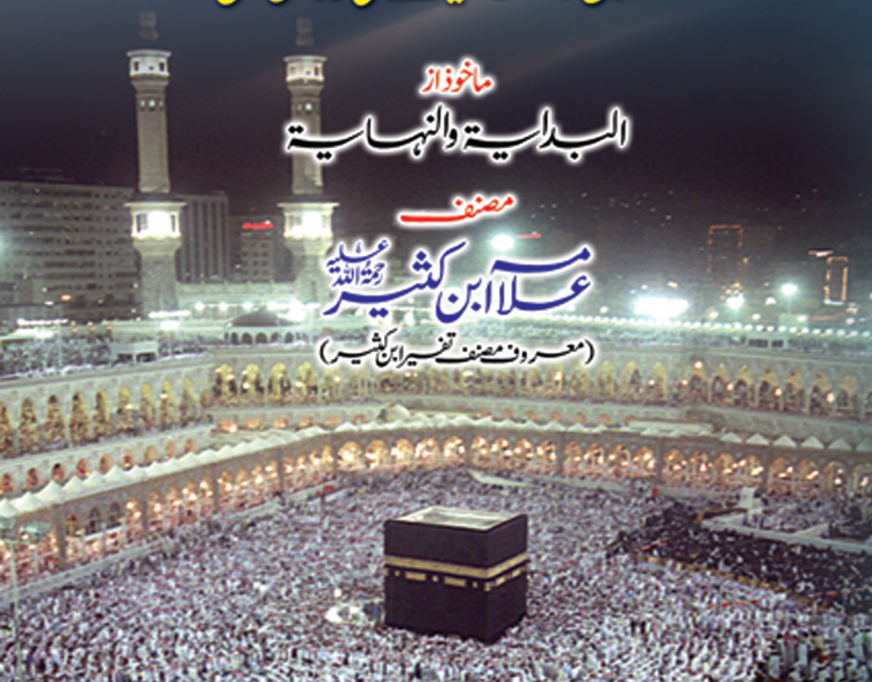
” (اے محمد ﷺ) ہم آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیج چکے ہیں“
(المومن 40: آیت 78)

مختصر قصص الانبیاء

قرآن و احادیث کی روشنی میں

ماخوذ از
البدایۃ والنہایۃ

مصنف
عسلا بن کثیر
(معروف مصنف تفسیر ابن کثیر)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مختصر قصص الانبیا

قرآن و احادیث کی روشنی میں

ماخوذ از

البدایت والنہایت

مصنف : علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (معروف مصنف تفسیر ابن کثیر)

جمع و ترتیب : مولانا امان اللہ فیصل ، مولانا مشتاق احمد شاہ

و مولانا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ

نظر ثانی : شیخ الحدیث مولانا محمود احمد حسن رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ

و شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد یوسف قصوری رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ

معاونین : مولانا عمر فاروق و سید عبدالودود رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ

زیر نگرانی : محمد عبید اللہ عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ

ناشر : الاعلام الاسلامی

کمرہ نمبر 10، دوسری منزل، گلشن ٹیرس (بلڈنگ)، نزد جامع کلاتھ مارکیٹ

ایم اے جناح روڈ، کراچی۔ فون: 32210209 / 32627369

طلب کیجئے..... تقسیم کیجئے..... ثواب دارین حاصل کیجئے

بطور صدقہ جاریہ آپ یہاں اپنا یا اپنے مرحومین کا نام لکھ کر یا صرف نیت کر کے تقسیم کیجئے

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
177	حضرت موسیٰ علیہ السلام	7	انسان کی تخلیق (پیدائش) کا بیان
241	حضرت ہارون علیہ السلام	8	انبیاء علیہم السلام کا تعارف
243	حضرت یوشع بن نون علیہ السلام	10	انبیاء علیہم السلام کے واقعات بیان کرنے کے مقاصد
248	حضرت خضر علیہ السلام	11	حضرت آدم علیہ السلام
250	حضرت الیاس علیہ السلام	31	حضرت شیت علیہ السلام
251	حضرت کالب بن یوفنا علیہ السلام	32	حضرت ادریس علیہ السلام
252	حضرت حزقیل علیہ السلام	34	حضرت نوح علیہ السلام (آدم ثانی)
253	حضرت یسع علیہ السلام	49	حضرت ہود علیہ السلام
254	حضرت ذوالکفل علیہ السلام	58	حضرت صالح علیہ السلام
256	حضرت شمویل (شمعون) علیہ السلام	70	حضرت ابراہیم علیہ السلام
259	حضرت داؤد علیہ السلام	103	حضرت لوط علیہ السلام
263	حضرت سلیمان علیہ السلام	113	حضرت اسماعیل علیہ السلام
275	حضرت شعیا بن امصیا علیہ السلام	119	حضرت اسحاق علیہ السلام
277	حضرت ارمیا بن حلقیا علیہ السلام	122	حضرت یعقوب علیہ السلام
281	حضرت دانیال علیہ السلام	126	حضرت یوسف علیہ السلام
283	حضرت عزیر علیہ السلام	158	حضرت ایوب علیہ السلام
287	حضرت زکریا علیہ السلام	163	حضرت یونس علیہ السلام
293	حضرت یحییٰ علیہ السلام	168	حضرت شعیب علیہ السلام
297	حضرت عیسیٰ علیہ السلام		

عرض ناشر

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ : اَمَّا بَعْدُ
ہر قسم کی حمد و ثناء صرف اللہ رب العزت کے لئے ہے جس نے ہمیں یہ توفیق عطا فرمائی کہ
ہم امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور ترین ”تفسیر ابن کثیر“ اور ان کی مایہ ناز کتاب ”البدایۃ و النہایۃ“
سے مختصر سیرت النبی ﷺ کو با محاورہ اور عام فہم بنا کر پیش کرنے کے بعد انہی کی کتاب
”البدایۃ و النہایۃ“ سے مختصر قصص الانبیاء با محاورہ اور عام فہم بنا کر پیش کرنے کی سعادت
حاصل کر رہے ہیں۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ جس طرح تفسیر، حدیث اور فقہ میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں
اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ تاریخ پر بھی بڑا عبور رکھتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تخلیق کائنات سے لے کر
انبیاء علیہم السلام بلکہ اپنے دور تک کی تاریخ بڑے مستند حوالوں کے ساتھ تحریر کی ہے۔

کتاب ”مختصر قصص الانبیاء“ انبیاء علیہم السلام کی پاکیزہ زندگیوں کا خوبصورت گلدستہ ہے۔
انبیاء علیہم السلام وہ مقدس ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی راہ نمائی کے لئے چن لیا
تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم و حوا علیہم السلام کو زمین پر بسایا تو کچھ عرصہ بعد ہی لوگ توحید الہی کو
چھوڑ کر غیر اللہ (اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کی پیدا کردہ چیزوں مثلاً چاند، سورج، ستاروں، فرشتوں اور
اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں) کی پوجا کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص سے
ان سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے انسانوں اور جنوں کو سیدھی راہ پر لانے کے لئے پے در پے انبیاء
اور رسول علیہم السلام بھیجے جنہوں نے بھٹکے ہوئے انسانوں اور جنوں کو شرک، بدعات اور گمراہی کے
اندھیروں سے نکال کر خالص توحید کی راہ دکھائی۔ (پڑھئے ترجمہ تفسیر الانعام 6: آیت 130)

اس دوران انہیں گمراہ لوگوں کی طرف سے بہت سی مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا
پڑا، ان کا مذاق اڑایا گیا، ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے گئے، یہاں تک کہ بعض انبیاء علیہم السلام
کو بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینکا گیا، بعض کو آرے سے چیرا گیا اور بعض کو بے دردی سے شہید کر دیا
گیا۔ اس کے باوجود بھی انبیاء علیہم السلام کے پایہ ثبات میں کوئی لغزش نہیں آئی اور وہ کلمہ حق کو بلند کرنے

اور خالص توحید کی تبلیغ کرنے کے لئے اپنی آخری سانس تک کوشاں رہے۔ ان مقدس ہستیوں کی زندگی ہمارے لئے ایک نمونہ ہے کہ جس طرح انہوں نے پُرکٹھن حالات میں خود بھی اللہ تعالیٰ کی تعلیمات پر عمل کیا اور لوگوں کو بھی اس کی دعوت دی۔ ہم بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے زندگی گزاریں۔

اس کتاب میں جہاں وضاحت اور اضافہ و ترمیم کی ضرورت محسوس ہوئی وہاں اختصار سے کام لیتے ہوئے وضاحت اور اضافہ و ترمیم کی گئی ہے تاکہ کم سے کم وقت میں ایک قاری کو انبیاء علیہم السلام کی پاکیزہ سیرت پہنچائی جائے۔

اس ”مختصر قصص الانبیاء“ کی تیاری میں علماء کرام کی ایک جماعت نے حصہ لیا ہے اور اسے بہتر بنانے میں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اسے مختصر، جامع اور آسان بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس میں اضافہ و ترمیم کی سعادت مولانا امان اللہ فیصل و مولانا مشتاق احمد شاکر و مولانا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوئی۔ ان کی معاونت مولانا عمر فاروق اور سید عبدالودود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی اور نظر ثانی شیخ القرآن والحديث مولانا محمود احمد حسن اور شیخ القرآن والحديث مولانا مفتی محمد یوسف قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی اور نگرانی کا فریضہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس خادم کو عطا فرمایا۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

آخر میں دعا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور ان بھائیوں کو جو ہمارے ادارہ سے مالی و جسمانی تعاون کرتے ہیں، دنیا و آخرت میں جزائے خیر عطا فرمائے، ہماری اس حقیر سی کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر ہمیں اپنے خاص بندوں میں شامل فرمائے، ہماری دنیا اور آخرت بہتر بنا دے اور اس عمل کو ہمارے لئے صدقہ جاریہ بنا دے۔ ہمیں دنیا کے مصائب اور فتنوں سے محفوظ رکھے اور آخرت کے تمام مراحل میں آسانی مہیا فرماتے ہوئے ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین ثم آمین

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِينَ - اٰمِيْن

فقط: خادم قرآن وحدیث وخادم ادارہ

محمد عبید اللہ عبد اللہ

مقدمہ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ: أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”رسولوں کے احوال ہم آپ کے دل کو مضبوط بنانے کے لئے سنارہے ہیں اور ان کے احوال میں بھی آپ کو حق پہنچ چکا ہے جو مومنوں کے لئے وعظ و نصیحت ہے۔“ (ہود: 11: آیت 120)

اللہ تعالیٰ کا امت مسلمہ پر عظیم احسان ہے کہ اس نے اسے قرآن کریم جیسی جلیل القدر کتاب سے نوازا جو قرآن مبین، قرآن کریم، قرآن مجید، ذکر مبارک، کتاب بشارت، کتاب ہدایت، کتاب رحمت، کتاب فرقان، کتاب ایمان اور کتاب شفا بھی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ انْبَاءُ الْغَيْبِ (غیب کی خبروں) اور انْبَاءُ الرُّسُلِ (رسولوں کے واقعات) کا خزانہ بھی ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی رسالت و نبوت کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ماضی و مستقبل کی وہ خبریں بیان کیں جو صرف وہ نبی ہی بیان کر سکتا ہے جس پر اللہ رب العزت کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہو۔ ماضی کی خبروں میں پہلے انبیاء علیہم السلام کی پاکیزہ زندگی گزارنے کے واقعات بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زبانی آپ ﷺ کی امت تک پہنچائے جنہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن مجید میں أَحْسَنَ الْقَصَصِ (بہترین واقعات) سے تعبیر فرمایا ہے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ) ① ”(اے نبی ﷺ) یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جنہیں ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے یہ خبریں نہ آپ جانتے تھے اور نہ ہی آپ کی قوم، اس لئے آپ صبر کرتے رہئے۔ یقین مانئے کہ بہترین انجام پر ہمیزگاروں کے لئے ہی ہے۔“ (ہود: 11: آیت 49)

② ”(اے نبی ﷺ) آپ کی طرف یہ قرآن وحی کر کے ہم آپ کو ایک بہترین واقعہ سنارہے ہیں جبکہ اس سے پہلے یقیناً آپ اس (واقعہ) سے (بالکل ہی) بے خبر تھے۔“ (یوسف: 12: آیت 3)

زیر نظر کتاب ”مختصر قصص الانبیاء“ قرآن اور صاحب قرآن حضرت محمد ﷺ کے بیان کردہ واقعات پر مشتمل ایسا گلدستہ ہے جو سابقہ انبیاء علیہم السلام کی زندگی، سیرت و کردار، خدمات و قربانیوں سے عبارت ہے۔ اسے میرے ہونہار شاگرد، فاضل نوجوان، تلمیذ رشید مولانا امان اللہ فیصل سلمہ اللہ

نے بڑی عرق ریزی اور جانفشانی کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کاوشوں کو شرف قبولیت بخشے، اس کا افادہ عام کرے، اسے ہمارے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔

یہ کتاب موجودہ دور کے لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل ہے جس کا ہر گھر، لائبریری اور ہر فرد کے پاس ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ اس کتاب میں مشہور و معروف مفسر، بلند پایہ مؤرخ، عظیم محدث اور دیگر علوم فنون کے ماہر امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی کتاب ”البدایۃ والنہایۃ“ سے سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت طیبہ کو قرآن اور صحیح حدیث کی روشنی میں عام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے جسے ایک عام قاری آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ یہ کتاب صحیح اور مستند حوالوں کے ساتھ مرتب کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے بڑی تحقیق و تخریج کے بعد مرتب کیا گیا ہے۔ جس سے دل ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک ہو جائیں گے اور روحانی و قلبی بیماریوں سے شفا پالیں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

انبیاء علیہم السلام وہ عظیم ہستیاں ہیں کہ جن کا طرز زندگی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ اسی وجہ سے اللہ رب العزت نے ان کے واقعات کو قرآن کریم میں بار بار اور مختلف انداز میں پیش کیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے دعا مانگنے کا انداز، پاکدامن رہنے کا طریقہ، بیماری سے شفا پانے اور غم و فکر سے نجات پانے کے طریقے اتنے عمدہ ہیں کہ انہیں اپنا کر آج بھی ہر قسم کے غم و فکر، پریشانیوں، بیماریوں اور بے حیائی کے طوفان سے بچا جاسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر کے اپنی دنیا و آخرت سنواری جاسکتی ہے۔ ادارہ الاعلام الاسلامی اور اس کے نگران محترم محمد عبید اللہ عبداللہ صاحب اس سلسلے میں مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسولوں سے حقیقی محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے اس اہم موضوع پر قرآن و سنت کے مستند حوالوں پر مبنی کتاب چھپوانے کا اہتمام کیا۔ اللہ تعالیٰ اس ادارے کے جملہ ذمہ داران، معاونین، مصاحبین، مؤلفین، مترجمین اور تصحیح کرنے والوں کی خدمات کو اپنے دربار میں شرف قبولیت بخشے اور تمام مسلمانوں کے لئے اسے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ
وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ اٰمِیْن

فقط: شیخ القرآن والحديث محمود احمد حسن

انسان کی تخلیق (پیدائش) کا بیان

اللہ رب العزت نے کائنات کی تمام چیزوں کی تخلیق فرمائی اور ہر چیز کو کلمہ ”کُنْ“ (ہو جا) کہہ کر پیدا فرمایا۔ انسان کو اشرف المخلوقات (تمام مخلوقات سے افضل) ثابت کرنے کے لئے اسے سب سے بہتر انداز میں اپنے ہاتھوں سے تخلیق فرمایا۔
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”(اللہ) وہی تو ہے جو زندگی اور موت دیتا ہے جب وہ کسی بھی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اسے صرف یہ کہتا ہے ”کُنْ“ (ہو جا) پس وہ کام ہو جاتا ہے۔“ (المؤمن 40: آیت 68)

② ”(اللہ نے) فرمایا:- اے ابلیس، جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا، تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا ہے؟“ (ص 38: آیت 75)

③ ”یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے۔“ (التین 95: آیت 4)

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسان کی بہترین انداز میں تخلیق کرنے کے بعد اسے بیکار نہیں چھوڑا بلکہ اسے پکڑنے کے لئے ہاتھ، چلنے کے لئے پاؤں، سننے کے لئے کان، دیکھنے کے لئے آنکھیں، بولنے کے لئے زبان، چاہنے کے لئے دل اور غور و فکر کرنے کے لئے دماغ عطا فرمائے۔
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”بے شک ہم نے انسان کو ایک مخلوط (مرد اور عورت کے) نطفہ سے پیدا کیا تاکہ ہم اس کا امتحان لیں چنانچہ ہم نے اسے سننے، دیکھنے والا بنایا۔ بے شک ہم نے اسے (سیدھی) راہ دکھا دی، اب خواہ وہ شکر کرنے والا بنے یا ناشکرا۔“ (الدھر 76: آیات 2 تا 3)

② ”کیا انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اسے بیکار چھوڑ دیا جائے گا۔“ (القیامۃ 75: آیت 36)

انسان کی راہ نمائی کے لئے اللہ جل شانہ نے اپنی کتابیں نازل فرمائیں اور اپنے رسولوں کو بھیج کر انہیں سیدھی راہ سمجھائی تاکہ انسان دنیا کی زندگی بھی پرسکون گزارے اور دنیا میں نیک اعمال کر کے اپنی آخرت کو بھی سنوار سکے۔

انبیاء علیہم السلام کا تعارف

اللہ رب العزت نے اپنے نیک بندوں میں سے جنہیں اپنا پیغام لوگوں تک پہنچانے کے لئے منتخب فرمایا انہیں شریعت کی اصطلاح میں انبیاء (خبر دینے والے) اور رسل علیہم السلام (پیغام پہنچانے والے) کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء علیہم السلام گناہوں سے پاک، بااخلاق، نیک، امانت دار اور انتہائی سچے تھے۔ اللہ رب العزت نے انہیں اپنے جو بھی پیغامات بندوں تک پہنچانے کے لئے دیئے انہوں نے بالکل اسی طرح بندوں تک پہنچا دیئے اور ہر اعتبار سے اپنی اپنی امتوں کی ہمدردی اور خیر خواہی کی۔ اللہ رب العزت کے بھیجے ہوئے انبیاء اور رسولوں علیہم السلام کی فرمانبرداری کرنا تمام لوگوں پر فرض ہے۔ جن لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کی فرمانبرداری کی اور اللہ رب العزت کا پیغام سن کر اس پر عمل کیا وہی کامیاب و کامران ٹھہرے اور جنہوں نے نافرمانی کی وہ ناکام قرار پائے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اور ہم نے ہر رسول کو صرف اس لئے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس (رسول علیہ السلام) کی اطاعت کی جائے۔“ (النساء: 4: آیت 64)

② ”اور ہم نے ہر پیغمبر کو اس کی قوم کی زبان میں ہی بھیجا ہے تاکہ وہ انہیں (اللہ کے احکام) اچھی طرح (وضاحت کے ساتھ) سمجھائے۔“ (ابراہیم 14: آیت 4)

انبیاء علیہم السلام کو بھیجنے کا مقصد:

اللہ رب العزت اپنے بندوں پر بے حد مہربان ہیں۔ وہ ہر گز نہیں چاہتے کہ بندے گمراہی میں مبتلا ہو کر اپنی دنیا اور آخرت کو برباد کر بیٹھیں۔ اسی لئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے راہ حق کی طرف راہ نمائی فرمانے کے لئے کتابیں اور صحیفے دے کر انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ لوگوں کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے پوری کائنات بنائی۔ اسی نے تمام جانداروں کو پیدا فرما کر ان کی روزی کا بندو بست کیا اور اپنی پوری

مخلوق میں سے انسان کو فضیلت بخشی پھر انسان کو سیدھی راہ پر چلانے کے لئے اپنے رسولوں کو کتابیں اور صحیفے عنایت فرما کر بھیجا تاکہ قیامت کے دن بندے یہ عذر پیش نہ کر سکیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت و راہ نمائی کے لئے رسول ہی نہیں بھیجے اور کوئی کتاب بھی نازل نہیں فرمائی ہم کیسے اللہ تعالیٰ کے فرامین پر عمل کرتے؟ جب بھی کوئی قوم گمراہی میں مبتلا ہوئی اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول ﷺ بھیج کر انہیں سیدھی راہ سے آگاہ کیا۔ رسول ﷺ کا انتخاب بھی انہی انسانوں میں سے ہی کیا۔ اگر اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے نبی بنا کر مبعوث فرماتے اور وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے کہتے تو لوگ یہ کہتے ہوئے انکار کر دیتے کہ ہمارے اہل و عیال ہیں، ہمیں بھوک اور پیاس بھی لگتی ہے، ہمیں کام کاج بھی کرنا پڑتا ہے، ہم کیسے اللہ کی عبادت کریں؟ جبکہ تمہارے ساتھ یہ معاملات نہیں ہیں۔ تمہیں تو صرف اللہ کی عبادت ہی کرنی ہے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”ہم نے ہر امت کی طرف رسول بھیجا تاکہ (وہ انہیں یہ سمجھائے کہ) اللہ کی عبادت کرو

اور طاغوت (بتوں کی عبادت) سے بچو۔“ (النحل 16: آیت 36)

② ”اور لوگوں کے پاس جب ہدایت آگئی تو انہیں (اس رسول ﷺ پر) ایمان لانے

سے صرف اس بات نے روک دیا کہ کیا اللہ نے انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟

(اے نبی ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے (انسانوں کی طرح)

چل رہے ہوتے تو ہم ان کے پاس آسمان سے کوئی فرشتہ ہی رسول بنا کر بھیجتے۔“

(بنی اسرائیل 17: آیات 94 تا 95)

③ ”بے شک اللہ نے مومنوں پر (بڑا) احسان فرمایا ہے کہ ان ہی میں سے ایک ایسا

رسول (ﷺ) مبعوث فرمایا جو انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، انہیں (گناہوں سے)

پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و دانائی (سنت) کی تعلیم دیتا ہے، جبکہ اس سے پہلے وہ کھلی

گمراہی میں (پڑے ہوئے) تھے۔“ (ال عمران 3: آیت 164)

انبیاء علیہم السلام کے واقعات بیان کرنے کے مقاصد

انبیاء علیہم السلام کے واقعات بیان کرنے کے بہت سے مقاصد ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

① آپ ﷺ کو پہلے انبیاء علیہم السلام کے احوال سے باخبر کرنا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”ہم آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیج چکے ہیں، ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں جن کے حالات کا ہم نے آپ سے ذکر کر دیا ہے اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات ذکر نہیں کئے۔“ (المؤمن 40: آیت 78)

② مشکل اوقات میں آپ ﷺ کو پہلے انبیاء علیہم السلام کے واقعات کے ذریعہ تسلی دینا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”رسولوں کے کچھ احوال ہم نے آپ کے دل کو مضبوط کرنے کے لئے بیان فرمائے ہیں اور ان کے احوال میں آپ کو حق بھی پہنچ چکا ہے، جو مومنوں کے لئے وعظ و نصیحت ہے۔“ (ہود 11: آیت 120)

③ لوگوں کو غور و فکر کی دعوت دینا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”(اے نبی ﷺ لوگوں کے سامنے) واقعات بیان کیجئے تاکہ یہ غور و فکر کریں۔“

(الاعراف 7: آیت 176)

④ آپ ﷺ کو یہ بتانا کہ آپ ﷺ کی طرف بھی اسی طرح وحی کی گئی ہے جس طرح

آپ ﷺ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی کی گئی تھی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”بلاشبہ ہم نے آپ (ﷺ) کی طرف بھی اسی طرح وحی بھیجی جس طرح نوح (علیہ السلام) اور

ان کے بعد دوسرے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔“ (النساء 4: آیت 163)

حضرت آدم علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو سیدھی راہ دکھانے کے لئے بہت سے نبی اور رسول علیہم السلام بھیجے جن کی صحیح تعداد صرف اللہ عز وجل ہی کو معلوم ہے البتہ چند انبیاء علیہم السلام کا ذکر اللہ عز وجل نے قرآن مجید اور رسول اکرم ﷺ نے احادیث مبارکہ میں کیا ہے ان میں سے سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش:

مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے تقریباً 2 ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے زمین پر جنوں کو آباد کیا۔ جب جنات زمین میں فساد پھیلانے اور آپس میں قتل و غارت کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ابلیس (شیاطین کے باپ) کو فرشتوں کی معیت میں بھیجا کہ جنات کو سمندروں اور جزیروں کی طرف بھگا دو۔ ابلیس نے فرشتوں کو ساتھ لے کر جنات کو سمندروں اور جزیروں کی طرف بھگا دیا۔ (مستدرک حاکم)

ابلیس (شیاطین کا باپ) خود بھی جنات کی نسل میں سے تھا لیکن کثرت عبادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے فرشتوں کا سردار بنا دیا۔ فرشتوں کا سردار بننے کی وجہ سے ابلیس میں غرور اور تکبر پیدا ہو گیا۔ اس نے یہ سمجھا کہ مجھے آسمان و زمین میں اتنا بڑا مقام اس لئے ملا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مخلوقات سے افضل ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو اس کا غرور اور تکبر پسند نہیں آیا اور اسی وقت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سامنے ایک ایسی مخلوق کو پیدا کرنے کا اظہار فرمایا جو زمین میں اللہ تعالیٰ کی نیابت (قائم مقامی) کرے۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

”اے پیغمبر ﷺ وہ وقت یاد کیجئے (جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا کوئی خلیفہ (نائب) بنانے والا ہوں۔ (فرشتے زمین میں جنات کا فساد اور خون ریزی دیکھ چکے تھے) انہوں (فرشتوں) نے (حکمت معلوم کرنے کے لئے) کہا: (اے اللہ) کیا آپ زمین میں ایسی مخلوق کو اپنا نائب بنانا چاہتے ہیں جو زمین میں فساد

پھیلائے اور خوں ریزی کرے؟ جبکہ ہم آپ کی حمد کے ساتھ تسبیح اور پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا: جو (حکمت) میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔“ (البقرہ 2: آیت 30)

پھر اللہ عز وجل نے اپنی چاہت کو عملی جامہ پہناتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا اپنے ہاتھوں سے تیار کیا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اللہ نے فرمایا: اے ابلیس، جسے (آدم علیہ السلام) کو میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا ہے اسے سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا؟“ (ص 38: آیت 75)

احادیث رسول اکرم ﷺ:

① ”قیامت کے دن اہل ایمان جمع ہو کر آدم (علیہ السلام) کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا اور آپ کو چیزوں کے نام سکھائے۔ آپ اپنے رب کے سامنے ہماری سفارش کیجئے تاکہ ہمیں اس مصیبت (میدان محشر کی ہولناکیوں) سے نجات مل جائے۔ آپ علیہ السلام فرمائیں گے: آج اللہ تعالیٰ بہت غصے میں ہیں آج سے پہلے کبھی اتنے غصے میں نہیں آئے تھے اور نہ ہی بعد میں آئیں گے۔ اللہ نے مجھے درخت کے پاس جانے سے منع کیا تھا لیکن مجھ سے غلطی ہو گئی۔ لہذا آپ کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔“ (بخاری۔ عن انس رضی اللہ عنہ)

② ”سب سے افضل دن جمعہ کا ہے، اسی دن آدم (علیہ السلام) کو پیدا کیا گیا، اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا، اسی دن جنت سے نکالا گیا اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔“

(مسلم۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

③ ”اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کی شکل و صورت بنانے کے بعد جب تک چاہا انہیں (ڈھانچہ کی صورت میں) پڑا رہنے دیا۔ ابلیس (شیاطین کا باپ) آدم (علیہ السلام) کے پاس چکر لگاتا رہتا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ یہ جسم (اندر سے) کھوکھلا ہے تو اس نے اندازہ کر لیا کہ یہ ایسی مخلوق ہے جو اپنے نفس پر قابو نہیں رکھ سکے گی۔“ (مسلم۔ عن انس رضی اللہ عنہ)

4 ”اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آدم (ﷺ) کو پوری زمین سے جمع کی گئی مٹی بھر خاک (مٹی) سے پیدا فرمایا۔ (اسی وجہ سے) آدم (ﷺ) کی اولاد بھی (مختلف رنگوں کی) مٹی کے مطابق پیدا ہوتی ہے۔ ان میں سفید، سرخ، سیاہ اور درمیانی رنگوں کے بھی ہیں۔ (اسی طرح) نیک اور بد، نرم خور اور سخت طبیعت اور درمیانی طبیعت والے ہیں۔“ (مسند احمد - عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (ﷺ) کو جمعہ کے دن اپنے ہاتھ سے انسانی صورت میں پیدا فرمایا تاکہ ابلیس اپنی بڑائی کا دعویٰ نہ کر سکے۔ اس کے بعد کچھ مدت تک مٹی کے بنے ہوئے ایک جسم کی صورت میں پڑا رہنے دیا۔ فرشتے اور ابلیس اسے دیکھ کر خوف زدہ ہوتے۔ ابلیس گزرتے ہوئے اسے ٹھوکر مارتا جس کی وجہ سے ایسی آواز پیدا ہوتی جس طرح مٹی کے بنے ہوئے برتن سے کسی چیز کے ٹکرانے کے بعد پیدا ہوتی ہے اس لئے وہ کہتا تھا۔ فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

”اللہ نے انسان کو ٹھیکری جیسی بجنے والی مٹی سے پیدا کیا۔“ (الرحمن 55: آیت 14)

ابلیس ایک مرتبہ موقع پا کر حضرت آدم (ﷺ) کے منہ کی طرف سے بدن میں داخل ہوا اور دوسری طرف سے نکل گیا اور فرشتوں سے کہنے لگا :- ”اس سے مت ڈرو، یہ (آدم ﷺ) اندر سے بالکل کھوکھلا ہے اگر مجھے اس پر قابو پانے کا موقع ملا تو میں اسے ضرور گمراہ کروں گا۔“ (تفسیر الطبری الانبیاء 21: آیت 37)

5 ”اللہ تعالیٰ نے آدم (ﷺ) کو پیدا کیا تو ان کا قد 60 ہاتھ لمبا بنایا پھر (ان میں روح پھونکی اور) فرمایا: ”جا کر فرشتوں کی جماعت کو سلام کہئے اور ان کا جواب غور سے سنئے وہی تمہارے اور تمہاری اولاد کے سلام اور جواب کا طریقہ ہوگا۔ آدم (ﷺ) نے فرشتوں کی ایک جماعت کے پاس جا کر کہا: اَلْسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔ فرشتوں نے جواب دیا: اَلْسَّلَامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ لِعِنِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کا اضافہ کر دیا۔ جنت میں جو بھی داخل ہوگا، وہ آدم (ﷺ) کی صورت پر (60 ہاتھ قد کا) ہوگا۔ اس کے بعد آج تک مخلوق کے قد میں کمی ہوتی رہی ہے (یہاں تک کہ موجودہ صورت آگئی)۔“ (بخاری، مسلم - عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

فرشتوں کو اولاد آدم کی خونریزی کا علم کیسے ہوا؟

فرشتے زمین پر جنات کے آپس کے لڑائی جھگڑوں اور خونریزی کو دیکھ چکے تھے اس کو سامنے رکھتے ہوئے انہوں نے اولاد آدم کے بارے میں بھی یہ خدشہ ظاہر کیا کہ یہ بھی آپس میں خونریزی کا ارتکاب کر سکتے ہیں۔

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”فرشتے حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے زمین پر آباد ہونے والی مخلوقات کے حالات دیکھ چکے تھے۔“ (تفسیر ابن کثیر، البقرہ 2: آیت 30)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ (ترجمہ) ”اللہ تعالیٰ اصل حقیقت کو خوب جانتے ہیں۔“

خليفة بنانے کی مصلحت:

جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ایک نئی مخلوق پیدا کرنے کی خبر دی تو انہوں نے اس نئی مخلوق کو پیدا کرنے کی مصلحت معلوم کی تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

(ترجمہ) ”بلاشبہ میں وہ باتیں جانتا ہوں جن کا تمہیں علم نہیں۔“ (البقرہ 2: آیت 30)

یعنی میں اس نئی مخلوق میں نبی، رسول، عابد، صدیق، شہید، زاہد، ولی، باعمل علما اور صلحا پیدا کروں گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب فرشتے (فجر کے وقت) بندوں کے اعمال لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جاننے کے باوجود ان سے پوچھتے ہیں کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ جب ہم گئے تھے، وہ نماز (عصر) میں مصروف تھے اور جب واپس آئے تب بھی وہ نماز (فجر) میں مصروف تھے۔“

(بخاری۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

یعنی فرشتوں کو جس مصلحت و حکمت کی جستجو تھی وہ انہیں انسان کے عبادت میں مصروف ہونے کی صورت میں دکھائی جاتی ہے۔

فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کے لئے سجدہ:

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے جسم میں روح پھونکنے سے پہلے ہی

فرشتوں کو اس بات کا پابند کر دیا تھا کہ جیسے ہی میں آدم ﷺ کی تخلیق مکمل کر کے اس میں روح ڈال دوں تو تم ان کے سامنے سجدہ (تعظیمی) میں گر جانا۔ جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت آدم ﷺ کی مکمل شکل و صورت بنانے کے بعد اس میں روح ڈال دی تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے فوراً حضرت آدم ﷺ کے سامنے سجدہ میں گر گئے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور (یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں انسان کو کالی، سڑی ہوئی کھنکھاتی مٹی (کے سوکھے گارے) سے پیدا کرنے والا ہوں۔ لہذا جب میں اسے پورا بنا لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدہ ریز ہو جانا۔ پس تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔“ (الحجر: 15: آیات 28 تا 30)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”جب حضرت آدم ﷺ میں روح ڈال دی گئی تو انہیں چھینک آئی جس پر انہوں نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (تمام تعریفیں اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا رب ہے) کہا، اللہ تعالیٰ نے جواب میں يَرْحَمُكَ اللّٰهُ (اللہ آپ پر رحم کرے) فرمایا۔“

(صحیح ابن حبان۔ عن انس رضی اللہ عنہ)

حضرت آدم ﷺ کی عزت و تکریم اور فرشتوں پر فضیلت:

حضرت آدم ﷺ کی عزت و تکریم کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے انہیں اپنے مبارک ہاتھوں سے تخلیق فرمایا اور فرشتوں سے سجدہ کروا کر آپ ﷺ کی خوب عزت افزائی فرمائی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس (شیطان) کے علاوہ سب (فرشتوں) نے سجدہ کیا اس (ابلیس) نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور تکبر کیا۔“

(البقرہ: 2: آیت 34)

ابلیس کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار:

جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو تمام فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں سجدہ کیا ابلیس چونکہ کثرت عبادت کی وجہ سے فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا لہذا اسے بھی فرشتوں کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا مگر ابلیس حضرت آدم علیہ السلام کی عزت و فضیلت کو دیکھ کر حسد کرنے لگا اور تکبر کرتے ہوئے انہیں سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اللہ رب العزت نے اس سے سجدہ نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا:- ”میں آدم علیہ السلام سے بہتر ہوں۔“

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: (اے ابلیس) تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا، جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا؟ اس (ابلیس) نے کہا: میں اس (آدم علیہ السلام) سے بہتر ہوں، آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔“ (الاعراف: 7 آیت 12)

② ”پس تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ سوائے ابلیس کے، اس نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ دینے سے صاف انکار کر دیا۔ اللہ نے پوچھا: اے ابلیس، تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا؟ اس (ابلیس) نے کہا کہ میں ایسے انسان کو سجدہ نہیں کر سکتا جسے آپ نے کالی، سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا ہے۔“ (الحجر: 15 آیت 30 تا 33)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ تفسیر بنی اسرائیل 17: آیت 61 اور ص 38: آیت 76﴾

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”فرشتے نور سے، جن آگ کے شعلے سے اور آدم علیہ السلام اس چیز (مٹی) سے پیدا کئے گئے ہیں جس کا تمہیں علم ہو چکا ہے۔“ (مسلم - عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

ابلیس کا تکبر اور اس کا انجام:

جب ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تو اللہ رب العزت نے اس کا مقام و مرتبہ چھین کر قیامت تک کے لئے اسے ملعون و مردود قرار دے کر جنت سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

① ”(اللہ نے) فرمایا: (اے ابلیس) تو یہاں (جنت) سے نکل جا، بے شک تو مردود ہے۔

بلاشبہ قیامت کے دن تک تجھ پر میری لعنت برستی رہے گی۔“ (الحجر: 15: آیات 34 تا 35)

② ”(اللہ نے) فرمایا: تو یہاں (جنت) سے اتر جا، اس لئے کہ تجھے کوئی حق نہیں کہ تو

یہاں (جنت میں) رہ کر تکبر کرے۔ لہذا تو نکل جا۔ بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے۔“

(الاعراف: 7: آیت 13)

③ ”(اللہ نے) فرمایا کہ یہاں سے ذلیل و خوار ہو کر نکل جا۔ لہذا ان (انسانوں) میں

سے جو بھی تیرا کہنا مانے گا میں ضرور تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔“ (الاعراف: 7: آیت 18)

حدیث رسول اکرم ﷺ:

”جب ابن آدم (قرآن مجید میں سے) سجدہ والی آیت تلاوت کرنے کے بعد سجدہ کرتا

ہے تو شیطان ایک طرف ہو کر رونے لگتا ہے اور کہتا ہے: ہائے افسوس، ابن آدم کو سجدہ

کرنے کا حکم ہوا تو اس نے سجدہ کر لیا اس لئے اسے جنت ملے گی۔ مجھے سجدہ کرنے کا حکم

ہوا تو میں نے انکار کیا اس لئے مجھے جہنم ملے گی۔“ (مسلم - عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

حضرت آدم علیہ السلام کی فرشتوں پر علمی برتری:

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے تخلیق فرما کر بلند مرتبہ عطا کیا اور فرشتوں

سے سجدہ کروا کر آپ علیہ السلام کے شرف و منزلت پر مہر تصدیق لگا دی پھر آپ علیہ السلام کو مختلف چیزوں

کے نام سکھا کر فرشتوں پر علمی برتری ثابت کی۔ جب اللہ عز و جل نے وہی نام فرشتوں سے

پوچھے تو فرشتوں نے عرض کیا: ”ہمیں تو صرف وہی علم ہے جو آپ نے ہمیں عطا کیا ہے۔“

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

① ”اور اللہ نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام سکھا دیئے پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے

سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ، اگر تم سچے ہو۔ ان سب نے کہا:

”(اے اللہ) آپ کی ذات (ہر عیب سے) پاک ہے، ہمیں تو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا

آپ نے ہمیں سکھایا ہے، بے شک آپ کامل علم رکھنے، حکمت والے ہیں۔“ (اللہ نے) فرمایا کہ اے آدم، انہیں (فرشتوں کو) ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ جب انہوں (آدم علیہ السلام) نے انہیں ان چیزوں کے نام بتا دیئے تو (اللہ نے) فرمایا کہ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں ہی زمین و آسمان کا غیب (چھپی ہوئی باتیں) جانتا ہوں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کر رہے ہو اور جو کچھ چھپا رہے ہو۔“ (البقرہ 2: آیات 31 تا 33)

حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش اور جنت میں رہنے کا حکم:

حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام اکیلے تھے، ان کا کوئی ہم جنس نہیں تھا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کی دلجوئی اور تسکین کے لئے ان ہی کے جسم میں سے بائیں طرف کی چھوٹی پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا اور ان کی بیوی بنا کر انہیں جنت میں رہنے کا حکم دیا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

- ① ”وہی (اللہ) ہے جس نے تمہیں ایک جان (آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی تاکہ وہ اس (بیوی) سے سکون حاصل کرے۔“ (الاعراف 7: آیت 189)
 - ② ”ہم نے کہا: اے آدم، آپ اور آپ کی بیوی (حوا) جنت میں رہو۔“ (البقرہ 2: آیت 35)
- احادیث رسول اکرم ﷺ:

- ① ”عورتوں سے حسن سلوک سے پیش آؤ کیونکہ وہ (ٹیڑھی) پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اگر تم اس پسلی کو سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ بیٹھو گے۔“ (بخاری، مسلم۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)
 - ② ”حضرت آدم علیہ السلام سو رہے تھے کہ اللہ عز و جل نے اسی حالت میں ان کی بائیں طرف کی چھوٹی پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا۔“ (تفسیر الطبری۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)
- ابلیس کی انسان دشمنی:**

جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو عزت و اکرام سے نوازتے ہوئے جنت میں رہنے کا حکم دیا تو شیطان کو انسان کی یہ عزت و تکریم برداشت نہ ہوئی۔ اس نے

اسی وقت سے ہی انسانوں کو گمراہ کرنے کا منصوبہ بنا لیا۔ انسان سے دشمنی کے لئے اس نے اللہ تعالیٰ سے مہلت طلب کی، اللہ عز وجل نے اسے قیامت تک کے لئے مہلت دے دی۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اس (شیطان) نے کہا: (اے اللہ) چونکہ آپ نے مجھے گمراہ کر دیا ہے اس لئے میں ان (انسانوں کو گمراہ کرنے) کے لئے آپ کی (سیدھی) راہ پر (گھات لگا کر) ضرور بیٹھوں گا پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی، پیچھے سے بھی، دائیں سے بھی اور بائیں سے بھی اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے۔“ (الاعراف: 7: آیات 16 تا 17)

② ”ابلیس نے کہا کہ (اے اللہ) اب جبکہ آپ نے اس شخص (آدم علیہ السلام) کو مجھ پر فضیلت دے ہی دی ہے تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے دیجئے، میں اس کی اولاد میں سے (چند لوگوں کے علاوہ) سب کو ضرور اپنے قابو میں کر لوں گا۔“

(بنی اسرائیل 17: آیت 62)

③ ”ابلیس نے کہا: اے میرے رب، مجھے اس دن تک مہلت دے دیجئے جب لوگ دوبارہ اُٹھائے جائیں گے۔ اللہ نے فرمایا: تجھے مہلت دی جاتی ہے۔ اس دن تک جس کا وقت معلوم (مقرر) ہے۔ ابلیس نے کہا: آپ کی عزت کی قسم، میں ان سب لوگوں کو بہکا کر رہوں گا۔ سوائے تیرے مخلص بندوں کے۔“ (ص 38: آیات 79 تا 83)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر الاعراف: 7: آیات 14 تا 15 اور الحجر: 15: آیات 36 تا 40﴾

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”یقین مانو، شیطان آدم (علیہ السلام) کی اولاد کو گمراہ کرنے کے لئے اسلام کی راہ پر بیٹھا ہوا ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ افسوس تم اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر مسلمان ہو رہے ہو؟ سعادت مند لوگ اس کی بات ٹھکرا کر مسلمان ہو جاتے ہیں پھر شیطان جہاد کی راہ پر بیٹھ کر کہتا ہے کہ جہاد کیوں کرتے ہو؟ تم مارے جاؤ گے، تمہاری عورت کسی اور سے نکاح کر لے گی اور تمہارا مال تقسیم کر لیا جائے گا مگر سعادت مند لوگ اس کی بات

رد کر کے جہاد کے لئے نکل پڑتے ہیں ، ایسے لوگ یقیناً جنتی ہیں خواہ شہید ہو جائیں یا ڈوب کر یا کچل کر مر جائیں۔“ (مسند احمد۔ عن سبرہ بن ابی فاکہہ رضی اللہ عنہ)

اللہ تعالیٰ کی بنی آدم کو ابلیس کی دشمنی پر تنبیہ:

اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو قیامت تک کے لئے مہلت دینے کے بعد بنی نوع انسان کو ابلیس کی دشمنی سے آگاہ فرما دیا اور یہ وضاحت کر دی کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے ، اس سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرو ، یہ بڑا چالاک اور چھپ کر وار کرنے والا ہے۔ تم اسے اور اس کے چیلوں کو نہیں دیکھ سکتے لیکن وہ تمہیں دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اسی نے تمہارے ماں باپ کو دھوکا دے کر جنت کی آرام دہ زندگی سے محروم کروا دیا تھا۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”(اللہ نے) فرمایا: (اے ابلیس) جا، ان (آدم علیہ السلام کی اولاد) میں سے جو بھی تیری پیروی کریں گے تم سب کی سزا جہنم ہی ہے جو پورا پورا بدلہ ہے اور ان (اولادِ آدم) میں سے تو جسے بھی اپنی آواز (خوشنما الفاظ) سے گمراہ کر سکتا ہے کر لے ، ان پر اپنے سوار اور پیادے بھی دوڑا ، ان کے مال اور اولاد میں بھی اپنا حصہ حاصل کر لے ، ان سے (جھوٹے) وعدے بھی کر لے اور ان (اولادِ آدم) سے شیطان کے سارے وعدے محض دھوکا ہی ہیں (اللہ نے فرمایا) بے شک میرے (مخلص) بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا اور تمہارا رب (ان مخلص بندوں کی) دست گیری کرنے کے لئے کافی ہے۔“

(بنی اسرائیل 17: آیات 63 تا 65)

② ”اور (یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا، وہ (ابلیس) جنات میں سے تھا۔ اس (ابلیس) نے اپنے پروردگار کے حکم کی نافرمانی کی تو (اے انسانو) کیا تم پھر بھی اسے اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو؟ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ (آگاہ رہو، ایسے) ظالموں کے لئے بہت ہی برا بدلہ ہے۔“ (الکہف: 18: آیت 50)

حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے خلاف ابلیس کی چال:

جب ابلیس نے یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو عزت دیتے ہوئے انہیں جنت میں رہنے کا حکم دے دیا ہے تو حسد کی آگ میں جل گیا اور انسان دشمنی کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں جنت سے نکلوانے کے لئے چال چلنے لگا۔ وہ بڑا ہمدرد بن کر حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے پاس آ کر کہنے لگا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ اس درخت کے قریب جانے سے تمہیں کیوں روکا گیا ہے؟ میں تمہیں ایک راز کی بات بتاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس درخت کے پاس جانے سے اس لئے روکا ہے کہ اگر تم اس کا پھل کھا لو گے تو فرشتے بن جاؤ گے یا پھر ہمیشہ کے لئے جنت کی زندگی پا لو گے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

- ① ”تمہارے رب نے تو تم کو اس درخت (کا پھل کھانے) سے صرف اس لئے منع کیا ہے کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ۔“ (الاعراف: 7: آیت 20)
 - ② ”شیطان نے ان (آدم علیہ السلام) کے دل میں وسوسہ ڈال دیا اور کہا: اے آدم، کیا میں تمہیں ہمیشہ کی زندگی کا درخت اور ایسی بادشاہت نہ بتاؤں جو کبھی نہ ختم ہو۔“ (طہ: 20: آیت 120)
- ﴿مزید معلومات کے لئے پڑھئے ترجمہ تفسیر الانفال 8: آیت 48 اور الحشر 59: آیات 16 تا 17﴾

حضرت آدم و حوا علیہما السلام کا ممنوعہ درخت کا پھل کھانا:

حضرت آدم و حوا علیہما السلام ابلیس کو اپنا ہمدرد اور خیر خواہ سمجھ کر اس کے بہکاوے میں آ گئے اور جس درخت کے پاس جانے سے اللہ رب العزت نے منع کیا تھا اس کے پاس چلے گئے اور جیسے ہی اس درخت کا پھل چکھا تو ان کے جسم پر سے جنتی لباس فوراً اُتر گیا۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”ہم نے کہا: اے آدم، یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا (کھلا) دشمن ہے (خیال رکھنا) ایسا نہ ہو کہ یہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے پھر تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ یہاں تو تمہیں آرام ہے، نہ تمہیں بھوک ستاتی ہے، نہ تم برہنہ (نگے) رہتے ہو، نہ تمہیں پیاس لگتی ہے اور نہ ہی دھوپ ستاتی ہے۔“ (طہ: 20: آیات 117 تا 119)

حضرت آدم اور حوا ؑ جنت میں آرام اور سکون سے رہنے لگے اور شیطان انہیں بہکانے کے لئے مسلسل ان کا پیچھا کرتا رہا آخر کار اس نے حضرت آدم و حوا ؑ کو بہکانے کے لئے ان کے دل میں وسوسے ڈالنا شروع کر دیئے اور کہنے لگا: اے آدم، کیا میں تمہیں ایسا درخت نہ بتاؤں جسے کھانے کے بعد تم جنت میں ہمیشہ کے لئے رہو گے۔ حضرت آدم و حوا ؑ نے اس درخت کا پھل کھانے سے انکار کر دیا۔ شیطان نے اعتماد دلانے کے لئے جھوٹی قسم کھا کر کہا کہ میں تو تمہارا خیر خواہ ہوں اور تمہیں اچھی بات بتا رہا ہوں۔ شیطان کے قسم کھانے پر حضرت آدم و حوا ؑ اس کے بہکاوے میں آگئے اور اللہ عز وجل سے کئے ہوئے عہد کو بھول کر جس درخت سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا تھا اس کا پھل کھا لیا۔ حضرت آدم و حوا ؑ نے جیسے ہی ممنوعہ درخت کا پھل چکھا تو ان کا جنتی لباس جسم پر سے اتر گیا اور وہ شرم کے مارے اپنے ستر کو چھپانے کے لئے جنت کے درختوں کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”پھر شیطان نے انہیں اس (جنت) سے پھسلا کر ان دونوں کو وہاں (جنت) سے نکلوا دیا۔“ (البقرہ 2: آیت 36)

② ”پھر شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تا کہ ان کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھیں دونوں کے سامنے بے پردہ کر دے اور کہنے لگا: تمہارے رب نے تو تم کو اس درخت سے صرف اس لئے منع کیا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ اس (شیطان) نے دونوں کے سامنے (اللہ کی) قسم کھائی کہ یقین جانو، میں تم دونوں کا (سچا) خیر خواہ ہوں۔ چنانچہ اس (شیطان) نے ان دونوں کو دھوکا دے کر اپنے جال میں پھنسا لیا پھر جب ان دونوں نے درخت کا پھل چکھا تو دونوں کی شرمگاہیں ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہو گئیں اور دونوں اپنی شرمگاہوں کو جنت کے پتوں سے ڈھانپنے لگے اور ان کے رب نے ان کو آواز دی: کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نہیں کیا تھا؟ اور یہ نہیں کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔“ (الاعراف 7: آیات 20 تا 22)

حضرت آدم و حوا علیہما السلام کا جنت سے اخراج:

جب حضرت آدم و حوا علیہما السلام نے ابلیس کے بہکاوے میں آ کر ممنوعہ درخت کا پھل کھا لیا تو ان کے جنتی لباس اُتر گئے اور اللہ عز و جل نے انہیں زمین پر اُترنے کا حکم دے دیا اور ساتھ ہی ابلیس کو بھی زمین پر اُتار دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اس بات سے آگاہ کر دیا کہ جس طرح شیطان نے تمہیں بہکا کر جنت سے نکلوایا ہے اسی طرح یہ دنیا میں بھی تمہیں بہکانے کی بھرپور کوشش کرے گا تاکہ تم دوبارہ جنت میں داخل نہ ہو سکو لہذا اپنے آپ کو اس کی چال سے بچانے کی بھرپور کوشش کرو۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اللہ نے فرمایا: تم سب (اسی حالت میں زمین پر) اُتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اور تمہارے لئے زمین میں رہنے کی جگہ ہے اور ایک مقررہ وقت تک فائدہ اٹھانے کا موقع ہے۔“ (الاعراف: 7: آیت 24)

② ”اللہ نے فرمایا: تم دونوں (انسان اور شیطان) یہاں (جنت) سے اُتر جاؤ، تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو، اب اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ تو (دنیا میں) گمراہ ہوگا اور نہ ہی (آخرت میں) تکلیف اٹھائے گا۔“ (طہ: 20: آیت 123)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر البقرہ 2: آیت 36﴾

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے جب آدم (علیہ السلام) کو جنت سے زمین پر اتارا تو انہیں دنیا میں جینے کا ہنر بھی سکھا دیا اور جنت کے کچھ پھل بھی عطا فرمائے تھے۔“ (متحدک حاکم۔ عن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ)

حضرت آدم علیہ السلام کا اعتراف اور توبہ:

حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے جنت سے نکال کر زمین پر اُتارا۔ زمین پر اُترنے کے بعد انہیں جنت اور اس کی راحت و سکون والی زندگی یاد آئی اور انہیں اپنی غلطی

کا احساس ہوا تو وہ فوراً اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حضور توبہ کرنے لگے اور توبہ کے کلمات بھی اللہ عز و جل نے انہیں سکھا دیئے تھے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”پھر آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لئے تو اس (اللہ) نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا، بے حد رحم کرنے والا ہے۔“ (البقرہ 2: آیت 37)

حضرت آدم علیہ السلام کے دعائیہ کلمات:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ
(ترجمہ) ”اے ہمارے رب، ہم اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھے ہیں، (اب) اگر آپ نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو یقیناً ہم نقصان پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔“
(الاعراف 7: آیت 23)

یہ دعا پڑھنے پر اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو معاف فرما دیا۔ اس دعا میں حضرت آدم علیہ السلام کی 5 خوبیاں ذکر ہوئی ہیں: ① اپنی غلطی کا اعتراف کیا ② غلطی پر شرمندہ ہوئے ③ اپنے نفس کو ملامت کی ④ فوراً توبہ کی ⑤ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوئے۔

نوٹ: آپ بھی ہر غلطی اور گناہ کے بعد انہی 5 خوبیوں کو اپنائیے اور یہ بہترین دعا روزانہ مانگئے ﴿

حضرت آدم و حوا علیہما السلام کی اولاد:

اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا علیہما السلام کو بہت ساری اولاد عطا فرمائی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اے لوگو، اپنے رب (کے عذاب) سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان (آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی (حوا علیہا السلام) کو پیدا کر کے ان دونوں سے دنیا میں بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔“ (النساء 4: آیت 1)

② ”اور (یاد کرو) جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انہیں خود ان پر گواہ بناتے ہوئے پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب

دیا: کیوں نہیں، ہم سب (اس کی) گواہی دیتے ہیں (کہ آپ ہی ہمارے رب ہیں)۔“

(الاعراف: 7: آیت 172)

حدیث رسول اکرم ﷺ:

”جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو آپ علیہ السلام کی پشت پر ہاتھ پھیرا قیامت تک پیدا ہونے والی ہر جان آپ علیہ السلام کی پشت سے ظاہر ہو گئی اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی آنکھوں کے درمیان نور کی چمک رکھ دی پھر انہیں آپ علیہ السلام کو دکھایا۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا: اے میرے رب، یہ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: یہ تمہاری اولاد ہیں۔ آپ علیہ السلام کو اپنی اولاد میں سے ایک آدمی ایسا نظر آیا جس کی پیشانی کی چمک آپ علیہ السلام کو بہت اچھی لگی۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا: اے میرے رب، یہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: یہ آپ کی اولاد میں سے آخری زمانہ کی قوموں میں سے ایک نبی ہے جس کا نام داؤد ہوگا۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا: اے میرے رب، آپ نے اس کی عمر کیا مقرر کی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: 60 سال۔ آپ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب، اسے میری عمر میں سے 40 سال عنایت فرما دیجئے۔ جب آدم علیہ السلام کی مقرر عمر ختم ہوئی تو موت کا فرشتہ ان کی روح قبض کرنے کے لئے آیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا میری عمر میں سے 40 سال باقی نہیں ہیں؟ فرشتے نے عرض کیا: آپ علیہ السلام نے وہ 40 سال اپنے بیٹے داؤد کو دیئے تھے۔ چونکہ آپ علیہ السلام نے انکار کیا، اس لئے آپ علیہ السلام کی اولاد میں بھی انکار کی عادت ہے۔ آپ علیہ السلام بھول گئے، اسی لئے آپ علیہ السلام کی اولاد بھی بھول جاتی ہے۔ آپ علیہ السلام سے غلطی ہوئی، اسی لئے آپ علیہ السلام کی اولاد سے بھی غلطی ہوتی ہے۔“ (ترمذی۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے توحید الہی کا عہد:

حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کے بعد جب اللہ رب العزت نے آپ علیہ السلام کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو آپ علیہ السلام کی تمام اولاد آپ علیہ السلام کی پشت سے ظاہر ہو گئی پھر اللہ عز وجل نے آپ علیہ السلام کے سامنے آپ علیہ السلام کی تمام اولاد سے اپنی توحید کا پکا عہد و پیمان لیا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور (یاد کرو) جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انہیں خود ان پر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا: کیوں نہیں، ہم سب (اس کی) گواہی دیتے ہیں۔ (اللہ نے فرمایا) ہم نے یہ عہد اس لئے لیا ہے تاکہ تم لوگ قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم تو اس بات سے بالکل بے خبر تھے یا تم یہ کہو کہ شرک کی ابتدا تو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے کی تھی اور ہم ان کے بعد (ان کی) اولاد ہی تو تھے پھر کیا آپ ہمیں اس فعل کی وجہ سے ہلاک کر دیں گے جو (پہلے) گمراہ لوگوں نے کیا تھا۔“ (الاعراف: 7: آیات 172 تا 173)

احادیث رسول اکرم ﷺ:

① ”قیامت کے دن ایک جہنمی سے کہا جائے گا اگر تیرے پاس پوری دنیا کا مال و دولت ہو تو کیا تو فدیہ کے طور پر (جہنم سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے) سب مال دے دے گا؟ وہ کہے گا: جی ہاں، تب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جب تو آدم (ﷺ) کی پشت میں تھا اس وقت میں نے تجھ سے اس سے بھی آسان چیز کا وعدہ لیا تھا کہ میرے ساتھ شرک نہ کرنا لیکن تو نے پھر بھی شرک کرنے پر ہی اصرار کیا۔“ (بخاری، مسلم۔ عن انس رضی اللہ عنہ)

② ”حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (الاعراف: 7: آیات 172 تا 173) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تمام بنی آدم کو (ان کے باپوں کی پشتوں سے نکالنے کے بعد) جمع کیا اور انہیں جوڑا جوڑا بنایا پھر انہیں صورتیں عطا کیں اور قوت گویائی بھی عطا فرمائی۔ پس وہ بولنے لگے پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے (توحید الہی پر قائم رہنے کے لئے) بڑا مضبوط عہد و پیمان لیا اور انہیں ان کے نفسوں پر گواہ بنایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے گواہی دیتے ہوئے کہا: جی ہاں، آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ پھر اللہ عزّ وجل نے فرمایا: میں ساتوں آسمانوں، ساتوں زمینوں اور تمہارے باپ آدم (ﷺ) کو تم پر گواہ بناتا ہوں کہ کہیں تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہمیں تو اس کا

علم ہی نہیں تھا۔ یاد رکھو، میرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور میرے علاوہ کوئی بھی پروردگار نہیں، لہذا میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہرانا، بے شک میں تمہارے پاس اپنے پیغمبروں کو بھیجتا رہوں گا جو تمہیں میرے ساتھ کئے ہوئے اس عہد و پیمان کو یاد دلاتے رہیں گے اور میں تم پر اپنی کتابیں بھی نازل فرماؤں گا۔ سب نے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ہی ہمارے پروردگار اور (حقیقی) معبود ہیں، آپ کے علاوہ کوئی بھی ہمارا پروردگار اور معبود نہیں۔ سب نے اس بات کا اقرار کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اونچا کر کے سب کو دکھایا گیا۔ آپ علیہ السلام نے دیکھا کچھ مالدار ہیں اور کچھ غریب، کچھ خوب صورت ہیں اور کچھ بد صورت۔ آپ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے پروردگار، آپ نے اپنے بندوں کو ایک جیسا کیوں نہیں بنایا۔ اللہ رب العزت نے جواب دیا: میں نے چاہا کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔ آپ علیہ السلام نے انبیاء علیہم السلام کو دیکھا کہ وہ روشن قدیلوں کی طرح نمایاں ہیں۔ اللہ رب العزت نے ان سے بھی رسالت و نبوت کے متعلق خصوصی عہد و پیمان لیا۔“

(مسند احمد)

انبیاء علیہم السلام سے توحید، رسالت و نبوت سے متعلق عہد:

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق مکمل کرنے کے بعد ان کی پشت سے تمام اولاد کو ظاہر کیا تو ان میں قیامت تک مبعوث ہونے والے انبیاء علیہم السلام بھی تھے۔ اللہ عز وجل نے انبیاء علیہم السلام سے بھی توحید، رسالت و نبوت سے متعلق خصوصی عہد لیا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”(اے نبی ﷺ یاد کریں) جب ہم نے تمام انبیاء علیہم السلام سے (توحید کا) عہد لیا اور (بالخصوص) آپ (ﷺ)، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور مریم کے بیٹے عیسیٰ (ﷺ) سے اور ہم نے ان سب سے بڑا پکا عہد لیا۔“ (الاحزاب: 33: آیت 7)

② اور (وہ وقت یاد کیجئے) جب اللہ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا تھا کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت عطا کر دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول (محمد ﷺ) آئے جو ان

چیزوں کی تصدیق کر رہا ہو جو تمہارے پاس ہیں تو اس (رسول) پر ضرور ایمان لانا اور اس کی ضرور مدد کرنا۔ اللہ نے پوچھا: کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا: تم گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں پھر اس کے بعد جو بھی اس (عہد) سے پھر جائیں وہی نافرمان ہیں۔“ (ال عمران: آیات 81 تا 82)

حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں قابیل اور ہابیل کا واقعہ:
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”(اے نبی ﷺ) آپ لوگوں کو آدم (علیہ السلام) کے 2 بیٹوں کا سچا واقعہ بھی سنا دیجئے۔ جب ان دونوں نے (اللہ کے لئے) قربانی پیش کی، ان میں سے ایک کی قربانی تو قبول ہوگئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی تو وہ کہنے لگا: میں تجھے قتل کر ڈالوں گا۔ پہلے نے کہا: بلاشبہ اللہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کا ہی عمل قبول کرتا ہے، اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہرگز اپنا ہاتھ نہ بڑھاؤں گا۔ بے شک میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ میں تو چاہتا ہوں کہ تو اپنے ذمہ اپنا اور میرا بھی گناہ لے لے اور پھر تو دوزخیوں میں شامل ہو جائے، ظالموں کا یہی بدلہ ہے۔ آخر کار اس کے (برائی کی دعوت دینے والے) نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا اور اس نے اسے قتل کر ڈالا۔ پس وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا پھر اللہ نے ایک کو ابھجہ جوزمین کھودنے لگا تاکہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے دفنائے۔ (یہ دیکھ کر) وہ کہنے لگا، ہائے افسوس، میں اس کو جیسا بھی نہ ہوسکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپانے کی تدبیر نکال لیتا پھر وہ بڑا ہی پشیمان اور شرمندہ ہو گیا۔“

(المائدہ: 5: آیات 27 تا 31)

حضرت عبد اللہ بن عباس و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے ہاں ولادت کا سلسلہ شروع ہوا تو ان کے ہاں ہر بار ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے

تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو یہ حکم تھا کہ ہر لڑکے کی شادی دوسرے لڑکے کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی سے کریں اور دوسرے پیدا ہونے والے لڑکے کی شادی پہلے لڑکے کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی سے کریں۔ (تاریخ الطبری)

حضرت آدم علیہ السلام کے ہاں ایک مرتبہ قابیل اور اس کی بہن پیدا ہوئی اور دوسری مرتبہ ہابیل اور اس کی بہن پیدا ہوئی۔ سابقہ اصول کے مطابق قابیل کی بہن کا نکاح ہابیل سے اور ہابیل کی بہن کا نکاح قابیل سے ہونا تھا۔ اتفاقی طور پر قابیل کی بہن ہابیل کی بہن کی نسبت زیادہ خوبصورت تھی اس لئے قابیل نے چاہا کہ اس کی شادی ہابیل کی بہن کے بجائے خود اپنی ہی بہن سے ہو جائے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل سے کہا کہ اپنی بہن سے ہابیل کو نکاح کرنے دو لیکن قابیل نے انکار کر دیا اور سمجھانے کے باوجود اپنی ہی بہن سے خود نکاح کرنے پر اصرار کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان دونوں سے کہا کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں بطور نذرانہ قربانیاں پیش کرو جس کی قربانی قبول ہو جائے گی وہی حق پر ہوگا۔ ہابیل بکریاں پالتا تھا اس نے ایک موٹی تازی بکری قربان کی اور قابیل کھیتی باڑی کرتا تھا اس نے گھٹیا قسم کا اناج اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کیا۔ دونوں نے اپنی اپنی قربانی میدان میں رکھ دی، آسمان سے آگ آئی اور ہابیل کی قربانی کو کھا گئی جو اس کی قبولیت کی علامت تھی۔ قابیل کی قربانی جب قبول نہ ہوئی تو اسے غصہ آیا اور اس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر ڈالا۔ جب ہابیل قتل ہو گئے تو قابیل نے کھلے آسمان کے نیچے ان کی لاش رکھ دی، اس لئے کہ اسے دفن کرنے کا طریقہ معلوم نہ تھا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے 2 کوّے بھیجے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کو مار دیا پھر چونچ سے گڑھا کھود کر مردہ کوّے کو اس میں ڈال کر اوپر سے مٹی ڈال دی۔ قابیل نے جب اپنی آنکھوں سے یہ ماجرا دیکھا تو شرمندہ ہو کر کہنے لگا: ”ہائے افسوس، میں اس کوّے سے بھی گیا گزرا ہو گیا کہ اپنے بھائی کی لاش دفن کرنے کی تدبیر بھی نہ نکال سکا۔“

(تفسیر ابن کثیر، تفسیر المائدہ 5: آیت 27)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

① ”جتنے بھی لوگ ناحق قتل ہو رہے ہیں ان کا گناہ آدم (علیہ السلام) کے بیٹے (قابیل) کے حصہ میں بھی لکھا جا رہا ہے کیونکہ انسانوں میں قتل کی ریت سب سے پہلے اس (قابیل) نے شروع کی تھی۔“ (بخاری۔ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

② ”جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ رائج کیا پھر اس کے بعد اس (طریقہ) پر عمل کیا گیا تو اس (طریقہ رائج کرنے والے) کے لئے عمل کرنے والے کے برابر ہی ثواب لکھا جائے گا اور ان کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ رائج کیا پھر اس کے بعد اس (طریقہ) پر عمل کیا گیا تو اس (طریقہ رائج کرنے والے) کے لئے عمل کرنے والے کے برابر ہی گناہ لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔“ (مسلم۔ عن جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ)

حضرت آدم علیہ السلام کی وفات:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:- ”جب حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: اے میرے بیٹو، میرا جنت کے پھل کھانے کو جی چاہ رہا ہے۔ بیٹے پھل کی تلاش میں نکل پڑے۔ سامنے سے فرشتے آتے نظر آئے جن کے پاس حضرت آدم علیہ السلام کا کفن اور خوشبو تھی۔ فرشتوں نے پوچھا: اے آدم (علیہ السلام) کے بیٹو، تمہیں کس چیز کی تلاش ہے؟ بیٹوں نے جواب دیا: ہمارے والد صاحب کی طبیعت ناساز ہے اور وہ جنت کے پھل کھانے کی خواہش رکھتے ہیں۔ فرشتوں نے کہا: تم واپس چلے جاؤ کیونکہ تمہارے والد فوت ہونے والے ہیں۔ فرشتوں نے آکر ان کی روح قبض کی، ان کو غسل دیا، کفن پہنایا، خوشبو لگائی اور آپ علیہ السلام کے لئے لحد (بلغی قبر) تیار کی پھر نماز جنازہ ادا کی اور قبر میں رکھ کر اوپر سے مٹی ڈال دی پھر مخاطب ہو کر کہا: اے آدم کے بیٹو، تمہارے لئے مَرْدُوں کو دفن کرنے کا یہی طریقہ ہے۔“ (مسند احمد)

”حضرت آدم علیہ السلام کو مکہ مکرمہ میں جبل ابی قیس پر دفن کیا گیا۔“ (تاریخ الطبری)

”حضرت آدم علیہ السلام کی کل عمر 1000 سال تھی۔“ (مسند احمد۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

حضرت شیث علیہ السلام

ہابیل کے قتل ہونے پر حضرت آدم علیہ السلام کو بہت صدمہ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے ہابیل کا صدمہ دور کرنے کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کو بطور نعم البدل ایک نیک بیٹا عطا فرمایا جس کا نام حضرت آدم علیہ السلام نے شیث یعنی ”اللہ کا عطا کردہ تحفہ“ رکھا۔

محمد بن اسحاق رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے فرمانبردار بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کو حق (دعوت و تبلیغ) کی وصیت فرمائی اور انہیں دن رات میں کی جانے والی عبادات کی تعلیم دی۔ (تاریخ ابن کثیر)

حضرت آدم علیہ السلام کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام اپنے والد محترم کی وصیت کے مطابق عمل کرتے رہے اور اللہ رب العزت نے انہیں بھی نبوت سے سرفراز فرمایا اور ان پر اپنے پاس سے آسمانی صحیفے بھی نازل فرمائے۔
رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام پر 100 صحیفے اور 4 آسمانی کتابیں نازل فرمائیں جن میں سے 50 صحیفے صرف حضرت شیث علیہ السلام پر نازل فرمائے۔“ (تفسیر ابن کثیر، تفسیر القرطبی۔ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ)

حضرت شیث علیہ السلام اپنے والد محترم کی وصیت کے مطابق تبلیغ دین کے فریضہ کو احسن طریقہ سے سرانجام دیتے رہے۔ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے ”انوش“ (یانش) کے حق میں وصیت فرمائی۔ انوش (یانش) نے اپنے انتقال سے پہلے دعوت و تبلیغ کی یہ ذمہ داری اپنے بیٹے ”قینان“ کو سونپ دی پھر قینان نے اپنی وفات کے قریب اپنے بیٹے ”مہلائیل“ کو دعوت و تبلیغ کا منصب سونپا۔ مہلائیل پہلے وہ آدمی ہیں جنہوں نے شہر بسائے، مضبوط قلعے تیار کئے اور شیطان کے لشکروں کو پہاڑوں اور گھاٹیوں میں منتشر کر دیا۔ ان کی حکومت 40 سال تک قائم رہی۔ مہلائیل نے اپنی وفات کے وقت وصیت کے ذریعہ اپنے بیٹے ”یرد“ کو اپنا جانشین مقرر فرما دیا اور یرد نے اپنی وفات سے چند دن قبل ہی تبلیغ دین کے فریضہ کی وصیت اپنے بیٹے ”اخنوخ“ (حضرت ادریس علیہ السلام) کے حق میں فرما دی۔ (قصص الانبیاء۔ لابن کثیر)

حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت ادریس علیہ السلام کا نسب نامہ:

اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلاییل بن قینان بن یانش بن شیث بن آدم (علیہ السلام)۔ (سیرت النبی ﷺ - ابن ہشام رحمہ اللہ)

حضرت ادریس علیہ السلام کا اصل نام اخنوخ تھا۔ آپ علیہ السلام بابل شہر میں پیدا ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے نبوت ملنے کے بعد جب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام ماننے اور برائیوں سے باز رہنے کے متعلق دلوں کو نرم کرنے والا ایک جامع خطبہ دیا تو آپ علیہ السلام ادریس کے نام سے مشہور ہو گئے کیونکہ ادریس کا معنی ہے ”پڑھانے، سکھانے والا“ یعنی حضرت ادریس علیہ السلام نے اپنی قوم کو احکامات خداوندی سکھائے۔

ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے لکھنے کے لئے قلم حضرت ادریس علیہ السلام نے استعمال کیا۔ (قصص الانبیاء - لابن کثیر)

حضرت ادریس علیہ السلام کا قرآن مجید میں ذکر خیر:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کا قرآن مجید میں 2 مقامات پر نام لے کر تذکرہ فرمایا ہے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اور اس کتاب میں ادریس (علیہ السلام) کا بھی ذکر کیجئے، بے شک وہ بھی بڑے ہی سچے نبی تھے اور ہم نے انہیں بلند مقام پر پہنچا دیا تھا۔“ (مریم: 19 آیات 56 تا 57)

② ”اور (اے نبی ﷺ) اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل (علیہ السلام) کا ذکر بھی کیجئے، یہ سب بڑے صبر کرنے والے لوگ تھے اور ان سب کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا، یہ سب ہی نیک لوگ تھے۔“ (الانبیاء: 21 آیات 85 تا 86)

حضرت ادریس علیہ السلام کی اپنی قوم کو دعوت و تبلیغ:

حضرت ادریس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حضرت شیث علیہ السلام کے بعد منصب نبوت پر فائز فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو بہت اونچا مقام عطا فرمایا اور اپنے مقرب ترین بندوں میں شامل فرمایا۔ آپ علیہ السلام نے بابل شہر میں اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے، پاک و صاف رہنے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے، معاملات میں عدل و انصاف کو اپنانے، ہر ماہ 3 روزے رکھنے، زکوٰۃ ادا کرنے، نشہ آور اشیاء سے پرہیز کرنے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی سر بلندی کے لئے جہاد کرنے کی تعلیم دی لیکن قوم کے اکثر لوگوں نے ماننے سے انکار کر دیا۔ آپ علیہ السلام کے سمجھانے کے بعد جب وہ نہ مانے تو آپ علیہ السلام بابل سے ہجرت کر کے مصر چلے گئے۔ وہاں 72 قبیلے آباد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو ہر قبیلے کی زبان سکھا دی۔ آپ علیہ السلام ہر قبیلے کو اسی کی زبان میں تبلیغ فرماتے تھے جس کی وجہ سے بہت سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے علم نجوم اور علم حکمت بھی سکھا دیئے تھے اسی لئے آپ علیہ السلام کا لقب ”ہرمس الہامسہ“ بھی ہے۔ ”ہرمس“ علم نجوم میں مہارت رکھنے والوں کو کہتے ہیں۔ حضرت ادریس علیہ السلام اپنے زمانہ کے بہت بڑے عابد تھے۔ آپ علیہ السلام درزی کا کام کیا کرتے تھے اور سوئی کے ہر ٹانکے پر ”سُبْحَانَ اللَّهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ“ پڑھا کرتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر۔ مریم 19: آیات 56 تا 57)

حضرت ادریس علیہ السلام کی معراج کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کا سفر کرتے ہوئے جب چوتھے آسمان پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت ادریس علیہ السلام سے ہوئی۔ انہوں نے استقبال کرتے ہوئے فرمایا:

مَرْحَبًا بِالْآخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ

”نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید۔“ (بخاری۔ عن انس رضی اللہ عنہ)

حضرت نوح علیہ السلام (آدم ثانی)

حضرت نوح علیہ السلام کا نسب نامہ:

نوح (علیہ السلام) بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلاییل بن قینان بن یانیش بن شیث بن آدم (علیہ السلام) - (سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم - ابن ہشام رحمہ اللہ)

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد مشہور انبیاء علیہم السلام میں سے ایک حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ آپ علیہ السلام کی ولادت حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے 126 سال بعد ہوئی۔ آپ علیہ السلام کو 1000 سال عمر ملی۔ اس میں سے 950 سال تک آپ علیہ السلام اپنی قوم کو نصیحت کرتے رہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا اصل نام عبد الغفار تھا لیکن آپ علیہ السلام اپنی قوم اور آخرت کی فکر میں بہت زیادہ رویا کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ علیہ السلام کو نوح (بہت زیادہ رونے والا) کے نام سے یاد کیا ہے۔ آپ علیہ السلام معمولی نعمتوں پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرتے تھے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو ”عبدًا شکورًا“ کے لقب سے یاد کیا۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”بے شک وہ (نوح علیہ السلام) ہمارا شکر گزار بندہ تھا۔“ (بنی اسرائیل 17: آیت 3)

حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر قرآن میں:

حضرت نوح علیہ السلام کا اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں 43 مقامات پر ذکر فرمایا اور قرآن مجید کی ایک سورت نوح (سورہ نمبر 71) کا نام بھی آپ علیہ السلام کے نام پر ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے شیطان کی چالیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں خوب برکت فرمائی اور اولاد آدم سے بہت سی بستیاں آباد ہو گئیں۔ تمام لوگ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کے مطابق صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے۔ اولاد آدم کا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا شیطان پر بہت گراں گزرتا تھا اور وہ اس سوچ میں تھا کہ کسی نہ کسی طرح اولاد آدم

کو گمراہی میں مبتلا کر کے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رحمت سے دور کیا جائے۔ شیطان کو یہ معلوم تھا کہ شرک بہت بڑا گناہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ بہت زیادہ ناراض ہوتے ہیں۔ اس لئے انسانوں کو شرک میں مبتلا کرنے کے بارے میں سوچنے لگا آخر کار اس نے قوم نوح میں سے جو نیک لوگ فوت ہو چکے تھے ان کے نام پر شرک کو رائج کر کے لوگوں کو سیدھی راہ سے ہٹا دیا۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور انہوں (قوم نوح) نے کہا: (اے لوگو)، تم اپنے (خود ساختہ) معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ تم وَدّ، سُوَاع، يَغُوث، يَعُوقُ اور نَسْر (بتوں) کو نہ چھوڑنا۔“ (نوح 71: آیت 23)

احادیث رسول اکرم ﷺ:

① حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:- ”قوم نوح میں شرک کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ وَدّ، سُوَاع، يَغُوث، يَعُوقُ اور نَسْر، یہ پانچوں افراد قوم نوح میں نیک لوگ تھے۔ جب یہ وفات پا گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تم ان کے بیٹھنے کی جگہوں پر ان کے ناموں کے مجسمے بنا کر رکھ دو تا کہ انہیں دیکھ کر تمہیں اللہ کی عبادت کا شوق پیدا ہو۔ چنانچہ قوم نے ایسا ہی کیا پھر جب یہ مجسمے بنانے والے مر گئے تو ان کے بعد آنے والے لوگوں نے لاعلمی میں یہ سمجھا کہ ہمارے باپ دادا انہی مجسموں کی عبادت کیا کرتے تھے پس انہوں نے ان نیک لوگوں کے مجسموں کی عبادت کرنا شروع کر دی اس طرح ان کے درمیان شرک پھیل گیا۔“ (بخاری)

② ”ہم نے حبشہ میں ایک خوبصورت گرجا گھر دیکھا جس میں (انبیاء علیہم السلام اور نیک لوگوں کی) تصاویر تھیں۔ ہم نے آپ ﷺ کے سامنے اس گرجا گھر اور تصاویر کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان (یہود و نصاریٰ) میں جب کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر پر عبادت گاہ (گرجا گھر) تعمیر کرتے اور اس میں ان (فوت شدہ لوگوں) کی تصاویر بنا کر رکھ لیتے تھے۔ قیامت کے دن یہ (گمراہ) لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہوں گے۔“ (بخاری، مسلم۔ عن ام حبیبہ وام سلمہ رضی اللہ عنہما)

حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت:

جب قوم نوح میں پانچ نیک لوگوں کے مجسموں کی پوجا عام ہو گئی اور لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں (مجسموں) کی پوجا کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحمت فرماتے ہوئے انہیں سیدھی راہ پر لانے کے لئے انہی میں سے ایک بندہ حضرت نوح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ جب آپ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر 50 سال تھی۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”یقیناً ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف (نبی بنا کر) بھیجا (اور ان سے کہا) کہ آپ اپنی قوم کو ڈرائیے، اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آجائے۔“
(نوح: 71: آیت 1)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ وتفسیر الاعراف 7: آیت 59 اور ہود 11: آیت 25﴾

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”لوگ محشر کے میدان میں نوح (علیہ السلام) کے پاس بھی جائیں گے اور کہیں گے، اے نوح، آپ زمین والوں کی طرف بھیجے جانے والے پہلے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام عَبْدًا شَكُورًا ”شکر گزار بندہ“ رکھا، آپ ہماری شفاعت فرمائیں۔ نوح (علیہ السلام) یہ کہتے ہوئے معذرت کر لیں گے کہ اللہ تعالیٰ آج بہت زیادہ غصے میں ہیں اس سے پہلے کبھی اتنے غصے میں نہیں آئے تھے اور نہ ہی بعد میں آئیں گے۔“ (بخاری۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

حضرت نوح علیہ السلام کی اپنی قوم کو دعوت و تبلیغ:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق سب سے پہلے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف بلایا اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنہیں شریک ٹھہرا رہے تھے ان کی عبادت کرنے سے منع کیا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”نوح (علیہ السلام) نے کہا: اے میری قوم، بے شک میں تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں یہ

کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اس (کے عذاب) سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ وہ تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور تمہیں ایک مقررہ مدت تک مہلت دے گا۔ بلاشبہ اللہ کا وعدہ (وقت مقرر) جب آجاتا ہے تو اس میں تاخیر نہیں ہوتی، کاش کہ تم یہ بات سمجھ لیتے۔“

(نوح 71: آیات 2 تا 4)

② ”نوح (علیہ السلام) نے کہا، اے میری قوم، مجھے بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہوں اور مجھے اس نے اپنے پاس سے رحمت (نبوت) عطا کی لیکن وہ تمہاری نگاہوں میں نہ آئی تو کیا میں تمہیں اس کو ماننے پر مجبور کر سکتا ہوں جبکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو۔“ (ہود 11: آیت 28)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر الاعراف 7: آیت 59 اور ہود 11: آیات 25 تا 26﴾

الشعراء 26: آیات 105 تا 110 اور المؤمنون 23: آیت 23﴾

احادیث رسول اکرم ﷺ:

① ”میں تمہیں دجال سے ڈراتا ہوں اور کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی قوم کو دجال سے نہ ڈرایا ہو یہاں تک کہ نوح (علیہ السلام) نے بھی اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا حالانکہ ان کا زمانہ بہت پہلے تھا۔“ (بخاری۔ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی جانب سے مختلف شبہات:

حضرت نوح علیہ السلام نے نبوت ملنے کے بعد اپنی قوم کی خیر خواہی کرتے ہوئے انہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا مگر قوم نے سرکشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ علیہ السلام کو جھٹلایا اور آپ علیہ السلام کی مخلصانہ دعوت کو ماننے سے انکار کر دیا اور آپ علیہ السلام کے نبی ہونے پر مختلف شبہات کا اظہار کیا کہ تم تو ہماری ہی طرح کے انسان ہو، تم ہمارے بجائے نبوت کے حقدار کیسے بن گئے؟ قوم کے سرداروں میں سے کسی نے بھی تمہاری پیروی نہیں کی، تمہاری پیروی صرف معاشرہ کے غریب، کم عقل اور بے وقوف لوگوں نے کی ہے۔ تمہارے پیروکاروں میں کوئی بھی ایسی خوبی نظر نہیں آتی جو ہم میں نہ ہو، پھر تم نبی کیسے بن گئے؟

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”ان (نوح علیہ السلام) کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ (اے نوح) ہم تو تمہیں اپنے جیسا ہی انسان سمجھتے ہیں اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ (ہماری قوم میں سے) صرف انہی لوگوں نے (بغیر سوچے سمجھے) آپ کی پیروی کی ہے جو کم درجہ کے، کم سمجھ والے ہیں اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تمہیں ہم پر کوئی فضیلت نہیں ہے بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔“

(ہود: 11: آیت 27)

② ”ان (نوح علیہ السلام) کی قوم کے کافر سرداروں نے صاف کہہ دیا کہ یہ (نوح علیہ السلام) تو تمہارے ہی جیسا انسان ہے جو تم پر برتری حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو کسی فرشتہ کو (رسول بنا کر) اُتارتا۔ یہ بات تو ہم نے اپنے اگلے باپ دادا کے زمانہ میں بھی نہیں سنی، یقیناً اس آدمی (نوح علیہ السلام) کو جنون ہو گیا ہے۔ پس تم اس کے (انجام کے) بارے میں ایک وقت مقرر تک انتظار کرو۔“ (المؤمنون: 23: آیات 24 تا 25)

﴿مزید معلومات کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر الشعراء 26: آیت 111 اور القمر 54: آیت 9﴾

حضرت نوح علیہ السلام کی جانب سے قوم کے شبہات کا ازالہ:

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں قوم کے شبہات ان کی جہالت اور کم عقلی کا واضح ثبوت تھے۔ حق حق ہی ہوتا ہے چاہے اس کی پیروی قوم کے امیر لوگ کریں یا غریب۔ انسانی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ حق کی پیروی کرنے میں غریب لوگوں نے ہی پہل کی ہے۔ قوم کے انتہائی سخت رویے کے باوجود بھی حضرت نوح علیہ السلام نے بڑے حوصلے اور صبر کے ساتھ اپنی قوم کو سمجھانے کی کوشش کی اور ان کے شبہات کا ازالہ کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی ہونے کی واضح دلیل عطا کی ہے اور میرا تمہارے جیسا انسان ہونا نبوت ملنے میں رکاوٹ نہیں، میری رسالت پر ایمان لانے والوں کا مالی اعتبار سے کمزور ہونا بھی مجھے نبوت ملنے سے مانع نہیں اس لئے کہ انسان ہونے اور عقل اور فہم رکھنے کے اعتبار سے وہ تمہارے ہی جیسے ہیں۔ نبوت تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت اور اس کا فضل

ہے جو اس نے مجھے عطا کیا ہے مگر تم نے اس کی قدر نہیں کی اور بلا سوچے سمجھے مخالفت پر اُتر آئے ہو۔ میں تو تم سے خیر خواہی سے پیش آرہا ہوں اور اس دعوت پر میں تم سے کسی اجرت کا مطالبہ بھی نہیں کرتا، میرا صلہ اللہ تعالیٰ ہی دے گا۔ تم میرے پیروکاروں کو گھٹیا کہتے ہو اور مجھ سے مطالبہ کرتے ہو کہ میں انہیں اپنے پاس سے دور کر دوں۔ یاد رکھو، میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا اس لئے کہ ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مقام بلند ہو چکا ہے۔ لہذا تم میری خیر خواہی کو مد نظر رکھتے ہوئے حق بات مان لو۔
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”(نوح علیہ السلام) نے کہا: اے میری قوم، مجھ میں گمراہی نہیں بلکہ میں تو تمام جہانوں کے رب کا (بھیجا ہوا) رسول ہوں۔ میں تو تمہیں اپنے پروردگار کا پیغام پہنچاتا ہوں، تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تمہیں معلوم نہیں۔“

(الاعراف: 7 آیات 61 تا 62)

② ”(نوح علیہ السلام نے کہا سنو) بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ لہذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی صلہ (اجرت) نہیں مانگتا، میرا صلہ تو صرف رب العالمین کے پاس (محفوظ) ہے۔ پس تم اللہ (کے عذاب) سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو۔ (الشعراء: 26 آیات 107 تا 110)

③ ”اور (اے نبی ﷺ) انہیں نوح (علیہ السلام) کا قصہ پڑھ کر سنائیے جب انہوں (نوح علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم، اگر تمہیں میرا (تمہارے ساتھ) رہنا اور احکام الہی کی نصیحت کرنا بھاری معلوم ہوتا ہے تو (یاد رکھو کہ) میرا اللہ ہی پر بھروسہ ہے، پس تم اور تمہارے شرکا مل کر (میرے خلاف) فیصلہ کر لو پھر تمہارا فیصلہ تم میں (کسی سے) پوشیدہ نہ رہے پھر میرے ساتھ وہ کر گزرو اور مجھے مہلت بھی نہ دو پھر بھی تم اگر (حق سے) منہ موڑ لو تو میں نے تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگا میرا معاوضہ تو صرف اللہ ہی کے ذمہ ہے اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں (اللہ کا) فرمانبردار بن کر رہوں۔“ (یونس: 10 آیات 71 تا 72)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر ہود 11: آیات 28 تا 31﴾

حضرت نوح علیہ السلام کو قوم کی طرف سے دھمکی اور عذاب کا مطالبہ:

حضرت نوح علیہ السلام قوم کی سرکشی کے باوجود انہیں دن رات دعوت حق دیتے رہے اور قوم ان پر جو بھی الزامات لگاتی رہی اس کا اچھے انداز میں جواب دیتے رہے۔ دعوت حق دیتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام کو 950 سال گزر گئے۔ جب ایک نسل کے لوگ مرنے کے قریب ہوتے تو وہ بعد والوں کو یہ وصیت کر جاتے کہ تم نوح (علیہ السلام) پر ایمان نہ لانا۔ آخر کار ان کی طبیعت ہی ایسی بن گئی کہ جسے ایمان اور حق قبول کرنے کی کوئی صورت گوارا نہیں تھی۔ انہوں نے بجائے دعوت حق کو قبول کرنے کے آپ (علیہ السلام) کو مختلف انداز میں دھمکیاں دینا شروع کر دیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہنے لگے کہ جس عذاب سے آپ ہمیں ڈراتے ہو وہ لے آؤ۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”قوم نوح نے کہا: اے نوح، اگر تم (اس تبلیغ سے) باز نہ آئے تو یقیناً تمہیں سنگسار کر دیا جائے گا۔“ (اشعرآء 26: آیت 116)

② ”انہوں (قوم کے لوگوں) نے کہا: اے نوح، تم نے ہم سے بحث کر لی اور خوب بحث کر لی ہے تم جس عذاب سے ہمیں ڈرا رہے ہو، اب اسے لے ہی آؤ، اگر تم سچے ہو۔ نوح (علیہ السلام) نے کہا: عذاب تو صرف اللہ ہی لائے گا اگر وہ چاہے گا تم اسے عاجز کرنے والے نہیں ہو۔“ (ہود 11: آیات 32 تا 33)

حضرت نوح علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کے حضور درخواست:

جب حضرت نوح علیہ السلام کی دن رات دعوت ایمان اور بے مثال کوشش کے باوجود قوم نے دعوت ایمان قبول کرنے کے بجائے عذاب کا مطالبہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی بذریعہ وحی آپ (علیہ السلام) کو آگاہ کر دیا کہ جن کی قسمت میں ایمان تھا وہ لاپچھے اب مزید ایمان نہیں لائیں گے تو آپ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے سرکش اور کافر لوگوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ سے مدد کی درخواست کر دی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”نوح (علیہ السلام) نے دعا کی: اے میرے رب، میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ اب

میرے اور ان (میری قوم) کے درمیان فیصلہ فرما دے اور مجھے اور میرے مومن ساتھیوں کو ان سے نجات عطا فرمائیے۔“ (اشعرآء: 26: آیات 117 تا 118)

② ”اور بلاشبہ نوح (ﷺ) نے ہمیں پکارا۔ (دیکھ لو) ہم کیسے اچھے (دعا) قبول کرنے والے ہیں۔ ہم نے انہیں اور ان کے گھر والوں کو بڑی مصیبت (کرب عظیم) سے بچا لیا۔“ (الصُّفَّت: 37: آیات 75 تا 76)

③ ”اور (یہی نعمت ہم نے) نوح (ﷺ) کو بھی (دی تھی) جب انہوں نے ان (انبیاء ﷺ) سے پہلے ہمیں پکارا تو ہم نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں اور ان کے گھر والوں کو بہت بڑی مصیبت (عذاب) سے نجات عطا فرمائی۔“ (الانبیاء: 21: آیت 76)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ وتفسیر المؤمنون 23: آیت 26،

نوح 71: آیات 5 تا 6، 21 تا 27 اور القمر 54: آیت 10﴾

حضرت نوح علیہ السلام کی درخواست کی قبولیت اور کشتی تیار کرنے کا حکم:

حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ عز وجل سے اپنے لئے مدد کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے فوراً قبول فرماتے ہوئے آپ ﷺ کو ایک کشتی بنانے کا حکم دیا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”(ہم نے نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی) اور اس (نوح علیہ السلام کی) قوم کے خلاف مدد کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا۔ یقیناً وہ بہت ہی برے لوگ تھے۔“

(الانبیاء: 21: آیت 77)

② ”نوح (ﷺ) کی طرف وحی بھیجی گئی کہ آپ کی قوم میں سے جو (لوگ) ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا اب اور کوئی بھی ایمان نہیں لائے گا۔ پس آپ اس پر غم نہ کیجئے جو یہ کر رہے ہیں۔ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی تیار کریں اور ظالموں کے بارے میں ہم سے کوئی بات نہ کرنا۔“ (ہود: 11: آیات 36 تا 37)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ وتفسیر المؤمنون 23: آیت 27﴾

حضرت نوح علیہ السلام کے کشتی تیار کرنے پر قوم کا مذاق اڑانا:

حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ایک ایسے میدان میں کشتی تیار کرنے میں مصروف ہو گئے جس کے قرب وجوار میں دور دور تک کشتی چلانے کے لئے پانی موجود نہیں تھا۔ آپ علیہ السلام کی قوم کے کافر لوگ جب آپ کے پاس سے گزرتے تو آپ علیہ السلام کا مذاق اڑاتے اور کہتے کہ یہاں تو دور دور تک پانی موجود نہیں اور آپ پانی میں چلانے کے لئے کشتی بنا رہے ہیں۔ ان (قوم نوح) کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں پانی میں غرق کرنے والا ہے۔ آپ علیہ السلام انہیں جواب دیتے کہ جس طرح آج تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو اسی طرح ایک دن تمہارا بھی مذاق اڑایا جائے گا اور تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار کون ہوتا ہے؟

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”وہ (نوح علیہ السلام) کشتی بنانے لگے اور جب ان کی قوم کے سرداران کے پاس سے گزرتے تو ان کا مذاق اڑاتے۔ وہ (نوح علیہ السلام) کہتے: اگر تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو تو ہم بھی (ایک دن) تمہارا اسی طرح مذاق اڑائیں گے، جس طرح تم اڑا رہے ہو۔ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس پر (وہ) عذاب آتا ہے جو اسے (دنیا میں) رسوا کر دے گا اور اس پر (آخرت میں بھی) ہمیشہ کا عذاب نازل ہوگا۔“ (ہود: 11: آیات 38 تا 39)

طوفان کی آمد، مومن بندوں اور جانوروں کو کشتی میں سوار کرنے کا حکم:

جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی تیار کر چکے تو اللہ عز وجل نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ خود بھی کشتی میں سوار ہو جائیے اور میرے مومن بندوں اور تمام حیوانات میں سے جوڑا جوڑا کشتی میں سوار کر لیجئے مگر کفار میں سے کسی کو بھی کشتی میں سوار نہ کرنا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مومن بندوں کو جن کی تعداد تقریباً 80 تھی کشتی پر سوار کر لیا جن میں حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام، حام، یافث اور ان کی بیویاں بھی شامل تھیں۔ تمام جانداروں کا ایک ایک جوڑا بھی سوار کر لیا پھر اللہ تعالیٰ نے ایسا زبردست طوفان بھیجا کہ آسمان سے بھی زور دار بارش

برسنے لگی اور زمین سے بھی پانی اُبلنے لگا چند لمحات کے اندر پانی اتنا زیادہ ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشتی تیرنے لگی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آپہنچا اور تنور (سے پانی) ابلنے لگا تو ہم نے کہا: (اے نوح علیہ السلام) اس کشتی میں ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا (نر اور مادہ) سوار کر لو اور اپنے گھر کے لوگوں (مومنوں) کو بھی، سوائے ان (کفار) کے جن کے بارے میں (غرق ہونے کا) حکم آچکا ہے اور تمام ایمان والوں کو بھی (سوار کر لو) اور اس (نوح علیہ السلام) پر بہت ہی کم لوگ ایمان لائے تھے۔“ (ہود: 11: آیت 40)

② ”(جب نوح علیہ السلام کشتی میں مومنین کے ساتھ سوار ہو گئے تو) ہم نے آسمان کے دروازے موسلا دھار بارش کے ساتھ کھول دیئے اور زمین سے پانی کے چشمے جاری کر دیئے، پس یہ (زمین و آسمان کا) سارا پانی (قوم نوح کی ہلاکت کے لئے) جمع ہو گیا جو مقدر ہو چکا تھا اور ہم نے ان (نوح علیہ السلام اور مومنوں) کو تختوں اور کیلوں سے بنی ہوئی کشتی پر سوار کر دیا جو ہماری نگاہ کے سامنے چل رہی تھی۔ یہ سب (عذاب) کفار کے برے اعمال کا بدلہ تھا۔“ (القمر: 54: آیات 11 تا 14)

③ ”(اے نوح علیہ السلام) پھر جب آپ اور آپ کے ساتھی کشتی میں اطمینان سے سوار ہو جاؤ تو (اللہ کا شکر ادا کرنا اور) کہنا کہ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات عطا فرمائی اور کہنا کہ اے میرے رب، مجھے کسی بابرکت جگہ پر اتارنا اور آپ ہی سب سے بہتر جگہ پر اتارنے والے ہیں۔“ (المؤمنون: 23: آیات 28 تا 29)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر ہود: 11: آیت 41 اور المؤمنون: 23: آیت 27﴾

پانی کی طغیانی میں کفار کی ہلاکت اور کشتی کا بحفاظت چلنا:

جب قوم نوح پر سخت طوفان آیا اور ہر طرف پانی ہی پانی ہو گیا، قوم نوح کے سرکش افراد پانی میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔ طغیانی کے باوجود بھی حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی موجوں میں صبح و سالم چل رہی تھی اس لئے کہ اس کا محافظ اللہ تعالیٰ تھا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”بے شک جب پانی (کے طوفان) میں طغیانی آگئی تو ہم نے تمہیں (نوح علیہ السلام کو) کشتی میں سوار کر لیا تاکہ اس واقعہ کو تمہارے لئے نصیحت بنا دیں اور یاد رکھنے (نصیحت حاصل کرنے) والے کان اسے یاد رکھیں۔“ (الحاقة: 69: آیات 11 تا 12)

② ”وہ (کشتی) انہیں پہاڑوں جیسی موجوں میں لے کر چل رہی تھی۔“ (ہود: 11: آیت 21)

③ ”پھر انہوں (کفار) نے اس (نوح علیہ السلام) کو جھٹلایا تو ہم نے اسے (نوح) اور ان لوگوں کو نجات دی جو ان کے ساتھ کشتی میں سوار تھے اور انہیں (زمین کا) وارث بنا دیا اور ہم نے ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا۔ پس آپ دیکھ لیجئے ان لوگوں کا کیسا (برا) انجام ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا۔“ (یونس: 10: آیت 73)

حضرت نوح علیہ السلام کا مشرک بیٹے سے مکالمہ:

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں چل رہی تھی اسی دوران آپ علیہ السلام نے اپنے مشرک بیٹے (یام جس کا لقب کنعان تھا) کو آواز دی کہ آؤ، آپ بھی ہمارے دین میں شامل ہو کر ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ بیٹے نے اس نازک موقع پر بھی اپنے باپ کی دعوت کو رد کر دیا اور اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت کو مول لیا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے (”یام“ جس کا لقب کنعان تھا) کو پکارا جو (ان سے دور کچھ فاصلے پر) الگ تھلگ تھا، اے میرے بیٹے، ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ اور کفار کے ساتھ نہ رہ جاؤ۔ اس (نوح علیہ السلام) کے بیٹے نے جواب دیا کہ میں کسی بڑے پہاڑ کی طرف پناہ لے لوں گا وہ مجھے پانی (میں ڈوبنے) سے بچالے گا۔ نوح علیہ السلام نے (بیٹے کو سمجھاتے ہوئے) کہا: آج اللہ کے حکم (عذاب) سے کوئی بچانے والا نہیں، صرف وہی بچیں گے جن پر اللہ کا رحم ہو۔ اسی وقت ان دونوں کے درمیان موج حائل ہو گئی اور وہ ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا۔“ (ہود: 11: آیات 42 تا 43)

حضرت نوح علیہ السلام کی بیٹے پر پدری شفقت اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی :

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے مشرک بیٹے کو کشتی پر سوار کرنا چاہا لیکن اس نے انکار کر دیا پھر آپ علیہ السلام نے اپنی آنکھوں سے اسے موجوں میں ڈوبتے ہوئے دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے اسے بچانے کی درخواست کی جس پر اللہ تعالیٰ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرک بہت بڑا گناہ ہے۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

”نوح (علیہ السلام) نے اپنے رب کو پکارتے ہوئے کہا: اے میرے رب، میرا بیٹا تو میرے گھر والوں میں سے ہے۔ یقیناً آپ کا وعدہ بالکل سچا ہے اور آپ تمام حاکموں سے بہتر حاکم ہیں۔ اللہ نے فرمایا: اے نوح، یقیناً وہ آپ کے خاندان میں سے نہیں، اس کے اعمال اچھے نہیں۔ آپ کو مجھ سے وہ چیز نہیں مانگنی چاہئے جس کا آپ کو علم نہ ہو۔ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ جاہلوں میں شامل نہ ہوں۔ نوح (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب، میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ آپ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم ہی نہ ہو۔ اگر آپ مجھے نہیں بخشیں گے اور مجھ پر رحم نہیں فرمائیں گے تو میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔“ (ہود 11: آیات 45 تا 47)

کفار کی ہلاکت کے بعد طوفان کی تکمیل اور مومنین کو شکر الہی کا حکم :

آسمان سے شدید بارش اور زمین سے پانی کے فوارے نکلنے پر زمین پر بہت سا پانی اکٹھا ہو گیا جس میں تمام کفار ڈوب گئے۔ صرف وہی لوگ بچے جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار تھے۔ اللہ احکم الحاکمین کا طے کردہ فیصلہ پورا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ جو بھی تمہارے اوپر پانی ہے اسے پی جاؤ اور آسمان کو حکم دیا کہ بارش برسانا بند کر دو۔ دونوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی۔ زمین کا پانی کم ہونا شروع ہو گیا اور پہاڑوں کی چوٹیاں نظر آنے لگیں تو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جو دی پہاڑ پر جا ٹھہری جو عراق کے شہر موصل کے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا کہ اب

آپ سلامتی کے ساتھ کشتی سے زمین پر اتر جائیے آپ پر اور آپ کے مسلمان ساتھیوں پر اللہ تعالیٰ کی برکتوں اور رحمت کا سایہ رہے گا اور ان میں سے کچھ کی نسلوں میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو آگے چل کر کفر کی راہ اختیار کریں گے ان کا مقصود دنیا کا عیش و آرام ہو گا۔ ہم انہیں دنیا سے فائدہ اٹھانے کا موقع تو دیں گے لیکن آخر کار انہیں دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

① ”اے زمین، اپنے پانی کو نگل جا اور اے آسمان، (برسنے سے) رُک جا، اسی وقت پانی خشک کر دیا گیا اور (کفار کا) کام تمام ہو گیا اور کشتی جودی (پہاڑ جو عراق میں موصل شہر سے کچھ فاصلہ پر واقع ہے) پر جا ٹھہری اور فرما دیا گیا کہ ظالم لوگوں کے لئے (اللہ کی رحمت سے) دوری ہو۔“ (ہود: 11: آیت 44)

② ”(اللہ نے نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی) اے نوح، ہماری جانب سے سلامتی اور ان برکات کے ساتھ (کشتی سے) اتر جائیے اور آپ پر اور آپ کے ساتھ جو (مومنین) ہیں، ان پر ہماری برکتیں نازل ہوں گی اور کچھ قوموں کو ہم (دنیا میں تو) فائدہ پہنچائیں گے لیکن پھر (آخرت میں) ہماری طرف سے انہیں دردناک عذاب پہنچے گا۔“ (ہود: 11: آیت 48)

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور مومنین کو شکر ادا کرنے کا حکم اس لئے دیا کہ کشتی کو ان کے لئے مسخر فرمایا تھا اور بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے اس واقعہ کو عبرت بنا دیا۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

”اور وہی ہے جس نے یہ تمام جوڑے پیدا کئے اور تمہارے لئے کشتیاں بنائیں اور چوپائے جانور پیدا کئے جن پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ تم ان کی پیٹھ پر سواری کر سکو پھر جب ان کی پیٹھ پر اچھی طرح بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو اور کہو: پاک ہے وہ (اللہ) جس نے ان (سوار یوں) کو ہمارے تابع بنا دیا ورنہ ہم انہیں قابو میں لانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ بے شک ہمیں (ایک دن) اپنے رب ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“

(الزخرف: 43: آیات 12 تا 14)

ایمان کے بغیر نجات ممکن نہیں :

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی تلقین کی مگر قوم پھر بھی ایمان نہ لائی یہاں تک کہ آپ علیہ السلام کا حقیقی بیٹا یم بھی عذاب الہی کا شکار ہو گیا۔ اسی طرح آپ علیہ السلام کی بیوی بھی ایمان نہ لانے کی وجہ سے عذاب الہی کی مستحق ٹھہری۔ فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

”اللہ نے کفار کے لئے نوح اور لوط (علیہ السلام) کی بیویوں کی مثال دی ہے۔ یہ دونوں ہمارے 2 نیک بندوں کے نکاح میں تھیں مگر ان دونوں نے اپنے شوہروں کی خیانت کی تو وہ (شوہر) اللہ کے مقابلہ میں ان کے کچھ کام نہ آ سکے اور ان (بیویوں) سے کہہ دیا گیا کہ تم دونوں بھی جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔“ (التحریم 66: آیت 10)

حدیث رسول اکرم ﷺ :

رسول اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے خاندان کو جمع کر کے ایک ایک سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”اے مرہ بن کعب کی اولاد، اے عبد شمس کی اولاد، اے عبد مناف کی اولاد، اے ہاشم کی اولاد، اے عبد المطلب کی اولاد، اے فاطمہ، (ایمان لا کر اور نیک اعمال کر کے) اپنے نفسوں کو جہنم کی آگ سے بچا لو، میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے کسی کام نہیں آ سکوں گا۔“ (مسلم۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

وضاحت: ایمان اور اعمال صالح کے بغیر رشتہ داری اور دوستی بھی آخرت میں کام نہیں آئے گی اس لئے زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرو تا کہ آخرت میں کامیاب ہو جاؤ ﴿﴾

حضرت نوح علیہ السلام کی اپنی اولاد کو وصیت :

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کفار کو ہلاک کرنے کے بعد زمین کو خشک کر کے رہنے کے قابل بنا دیا اور آپ علیہ السلام کی اولاد جو کشتی میں آپ علیہ السلام کے ساتھ سوار تھی ان سے انسانی نسل کو باقی رکھا۔ سام کی نسل سے عربی، فارسی اور رومی وجود میں آئے۔ یافث کی نسل

سے ترک، صقالہ اور یاجوج ماجوج پیدا ہوئے اور حام کی نسل سے قبیلے، سوڈانی اور بربر اقوام وجود میں آئیں۔ (تختہ الاحوذی۔ جلد 9: صفحہ 80)

حضرت نوح علیہ السلام کے دور میں آنے والے طوفان سے سوائے کشتی میں سوار افراد کے تمام لوگ ہلاک ہو گئے تھے۔ ان سے آگے پھر انسانی نسل کا سلسلہ چلا اس لئے حضرت نوح علیہ السلام آدم ثانی (دوسرے آدم) کہلاتے ہیں۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور ہم نے ان (نوح علیہ السلام) ہی کی نسل کو باقی رکھا۔“ (الصُّفَّت 37: آیت 77)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”جب نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی کہ میں تجھے 2 کاموں کا حکم دیتا ہوں اور 2 کاموں سے روکتا ہوں۔ (وہ چیزیں جن کا حکم دیتا ہوں) ① لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو اختیار کرنا کیونکہ ترازو کے ایک پلڑے میں ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں رکھ دی جائیں اور دوسرے پلڑے میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو رکھ دیا جائے تو ان کلمات والا پلڑا جھک جائے گا ② سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ کثرت سے پڑھتے رہنا کیونکہ اسی کی برکت سے اللہ تعالیٰ مخلوق کو رزق عطا فرماتے ہیں اور (وہ چیزیں جن سے منع فرمایا): ① میں تمہیں اللہ کا شریک ٹھہرانے سے منع کرتا ہوں ② تمہیں تکبر کرنے سے روکتا ہوں۔“ (عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں) میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ، شرک سے تو ہم واقف ہیں لیکن تکبر کا کیا مطلب ہے؟ کیا اچھے جوتے پہننا، اچھا لباس پہننا، سواری کے لئے اچھا جانور رکھنا یا اس کے پاس کثرت سے دوستوں کی آمد و رفت کا رہنا تکبر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:- ”نہیں“ میں نے عرض کیا: پھر تکبر کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”حق کی حقیقت کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا (تکبر ہے)۔“ (مسند احمد، بیہقی، عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

حضرت ہود علیہ السلام

حضرت ہود علیہ السلام کا نسب نامہ:

ہود (علیہ السلام) بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلاییل بن قینان بن یانیش بن شیث بن آدم (علیہ السلام)۔ (سیرت النبی ﷺ۔ ابن ہشام رحمہ اللہ)

حضرت ہود علیہ السلام عرب کے قبیلہ عاد سے تعلق رکھتے تھے جو عمان اور حضرموت کے درمیان ریت کے ٹیلوں والے علاقہ (الاحقاف) میں رہائش پذیر تھا۔ آپ علیہ السلام کا قبیلہ عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح کی اولاد سے تھا۔ آپ علیہ السلام اپنی قوم کے ایک شریف خاندان سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کی ہدایت کے لئے نبی بنا کر بھیجا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں 7 مقامات پر فرمایا ہے اور ایک پوری سورت (سورہ ہود 11) بھی آپ علیہ السلام کے نام سے نازل فرمائی ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام کی بعثت:

قوم نوح کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ نے قوم عاد (اول) کو زمین پر آباد کیا۔ یہ لوگ جسمانی طور پر بڑے مضبوط، قد آور اور بڑی مضبوط عمارتیں بنانے میں ماہر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خوب مال و دولت سے بھی نوازا تھا۔ قوم عاد اپنی جسمانی قوت کے غرور میں اتنی آگے بڑھی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو بھلا کر اپنے ہی ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کو اپنا معبود بنا کر ان کی عبادت شروع کر دی۔ ان کے 3 بڑے بت تھے جن کے نام صد، صمود اور ہر تھے۔ قوم عاد کو گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف لانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسی قوم کے ایک فرد حضرت ہود علیہ السلام کو نبی بنا کر ان کے پاس بھیجا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”(اے نبی ﷺ) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے (قوم) عاد کے ساتھ

کیا سلوک کیا، یعنی ارم (کی اولاد) کے ساتھ جو (قد و قامت میں) ستونوں جیسے تھے اور طاقت میں) ان جیسے دنیا میں لوگ پیدا ہی نہیں کئے گئے۔“ (الفجر 89: آیات 6 تا 8)

② ”اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود (علیہ السلام) کو (نبی بنا کر) بھیجا۔“

(الاعراف: 7: آیت 65)

③ ”پھر ان (قوم نوح) کے بعد ہم نے دوسری امت (قوم عاد) پیدا کی پھر ہم نے ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا۔“ (المؤمنون 23: آیات 31 تا 32)

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کو وعظ و نصیحت :

حضرت ہود علیہ السلام نے نبوت ملنے کے بعد جب قوم کو شرک اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے دیکھا تو انہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلاتے ہوئے توحید کی تعلیم دی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

① ”انہوں (ہود علیہ السلام) نے کہا کہ اے میری قوم، تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی (حقیقی) معبود نہیں، کیا تم پر ہیزگار نہیں بنو گے؟“ (الاعراف: 7: آیت 65)

② ”انہوں (ہود علیہ السلام) نے کہا کہ اے میری قوم، اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں، تم تو صرف بہتان باندھ رہے ہو۔ اے میری قوم، میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو اس (اللہ) کے ذمہ ہے، جس نے مجھے پیدا کیا ہے تو کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے ہو؟“ (ہود 11: آیات 50 تا 51)

③ ”جب ان (عاد) کے بھائی ہود (علیہ السلام) نے ان سے کہا: کیا تمہیں (اللہ کے عذاب کا) خوف نہیں ہے؟ میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں لہذا تم اللہ (کے عذاب) سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ (تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ) تم ہر اونچی جگہ پر بے فائدہ یادگار (عمارت) بنا ڈالتے ہو؟ اور تم بڑی مضبوط عمارتیں بناتے ہو جیسے کہ تم ہمیشہ یہیں (دنیا

میں) رہو گے اور جب تم کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو تو سرکش (ظالم) بن کر ہی ڈالتے ہو۔ تم اللہ (کے عذاب) سے ڈرو اور میری پیروی کرو۔ اس ذات سے ڈرو جس نے وہ کچھ تمہیں دیا ہے جو تم جانتے ہی ہو۔ اس نے تمہاری مدد کی جانوروں اور اولاد سے۔ باغات اور چشموں سے۔ مجھے تو تمہارے بارے میں بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے۔“

(الشعراء 26: آیات 124 تا 135)

④ ”(اے پیغمبر ﷺ) آپ عاد کے بھائی (ہود علیہ السلام) کا واقعہ سنائیے، جب اس نے اپنی قوم کو احقاف (جگہ) میں ڈرایا اور یقیناً ان سے پہلے بھی ڈرانے والے گزر چکے تھے اور ان کے بعد بھی (آتے رہے، ہود علیہ السلام نے کہا) اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ بے شک میں تمہارے بارے میں ایک بڑے سخت دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔“

(الاحقاف 46: آیت 21)

حضرت ہود علیہ السلام کو قوم ہود کا جواب:

جب حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی فرمانبرداری کرنے کی دعوت اور نافرمانی سے بچنے کی تلقین کی تو قوم عاد نے آپ علیہ السلام کی دعوت قبول کرنے کی بجائے آپ علیہ السلام کو جھٹلایا اور آپ علیہ السلام پر کئی الزامات لگائے۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

- ① ”ان (ہود علیہ السلام) کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ ہم تو تجھے ایک طرح کی بے وقوفی میں (بتلا) دیکھ رہے ہیں اور ہمارے خیال میں تم جھوٹے ہو۔“ (الاعراف 7: آیت 66)
- ② ”انہوں (قوم کے سرداروں) نے کہا: اے ہود، تم نے ہمارے سامنے (توحید کی) کوئی واضح دلیل پیش نہیں کی اور ہم اپنے معبودوں کو صرف تمہاری بات میں آکر نہیں چھوڑ سکتے اور نہ ہی ہم تجھ پر ایمان لانے والے ہیں (بلکہ) ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تمہیں خرابی (دماغی مرض) میں مبتلا کر دیا ہے۔“ (ہود 11: آیات 53 تا 54)
- ③ ”اور ان کی قوم کے وہ سردار، جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تھا اور

ہم نے انہیں دنیاوی زندگی میں خوشحال بنا رکھا ، وہ کہنے لگے کہ یہ (رسالت کا دعویدار) تو تم جیسا ہی انسان ہے ، یہ بھی وہی کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتا ہے جو تم پیتے ہو اور (اب) اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک انسان کی پیروی کر لی تو یقیناً تم بڑے خسارہ میں رہو گے۔ کیا یہ تم سے اس بات کا وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مر کر خاک اور ہڈی رہ جاؤ گے تو تم دوبارہ (قبروں سے زندہ کر کے) نکالے جاؤ گے؟ یہ تو ناممکن بات ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جا رہا ہے ، زندگی تو صرف یہی دنیا کی زندگی ہے۔ ہم (میں سے کچھ لوگ) مرتے ہیں اور (کچھ دوسرے) پیدا ہوتے ہیں اور ہم ہرگز دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ یہ تو ایک ایسا آدمی ہے جس نے اللہ پر جھوٹ (بہتان) باندھا ہے۔ ہم تو کبھی بھی اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“ (المؤمنون 23: آیات 33 تا 38)

④ ”قوم ہود نے کہا کہ تم ہمیں وعظ کرو یا نہ کرو ہمارے لئے (سب) برابر ہے یہ (وعظ کرنا) تو بس پہلے لوگوں کی عادت چلی آئی ہے اور ہم پر ہرگز کوئی عذاب نہیں آئے گا۔“ (الشعراء 26: آیات 136 تا 138)

حضرت ہود علیہ السلام کا اپنی قوم کو مشفقانہ خطاب :

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھانے کی بھرپور کوشش کی اور انہیں بتایا کہ اے میری قوم ، اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی حقیقی معبود نہیں ، میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری خیر خواہی کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ مجھے تم سے کوئی دنیاوی لالچ نہیں ، میں تو صرف اللہ عز وجل کی رضا کا طلبگار ہوں ، اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو گیا تو مجھے بہترین صلہ عطا فرمائے گا۔ میں تمہارا خیر خواہ ہونے کی حیثیت سے تمہیں نصیحت کر رہا ہوں کہ اگر تم بتوں کی پوجا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بن جاؤ گے تو اس کا فائدہ تمہیں دنیا میں بھی ملے گا اور آخرت میں بھی۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

① ”ہود علیہ السلام نے کہا : اے میری قوم ، میں بیوقوف نہیں ہوں بلکہ میں تو تمام جہانوں

کے پروردگار کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔ میں تو تمہیں اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا امانت دار خیر خواہ ہوں اور کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک آدمی پر وحی نازل ہوئی ہے تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور وہ حالت (بھی) یاد کرو کہ جب اللہ نے تم کو قوم نوح کے بعد جانشین بنایا اور دوسروں کے مقابلہ میں تمہیں زیادہ قوت و جسامت عطا فرمائی اس لئے اللہ کی نعمتوں کو یاد (رکھتے ہوئے اس کا شکر ادا) کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔“ (الاعراف: 7: آیات 67 تا 69)

حضرت ہود علیہ السلام کی اپنی قوم کو توبہ و استغفار کی تلقین:

انسانی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جب کسی بھی معاشرے میں ظلم و زیادتی، سرکشی، فتنہ و فساد، قتل و غارت، کفر و شرک اور دیگر برائیاں پھیل جاتی ہیں، لوگ شکر گزاری کی بجائے ناشکری کی راہ اختیار کرتے ہیں تو ایسے معاشرے عذاب الہی کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن اگر یہی قومیں اپنے گناہوں سے باز آ جائیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر توبہ و استغفار کریں اور اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے بن جائیں تو نہ صرف اللہ تعالیٰ ان کو دی ہوئی نعمتوں میں اضافہ فرماتے ہیں بلکہ انہیں لمبے عرصے تک مزید نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیتے ہیں جیسا کہ حضرت ہود علیہ السلام نے دنیا و آخرت کا فائدہ بتاتے ہوئے انہیں اپنے گناہوں پر شرمندہ ہونے اور توبہ و استغفار کی تلقین کی تاکہ اللہ رب العزت راضی ہو کر ان پر اپنی مزید نعمتوں کی بارش فرمادیں۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اے میری قوم، تم اپنے پروردگار سے (اپنے گناہوں کی) معافی مانگو اور اسی سے توبہ کرو، وہ خوب برسنے والے بادل تم پر بھیج دے گا اور (تمہاری موجودہ قوت پر) تمہیں مزید قوت دے گا اور تم مجرموں کی طرح (حق سے) منہ نہ پھیرو۔“ (ہود: 11: آیت 52)

حضرت ہود علیہ السلام کا بتوں سے بیزاری کا اعلان:

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو بتوں کی عبادت چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی

طرف لانے میں بہت کوشش کی لیکن جب قوم نے دعوت توحید کو تسلیم نہیں کیا تو آپ ﷺ نے قوم کے معبودان باطلہ سے کھل کر بیزاری کا اعلان فرمایا۔
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”ہود (ﷺ) نے کہا: میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں اللہ کے سوا سب سے بیزار ہوں جنہیں تم شریک بنا رہے ہو۔ اللہ کے علاوہ تم سب مل کر میرے خلاف سازش کر لو اور مجھے بالکل بھی مہلت نہ دو۔ بے شک میں نے اللہ پر بھروسہ کیا ہے جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے۔ (زمین پر) چلنے والا کوئی بھی جاندار ایسا نہیں مگر سب کی پیشانی وہی تھا مے ہوئے ہے۔ یقیناً میرا رب بالکل صحیح راہ پر ہے۔“

(ہود 11: آیات 54 تا 56)

قوم عاد کی طرف سے عذاب الہی کا مطالبہ:

حضرت ہود ﷺ نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ اپنے رب کا یہ احسان نہ بھولو کہ اس نے تمہیں قوم نوح کا جانشین بنایا اور تمہیں بہت سی دنیاوی نعمتوں سے نوازا۔ لہذا تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آ جاؤ اور میری دعوت توحید قبول کر لو۔ قوم کے سرداروں اور عوام نے برہم ہو کر کہا کہ اچھا اگر تم اپنی دعوت میں اتنے ہی سچے ہو تو ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے عذاب طلب کر لو۔ قوم نے جب عذاب کا مطالبہ کر دیا تو آپ ﷺ نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اب تم عذاب الہی کا انتظار کرو۔
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”انہوں (قوم عاد) نے کہا: کیا تم ہمارے پاس آئے ہو کہ ہم صرف اکیلے اللہ ہی کی عبادت کریں اور ہمارے باپ دادا جن کی عبادت کرتے تھے ان کو چھوڑ دیں؟ لہذا اگر تم سچے (نبی) ہو تو جس (عذاب) سے ہمیں ڈراتے ہو وہ لے آؤ۔“ (الاعراف 7: آیت 70)

② ”قوم نے کہا: (اے ہود) کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہمیں ہمارے معبودوں (کی عبادت) سے پھیر دو، اگر تم واقعی سچے (نبی) ہو تو وہ عذاب لے آؤ جس

سے ہمیں ڈرا رہے ہو۔“ (الاحقاف 46: آیت 22)

③ ”ہود (علیہ السلام) نے فرمایا: اس (عذاب کے آنے) کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے اور میں تمہیں وہ پیغام پہنچا رہا ہوں جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ نادانی کر رہے ہو۔“ (الاحقاف 46: آیت 23)

④ ”انہوں (ہود علیہ السلام) نے کہا: اب اللہ کی طرف سے اس کا عذاب اور غضب تمہارے لئے مقرر ہو چکا ہے۔ کیا تم مجھ سے ایسے ناموں (معبودوں) کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں؟ ان (بتوں) کے معبود ہونے کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی ہے تو پھر اب تم بھی (عذاب کا) انتظار کرو۔ بے شک میں بھی تمہارے ساتھ (تم پر عذاب آنے کا) انتظار کرتا ہوں۔“ (الاعراف 7: آیت 71)

حضرت ہود علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے مدد کی درخواست:

جب حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو ہر اعتبار سے سمجھانے کی کوشش کی لیکن قوم نے بات کو سمجھنے کی بجائے آپ علیہ السلام کو جھٹلا دیا تو آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مدد کی درخواست کر دی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”(قوم) عاد نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان کے بھائی ہود (علیہ السلام) نے ان سے کہا: کیا تمہیں (اللہ کے عذاب کا) خوف نہیں ہے؟“ (الشعراء 26: آیات 123 تا 124)

② ”رسول (ہود علیہ السلام) نے دعا مانگی: اے میرے رب، ان لوگوں کے جھٹلانے پر آپ میری مدد فرمائیے۔ اللہ نے فرمایا: بہت جلد یہ لوگ اپنے کئے پر پچھتائیں گے۔“

(المؤمنون 23: آیات 39 تا 40)

حضرت ہود علیہ السلام کی درخواست منظور اور قوم عاد پر عذاب الہی:

جب حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کے خلاف مدد کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے فوراً آپ علیہ السلام کی درخواست قبول فرمائی اور قوم عاد پر سخت ترین عذاب ہولناک آندھی

کی صورت میں نازل فرمایا جس سے آپ ﷺ کی قوم کے تمام نافرمان لوگ ہلاک ہو گئے۔ صرف مومن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے عذاب الہی سے محفوظ رہے۔
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”قوم عاد نے بھی (حق کو) جھٹلایا، دیکھ لو پس کیسا تھا میرا عذاب اور میری ڈرانے والی باتیں؟ بلاشبہ ہم نے ان پر ایک نحوست کے دن تیز و تند مسلسل چلنے والی ہوا بھیج دی جو لوگوں کو اٹھا اٹھا کر ایسے پھینک رہی تھی جیسے وہ جڑ سے اکھڑے ہوئے کھجور کے تنے ہوں پس کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا؟“ (القمر 54: آیات 18 تا 21)

② ”اور (قوم) عاد سخت (تند و تیز) آندھی سے ہلاک کر دی گئی۔ اللہ نے اسے (آندھی کو) ان پر 7 راتیں اور 8 دن تک مسلسل مسلط کئے رکھا، آپ ﷺ (وہاں ہوتے تو) دیکھ لیتے کہ وہاں لوگ یوں چت گرے پڑے تھے جیسے وہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں۔“

(الحاقة 69: آیات 6 تا 7)

③ ”آخر کار ہم نے ان (قوم عاد) پر ایک تیز (طوفانی) آندھی منحوس (ثابت ہونے والے) دنوں میں بھیج دی تاکہ دنیاوی زندگی میں (بھی) انہیں ذلت و رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھائیں اور (یقین مانو) کہ آخرت کا عذاب تو اس سے بہت زیادہ رسوائی والا ہے۔ وہاں کوئی بھی ان کی مدد کرنے والا نہیں ہوگا۔“ (حم السجدة 41: آیت 16)

④ ”جب انہوں نے عذاب کو بادل کی شکل میں دیکھا جو ان کی وادیوں کی طرف بڑھ رہا تھا تو کہنے لگے کہ یہ بادل ہم پر برسنے والا ہے۔ (نہیں) بلکہ یہ تو وہ (عذاب) ہے جس کی تم جلدی کر رہے تھے۔ یہ ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔ وہ (آندھی) اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو نیست و نابود کر رہی تھی۔ چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے (خالی) گھروں کے سوا اب (وہاں) کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا، ہم مجرم قوم کو ایسا ہی بدلہ

دیتے ہیں۔“ (الاحقاف 46: آیات 24 تا 25)

⑤ ”پس ہم نے ہود (علیہ السلام) اور ان کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور ہم نے ان لوگوں کی جڑ ہی کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا اور وہ ایمان لانے والے ہی نہ تھے۔“ (الاعراف: 7: آیت 72)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر ہود: 11: آیات 58 تا 60، المؤمنون: 23: آیت 41،

الشعراء: 26: آیت 139، الذاریات: 51: آیات 41 تا 42﴾

احادیث رسول اکرم ﷺ:

① ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بھی بادل آتے یا تیز ہوا چلتی تو آپ ﷺ پریشان ہو جایا کرتے تھے۔ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ، آپ پریشان کیوں ہو جاتے ہیں جبکہ لوگ تو انہیں (بادلوں کو) دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا، میں کیسے مطمئن ہو جاؤں، ہو سکتا ہے کہ اس میں عذاب ہو کیونکہ ایک قوم (عاد) ہوا ہی سے ہلاک ہوئی تھی۔ اس نے عذاب کی گھٹا دیکھ کر کہا تھا۔ یہ بادل آگیا جو ہم پر خوب برسے گا۔“ (بخاری)

② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بارش کے وقت آپ ﷺ یہ دعا مانگتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَہَا وَ خَيْرَ مَا فِیْہَا وَ خَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ وَ اَعُوْذُبُكَ
مِنْ شَرِّہَا وَ شَرِّ مَا فِیْہَا وَ شَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ

(ترجمہ) ”اے اللہ، میں آپ سے اس ہوا کی اور اس میں جو بھلائی ہے اور جسے یہ ساتھ لے کر آئی ہے، اس کی بھلائی طلب کرتا ہوں اور میں آپ سے اس کی اور جو اس میں ہے اور جس چیز کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے، اس کی برائی سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔“

جب آسمان پر بادل آتے تو آپ ﷺ کبھی کمرہ میں داخل ہوتے کبھی باہر نکلتے۔ جب بارش شروع ہو جاتی تو آپ ﷺ مطمئن ہو جاتے۔ میں نے آپ ﷺ سے اس حالت کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”کہیں یہ وہی (آندھی) نہ ہو جو قوم عاد پر آئی تھی۔“ (مسلم)

حضرت صالح علیہ السلام

حضرت صالح علیہ السلام کا نسب نامہ:

صالح (علیہ السلام) بن عبید بن ماسح بن عبید بن حاد ر بن ثمود بن عاثر بن ارم بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلاییل بن قینان بن یانیش بن شیث بن آدم (علیہ السلام)

(نقص الانبیاء، لابن کثیر۔ سیرت نبی ﷺ، ابن ہشام رحمہ اللہ)

حضرت صالح علیہ السلام اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے بھیجے ہوئے انبیاء علیہم السلام میں سے ایک برگزیدہ نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کا ذکر خیر قرآن مجید میں 8 مقامات پر فرمایا ہے۔ آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود (عاد ثانی) کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ ثمود عرب قبائل میں سے ایک مشہور قبیلہ کا نام ہے۔ یہ لوگ ثمود بن عامر بن ارم بن نوح (علیہ السلام) کی اولاد میں سے تھے۔ یہ قبیلہ حجاز اور شام کے درمیان کے علاقہ حجر میں رہائش پذیر تھا جسے مدائن صالح بھی کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ 9 ہجری میں غزوہ تبوک کے لئے جاتے ہوئے قوم ثمود کی ہلاک شدہ بستیوں کے پاس سے گزرے تھے اور وہاں سے تیزی سے گزرنے اور کنوئیں کا پانی نہ پینے کا حکم دیا تھا۔

حضرت صالح علیہ السلام کی بعثت اور وعظ و نصیحت :

قوم عاد کی ہلاکت کے بعد قوم ثمود (عاد ثانی) کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں ان کا جانشین بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اتنی طاقت دی تھی کہ وہ پہاڑوں کو تراش تراش کر اپنے گھر بنایا کرتے تھے۔ یہ لوگ بھی قوم عاد کی طرح بت پرستی میں مبتلا تھے۔ انہوں نے قوم عاد کے واقعات جاننے کے باوجود ان سے عبرت حاصل نہ کی۔ حضرت صالح علیہ السلام اسی قوم کے ایک شریف خاندان سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے قوم کی ہدایت کے لئے نبی بنا کر بھیجا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو پہلے انبیاء علیہم السلام کی طرح بتوں کی پوجا چھوڑ کر

صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے کی تلقین کی اور نافرمانی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا۔ کچھ لوگ تو ایمان لے آئے لیکن اکثر نے حضرت صالح علیہ السلام کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

① ”اور ہم نے (قوم) ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو بھیجا۔ انہوں نے کہا: کہ اے میری قوم، تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی (حقیقی) معبود نہیں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے۔ یہ اللہ کی (طرف سے) بھیجی ہوئی (اونٹنی تمہارے لئے نشانی (معجزہ) ہے پس اس کو چھوڑ دو یہ اللہ کی زمین میں چرتی پھرے اور اس کو بری نیت سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں دردناک عذاب آ پکڑے گا۔ اور (صالح علیہ السلام نے کہا) تم وہ حالت یاد کرو کہ اللہ نے تمہیں قوم عاد کے بعد جانشین بنایا اور تم کو زمین پر رہنے کا ٹھکانا دیا کہ تم نرم زمین پر (عالی شان) محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں گھر بناتے ہو، لہذا اللہ کی نعمتوں کو خوب یاد کرو اور زمین میں فساد مچاتے ہوئے نہ پھرو۔“ (الاعراف: 7: آیات 73 تا 74)

② ”اور (ہم نے) قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو بھیجا، انہوں نے کہا کہ اے میری قوم، تم اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، اسی نے تمہیں زمین (مٹی) سے پیدا کیا ہے اور اسی نے اس (زمین) میں تمہیں بسایا ہے، پس تم اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور اس کی طرف توبہ کرو۔ بے شک میرا رب بہت ہی قریب اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔“ (ہود: 7: آیت 61)

③ ”اور یقیناً ہم نے (قوم) ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (پیغام رسالت دے کر) بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو۔“ (النمل: 27: آیت 45)

④ ”جب ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) نے ان سے کہا کہ کیا تم (اللہ کے عذاب سے) ڈرتے نہیں ہو؟ بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں لہذا تم اللہ سے ڈرو اور

میری اطاعت کرو اور میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا میری اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ کیا تمہیں یہاں (دنیا) کی چیزوں (نعمتوں) میں امن کے ساتھ بس یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ (یعنی) باغات، چشموں، کھیتوں اور کھجوروں (کے باغوں) میں جن کے خوشے پھلوں سے لدے ہوئے ہیں اور تم پہاڑوں کو تراش تراش کر فخریہ گھر (عمارتیں) بناتے ہو۔ پس تم اللہ (کے عذاب) سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور حد سے گزر جانے والوں کی اطاعت نہ کرو جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔“ (الشعراء 26: آیات 142 تا 152)

حضرت صالح علیہ السلام کی تبلیغ پر قوم کا رد عمل:

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو بڑے اچھے انداز میں یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ جن بتوں کی تم عبادت کر رہے ہو وہ تمہارے کسی کام بھی نہیں آسکتے لہذا انہیں چھوڑ کر تم سب ایک اللہ کی عبادت کرو جو تمہارا حقیقی معبود ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی اس وعظ و نصیحت کو قبول کرنے کے بجائے قوم نے حضرت صالح علیہ السلام پر مختلف الزامات عائد کرتے ہوئے آپ علیہ السلام کو جھٹلا دیا اور کہنے لگے: ”اے صالح، تم پر تو جادو کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے تمہاری عقل کام نہیں کر رہی اسی لئے تم بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔ تم بھی ہمارے ہی جیسے انسان ہو اور دعویٰ یہ کر رہے ہو کہ اللہ نے تمہیں ہمارے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔“ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”(قوم) شمود نے بھی رسولوں (صالح علیہ السلام) کو جھٹلایا۔“ (الشعراء 26: آیت 141)

② ”اور یقیناً حجر والوں (قوم شمود) نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا۔“ (الحجر 15: آیت 80)

③ ”انہوں (قوم شمود) نے کہا (اے صالح) تم ایسے آدمی ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے تم

ہمارے ہی جیسے انسان ہو۔“ (الشعراء 26: آیات 153 تا 154)

④ ”قوم شمود نے بھی ڈرانے والوں (صالح علیہ السلام) کو جھٹلایا پس انہوں نے کہا کہ کیا ہم اپنے ہی میں سے ایک آدمی کی پیروی کرنے لگیں؟ تب تو ہم یقیناً گمراہی اور دیوانگی میں

ہوں گے۔ کیا ہم میں سے بس اسی پر وحی اتاری گئی؟ (نہیں) بلکہ یہ تو بڑا جھوٹا اور شیخی خور ہے۔“ (القر 54: آیات 23 تا 25)

⑤ ”ان (صالح علیہ السلام) کی قوم میں سے متکبر سرداروں نے صالح (علیہ السلام) پر ایمان لانے والے غریب لوگوں سے پوچھا کہ کیا تمہیں اس بات کا یقین ہے کہ صالح (علیہ السلام) اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے (رسول) ہیں؟ انہوں (غریب لوگوں) نے جواب دیا جو کچھ انہیں دے کر بھیجا گیا ہے، ہم تو اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ متکبر لوگ کہنے لگے کہ تم جس پر ایمان رکھتے ہو، ہم تو اس کا انکار کرتے ہیں۔“ (الاعراف: آیات 75 تا 76)

⑥ ”انہوں (قوم ثمود) نے کہا: اے صالح، اس سے پہلے تو ہم تم سے بہت سی امیدیں لگائے ہوئے تھے۔ کیا تم ہمیں ان (خود ساختہ معبودوں) کی عبادت سے روک رہے ہو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے ہمیں تو اس (دین) میں بہت زیادہ شک ہے، جس کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو۔“ (ہود: آیت 62)

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کو توبہ و استغفار کی تلقین:

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو بتوں کی پوجا سے روکا اور انہیں دیگر گناہوں سے بھی توبہ کرنے کی تلقین کی لیکن نافرمان قوم نے پہلے سے بھی زیادہ سرکشی کا مظاہرہ کیا۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① (صالح علیہ السلام نے) فرمایا:- ”اے میری قوم، تم بھلائی (رحمت) سے پہلے بُرائی (عذاب) کو جلدی کیوں طلب کر رہے ہو؟ تم اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی کیوں نہیں مانگتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“ (النمل: آیت 46)

② ”انہوں (صالح علیہ السلام) نے جواب دیا: اے میری قوم، ذرا غور تو کرو، میں اپنے رب کی طرف سے ایک مضبوط دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت (نبوت) عطا کی ہے، پھر اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو کون ہے جو اللہ کے مقابلہ میں میری مدد کرے گا؟ تم تو سوائے نقصان کے مجھے کچھ بھی نہ دو گے۔“ (ہود: آیت 63)

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم (شمود) کی بدشگونیا:

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے ان کی وعظ و نصیحت کو قبول کرنے کے بجائے آپ علیہ السلام اور مومنوں کو منحوس سمجھنا شروع کر دیا اور کہنے لگے جب سے آپ نے ہمیں دعوت توحید پیش کرنا شروع کی ہے تب سے ہم مصائب کا شکار ہو گئے ہیں۔
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”انہوں (قوم شمود) نے کہا: (اے صالح علیہ السلام) ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔ صالح علیہ السلام نے کہا: تمہاری نخوست تو (تم پر عذاب کی صورت میں) اللہ کی طرف سے ہے (اس کا سبب تمہارا کفر ہے) تم لوگ تو آزمائے جا رہے ہو۔“
(النمل: 27: آیت 47)

قوم شمود کا حضرت صالح علیہ السلام سے معجزہ کا مطالبہ:

حضرت صالح علیہ السلام نے جب قوم کو دعوت توحید پیش کی تو قوم نے اسے ماننے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ اگر تم واقعی اللہ کے نبی ہو تو اللہ تعالیٰ سے کہو کہ بطور نشانی (معجزہ) کاتبہ نامی بستی کی چٹان میں سے 10 ماہ کی حاملہ اونٹنی نکالے اور وہ باہر نکلتے ہی بچہ جنے۔ آپ علیہ السلام نے قوم سے پختہ ایمان لانے کا عہد و پیمان لینے کے بعد کھڑے ہو کر نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ ان لوگوں کے مطالبہ کو پورا فرماتے ہوئے پہاڑ سے اونٹنی نکال دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔ پہاڑ کی ایک چٹان پھٹی اور اس میں سے ایک بہت بڑی حاملہ اونٹنی نکل آئی جس نے باہر نکل کر قوم کے سامنے بچے کو جنم دیا۔ جب قوم شمود نے اپنی آنکھوں سے معجزہ ظاہر ہوتے دیکھ لیا تو انہیں آپ علیہ السلام کی عظمت کا احساس ہوا اور وہ مرعوب ہو گئے کیونکہ اونٹنی کا پہاڑ سے نکلنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک واضح نشانی اور آپ علیہ السلام کی نبوت کا ایک ناقابل تردید ثبوت تھا۔ اس معجزہ کو دیکھ کر آپ علیہ السلام کی قوم میں سے کچھ لوگ ایمان لے آئے لیکن اکثر کفر و شرک اور ہٹ دھرمی پر اڑے رہے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے

تمہارے مطالبہ پر بطور معجزہ اوٹنی بھیج دی ہے لہذا تم اسے مت چھیڑنا، یہ اللہ کی زمین میں سے جہاں سے چاہے، کھائے اور پیئے گی۔ کوئی بھی آدمی اسے تکلیف نہ پہنچائے ورنہ تم پر بہت جلد اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے گا۔ وہ اوٹنی ان میں موجود رہی، وہ جہاں چاہتی چرتی جب کنویں پر پانی پینے کے لئے آتی تو سارا پانی پی لیتی، جس پر لوگوں کو اعتراض ہوا آپ ﷺ نے فرمایا: ایک دن پانی پینے کی باری تم اپنے لئے مقرر کر لو اور ایک دن اس اوٹنی کے لئے۔ کچھ عرصہ تک یہ معاملہ یوں ہی چلتا رہا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”(اے صالح ﷺ) تم تو ہمارے ہی جیسے انسان ہو۔ اگر تم سچے (نبی) ہو تو کوئی نشانی (معجزہ) لاؤ۔ صالح (ﷺ) نے فرمایا کہ یہ اوٹنی (معجزہ) ہے ایک دن (کنویں کا پانی) اس اوٹنی کے پینے کے لئے مقرر ہے اور ایک دن تمہارے لئے اور تم اسے بُری نیت سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں ایک بڑے دن کا عذاب آ پکڑے گا۔“ (اشعرآء 26: آیات 154 تا 156)

② ”بے شک ہم (بطور معجزہ ایک) اوٹنی کو ان کے لئے آزمائش بنا کر بھیج رہے ہیں۔ پس (اے صالح ﷺ) آپ (ان کے انجام کا) انتظار کیجئے اور صبر سے کام لیجئے اور انہیں بتا دیجئے کہ پانی ان کے (اور اوٹنی کے) درمیان تقسیم ہوگا۔ ہر ایک اپنی باری (کے دن پانی) پر آئے۔“ (القرم 54: آیات 27 تا 28)

③ ”اور اے میری قوم، یہ اوٹنی تمہارے لئے اللہ کی نشانی (معجزہ) ہے، لہذا تم اسے اللہ کی زمین میں چرنے کے لئے (آزاد) چھوڑ دو اور اسے کوئی تکلیف نہ دینا ورنہ جلد ہی تمہیں (اللہ کا) عذاب پکڑ لے گا۔“ (ہود 11: آیت 64)

④ ”تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے۔ یہ اللہ کی (طرف سے بھیجی ہوئی) اوٹنی تمہارے لئے نشانی (معجزہ) ہے پس اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں چرتی پھرے اور اس کو بُری نیت سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں دردناک عذاب آ پکڑے گا۔“ (الاعراف 7: آیت 73)

حضرت صالح علیہ السلام کے معجزے کی بے حرمتی:

حضرت صالح علیہ السلام کو بطور معجزہ ملنے والی اونٹنی کی خاصیت یہ تھی کہ جیسے ہی وہ پانی پیتی فوراً اس کے تھن دودھ سے بھر جاتے اور اتنا زیادہ دودھ ہوتا کہ اس کا دودھ نکالنے سے لوگوں کے برتن دودھ سے بھر جاتے۔ قوم کے جانور اس اونٹنی سے ڈرتے تھے اس لئے اونٹنی قوم کے جانوروں سے الگ رہتی تھی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اونٹنی کے بارے میں اپنی قوم کو سمجھا دیا تھا کہ اسے کوئی بھی تکلیف نہ پہنچائے ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں عذاب گھیر لے گا لیکن آپ علیہ السلام کی قوم نے آپ علیہ السلام کی بات کو اہمیت نہ دی اور جمع ہو کر یہ طے کیا کہ اس اونٹنی کو قتل کر دیں تاکہ سارا پانی ہمیں مل جائے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ اور دیگر مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ قوم ثمود میں 2 عورتیں ایسی تھیں جنہیں حضرت صالح علیہ السلام سے سخت نفرت تھی۔ ان میں سے ایک بہت مالدار اور اعلیٰ خاندان کی عورت تھی جس کا نام صدوق بنت محیا تھا۔ اس نے قبیلہ اسلم کے ایک آدمی سے نکاح کیا پھر اس سے طلاق لے کر اپنے چچا زاد مصرع بن مہرج سے کہا کہ اگر تم صالح (علیہ السلام) کی اونٹنی کو قتل کر دو تو میں تم سے شادی کر لوں گی۔ دوسری عورت کا نام عنیزہ بنت غنیم بن جہلہ تھا، یہ ایک مالدار آدمی دواب بن عمرو کی بیوی تھی۔ ان دونوں عورتوں کے پاس کافی تعداد میں جانور تھے اور ان کے جانور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی سے بہت ڈرتے تھے۔ عنیزہ نامی عورت نے قدار بن سالف (بدمعاش آدمی) سے کہا کہ میری 4 بیٹیاں ہیں اگر تم صالح (علیہ السلام) کی اونٹنی کو قتل کر دو تو میری جس بیٹی سے چاہو گے تمہاری شادی کر دوں گی۔ یہ دونوں نوجوان اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور قوم کے مزید افراد کو بھی اپنے ساتھ شامل ہونے کی دعوت دی۔ اس طرح قوم کے 7 مزید بدمعاش ان کے ساتھ مل گئے۔ ان 9 افراد نے مل کر قبیلے کے باقی افراد کی بھی حمایت حاصل کر لی اور اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے گھات لگا کر بیٹھ گئے۔ جب اونٹنی کنویں سے پانی پی کر واپس آئی تو مصدع نے اس پر تیر چلا دیا جو اونٹنی کی پنڈلی کی ہڈی میں پیوست ہو گیا۔ عنیزہ اور اس کی

بیٹیاں قدار کی حوصلہ افزائی کے لئے آگے بڑھیں اور اسے خوب جوش دلایا۔ قدار نے اوٹنی پر تلوار سے وار کیا اور اس کی کونچیں کاٹ دیں جس سے وہ زمین پر گر پڑی اور زور سے آواز نکالی۔ اوٹنی کا بچہ دوڑ کر قریبی پہاڑ پر چڑھ گیا، 3 مرتبہ بلبلایا۔ آخر کار قدار نے اوٹنی کے گلے میں نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا پھر وہ اوٹنی کے بچے کے پیچھے بھاگے لیکن پہاڑ شق ہوا اور بچہ پہاڑ کے اندر چلا گیا۔ حضرت صالح علیہ السلام کو جب اوٹنی کے مرنے کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ فوراً تشریف لائے اور اوٹنی کو مردہ حالت میں دیکھ کر رو دیئے۔

(تفسیر ابن کثیر۔ تفسیر الاعراف: 7: آیت 77)

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”(قوم) شمود نے اپنی سرکشی کی وجہ سے (صالح علیہ السلام کو) جھٹلایا۔ جب ان میں سے بڑا بد بخت کھڑا ہوا تو ان کو اللہ کے رسول نے کہا کہ اللہ کی اوٹنی اور اس کو پانی پلانے کی باری کی (حفاظت کرو) لیکن انہوں نے اس (نبی صالح علیہ السلام) کو جھٹلا دیا اور اس (اوٹنی) کے پاؤں کاٹ دیئے پس ان کے رب نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو ہلاک کر دیا پھر ان سب کا صفایا کر دیا اور اسے (اللہ کو) ایسی تباہی کے انجام سے کوئی خوف نہیں ہے۔“

(اشمس: 91: آیات 11 تا 15)

② ”پھر انہوں (متکبر لوگوں) نے اس اوٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ اے صالح علیہ السلام اگر تو رسولوں میں سے ہے تو جس (عذاب) سے ہمیں ڈراتا ہے اسے لے آ۔“ (الاعراف: 7: آیت 77)

③ ”ہم نے (قوم) شمود کو اوٹنی کا واضح معجزہ دیا (لیکن) انہوں نے اس (اوٹنی) پر ظلم کیا۔“ (بنی اسرائیل: 17: آیت 59)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر النمل: 27: آیت 48 اور القمر: 54: آیات 29 تا 30﴾

احادیث رسول اکرم ﷺ:

① ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے خطبہ کے دوران (حضرت صالح علیہ السلام کی) اوٹنی اور اسے

قتل کرنے والے کا ذکر کیا اور فرمایا: ”اسے قتل کرنے کے لئے ایک مضبوط (قدار نامی) سردار اٹھا جس کی لوگوں میں بات مانی جاتی تھی جیسے (قریش میں) ابو زمعہ آدمی ہے۔“

(بخاری۔ عن عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ)

② آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں سب سے زیادہ بد بخت آدمی کے بارے میں نہ بتاؤں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: جی ہاں، ضرور بتائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”قوم شمود کا سرخ فام آدمی جس نے (حضرت صالح علیہ السلام کی) اونٹنی کو قتل کیا تھا۔“

(مسند احمد۔ عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر الشمس 91: آیات 11 و 15﴾

حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش:

حضرت صالح علیہ السلام نے اونٹنی کو مُردہ حالت میں دیکھ کر اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا کہ اب تمہیں 3 دن کی مہلت ہے، تم اپنے انجام کا انتظار کرو۔ کل تمہارے چہرے زرد، پرسوں سرخ اور تیسرے دن کالے ہو جائیں گے اس کے بعد چوتھے دن عذاب الہی آجائے گا۔ حضرت صالح علیہ السلام کی پیشین گوئی کے مطابق دوسرے دن ہی عذاب الہی کی علامات ظاہر ہونے لگیں اور لوگوں کو اپنے بارے میں فکر ہونے لگی۔ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے عذاب کو ٹالنے کی صورت دریافت کی اور اونٹنی کے بچے کو بھی تلاش کیا مگر وہ نہ ملا۔ آخر کار انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا لیکن حضرت صالح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کے بُرے ارادے سے آگاہ کر دیا اور آپ ﷺ رات ہی رات میں وہاں سے نکل گئے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”جب ان لوگوں نے اس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں، اس پر صالح علیہ السلام نے کہا کہ اچھا تم اپنے گھروں میں 3 دن تک تو فائدہ اٹھاؤ، یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔“

(ہود 11: آیت 65)

② ”اور اس شہر میں 9 ایسے سردار تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے رہتے تھے اور اصلاح کا کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ تم آپس میں اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم سب مل کر صالح (ﷺ) اور اس کے گھر والوں کو قتل کر دیں گے پھر ہم ان کے ورثا سے کہہ دیں گے کہ ہم تو اس خاندان کی ہلاکت کے موقع پر موجود ہی نہیں تھے اور یقیناً ہم سچے ہیں اور انہوں نے ایک چال چلی اور ہم نے بھی ایک تدبیر کی اور انہیں اس (تدبیر) کا احساس بھی نہیں ہونے دیا۔“ (النمل 27: آیات 48 تا 50)

قوم ثمود پر اللہ تعالیٰ کا عذاب:

جب قوم ثمود نے حضرت صالح (ﷺ) کو ملنے والے معجزہ کی ناقدری کی اور اوٹنی کو ہلاک کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح (ﷺ) کی پیشین گوئی کے مطابق قوم ثمود پر اپنا عذاب نازل فرمایا۔ انہوں نے اوٹنی کو بدھ کے دن قتل کیا تھا۔ وہ جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کے دن زندہ رہے۔ اتوار کے دن صبح کے وقت اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمان کی طرف سے ہیبت ناک چیخ مسلط کر دی، زمین میں زلزلہ برپا کیا جس سے تمام کفار کے جسموں پر کپکپی طاری ہو گئی۔ وہ اپنے گھروں میں جیسے بیٹھے تھے ویسے ہی بیٹھے بیٹھے بے جان جسموں میں تبدیل ہو گئے۔ صرف وہ لوگ زندہ بچے جو حضرت صالح (ﷺ) کی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے تھے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا تو ہم نے صالح (ﷺ) اور ان کے مومن ساتھیوں کو اپنی رحمت سے نجات دی اور اس (قیامت کے) دن کی رسوائی سے بھی (محفوظ کر دیا) یقیناً تمہارا رب نہایت طاقتور اور سب پر غالب ہے اور ظالموں کو بڑے زور کی چیخ نے آپکڑا پھر وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ گر کر (اس طرح) ہلاک ہو گئے جیسے کبھی وہ وہاں آباد ہی نہ تھے۔ آگاہ رہو بے شک (قوم) ثمود نے اپنے رب کا انکار کیا، سن لو، ثمود کے لئے (اللہ کی) رحمت سے دوری (لکھ دی گئی) ہے۔“ (ہود 11: آیات 66 تا 68)

② ”پس انہیں (قوم ثمود کو) صبح ہوتے ہی زوردار آواز (ہیبت ناک چیخ) نے آپکڑا پھر ان کی تدبیر و عمل ان کے کچھ بھی کام نہ آ سکے۔“ (الحجر: 15: آیات 83 تا 84)

③ ”پھر (دیکھو) میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟ بلاشبہ ہم نے ان پر ایک (ہولناک) چیخ بھیجی پس وہ باڑ بنانے والے کی روندی ہوئی گھاس پھوس کی طرح (بھٹس) ہو کر رہ گئے۔“ (القمر: 54: آیات 30 تا 31)

④ ”پھر آپ دیکھیں ان کی چال کا انجام کیسا ہوا، بلاشبہ ہم نے ان (9 سرداروں) اور ان کی (پوری) قوم کو تباہ و برباد کر دیا۔ اب ان کے مکانات ان کے ظلم کی وجہ سے ویران پڑے ہیں۔ بے شک جو لوگ علم رکھتے ہیں ان کے لئے اس میں بڑی عبرت ہے اور ہم نے ان کو نجات عطا فرمائی جو ایمان لائے تھے اور (اللہ عز و جل کی نافرمانی کرنے سے) بچتے تھے۔“ (النمل: 27: آیات 51 تا 53)

حضرت صالح علیہ السلام کا اظہار افسوس :

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کی تباہی و بربادی پر نہایت غم و حسرت کا اظہار فرمایا۔ فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

”اس وقت وہ (صالح علیہ السلام) ان (اپنی قوم) سے منہ موڑ کر چلے اور کہا کہ اے میری قوم، میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہیں نصیحت (بھی) کی تھی لیکن تم لوگ نصیحت کرنے والوں کو پسند ہی نہیں کرتے۔“ (الاعراف: 7: آیت 79)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر بنی اسرائیل 17: آیت 59﴾

قوم کی ہلاکت کے بعد حضرت صالح علیہ السلام واپس حجر علاقے میں آئے اور ایمان لانے والے 4 ہزار افراد کو لے کر فلسطین تشریف لے گئے اور اپنی وفات تک وہیں مقیم رہے۔

احادیث رسول اکرم ﷺ:

① رسول اکرم ﷺ جب مقام حجر (حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کی بستی کے پاس) سے

گزرے تو فرمایا: ”معجزات کا مطالبہ نہ کیا کرو، صالح (ؑ) کی قوم نے بھی یہ مطالبہ کیا تھا تو وہ (اوٹنی کی صورت میں) ظاہر ہو گیا۔ وہ اوٹنی اسی راستہ سے پانی پینے آتی تھی اور اس راستہ سے واپس جاتی تھی۔ انہوں نے اپنے رب کا حکم نہ مانتے ہوئے سرکشی کی اور اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ ایک دن اوٹنی پانی پیتی تھی اور دوسرے دن وہ اس کا دودھ پیتے تھے۔ انہوں نے جب اوٹنی کو ہلاک کر دیا تو ان پر ایسی چیخ کا عذاب آیا جس سے وہ تمام ہلاک ہو گئے۔ صرف ایک آدمی بچا جو اس وقت حرم کی سرزمین میں تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: وہ کون آدمی تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ابو رغال تھا۔ جب وہ حدود حرم سے نکلا تو وہ بھی اسی عذاب کی لپیٹ میں آ گیا جو اس قوم پر آیا تھا۔ (مسند احمد - عن جابر رضی اللہ عنہ)

② آپ ﷺ جب ماہ رجب 9 ہجری میں رومیوں سے جہاد کے لئے تبوک تشریف لے جا رہے تھے تو آپ ﷺ وادی حجر (قوم ثمود کے کنویں) پر کچھ دیر ٹھہرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فوراً ان کنوؤں سے پانی لے کر مشکیں بھر لیں جو قوم ثمود کے استعمال میں تھے اور اس سے آٹا گوندھا اور (گوشت پکانے کے لئے پانی لے کر چولہے پر) ہنڈیا چڑھا دی۔ آپ ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ نے مشکوں سے پانی بہانے اور آٹا اونٹوں کو کھلانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر تھوڑا آگے چلے اور اس کنویں پر جا کر ٹھہرے جہاں سے حضرت صالح (ؑ) کی اوٹنی پانی پیا کرتی تھی اور فرمایا: اس کنویں کا پانی لو جس کا پانی حضرت صالح (ؑ) کی اوٹنی پیا کرتی تھی۔

(بخاری - عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

② آپ ﷺ جب حجر (قوم ثمود کی بستی کے پاس) سے گزرے تو فرمایا: ”عذاب یافتہ بستیوں میں نہ جاؤ اگر (انتہائی مجبوری کے تحت) جانا پڑے تو روتے ہوئے (اللہ سے ڈرتے ہوئے) جاؤ کہیں تم پر بھی ویسا عذاب نہ آجائے جو ان پر آیا تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنی چادر سے منہ ڈھانک لیا۔“ (بخاری، مسلم - عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نسب نامہ:

ابراہیم الخلیل (علیہ السلام) بن تارح (آزر) بن ناحور بن ساروح بن راغو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلاییل بن قینان بن یانیش بن شیث بن آدم (علیہ السلام)۔ (سیرت نبوی ﷺ - ابن ہشام رحمہ اللہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارح (آزر) اور والدہ کا نام شانی تھا۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام میں سے ایک عظیم نبی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے خلیل اللہ (اپنے دوست) کا لقب عطا فرمایا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”ابراہیم (علیہ السلام) کو اللہ نے اپنا دوست بنا لیا ہے۔“ (النساء: 4 آیت 125)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حلیہ مبارک:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

① ”اگر تم ابراہیم (علیہ السلام) کے حلیہ کو دیکھنا چاہتے ہو تو اپنے ساتھی (محمد ﷺ) کو دیکھ لو۔“

(بخاری - عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

② ”رات کو (خواب میں) میرے پاس 2 فرشتے آئے اور مجھے ایسے لمبے شخص کے پاس سے لے کر گزرے کہ میں ان کا (قد لمبا ہونے کی وجہ سے) سر نہ دیکھ سکا اور (فرشتوں نے بتایا کہ) یہ ابراہیم (علیہ السلام) ہیں۔“ (بخاری - عن سمرہ رضی اللہ عنہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت:

حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل شہر میں پیدا ہوئے۔ اس وقت بابل اور قرب و جوار کے علاقوں کا بادشاہ نمرود بن کنعان تھا جو بڑا سرکش، جابر اور متکبر حکمران تھا۔ آپ ﷺ کی

ولادت سے پہلے ہی نجومیوں نے نمرود بادشاہ کو یہ بتا دیا تھا کہ غنقریب ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو آپ کی حکومت کو ختم کر دے گا۔ نمرود بادشاہ نے اپنی حکومت کو بچانے کے لئے ہر پیدا ہونے والے بچے کو قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ آپ علیہ السلام کے والدین نے بادشاہ کے ڈر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک غار میں چھپا دیا جہاں آپ علیہ السلام کی والدہ آپ علیہ السلام کو دودھ پلاتیں اور دیکھ بھال کرتی تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے لوگ سائنس اور صنعتوں میں بہت ہوشیار اور ماہر تھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ کر ستاروں کی پوجا کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے رب کو پہچاننا:

اللہ تعالیٰ کا ہر نبی فطری طور پر معصوم اور شرک سے پاک ہوا کرتا ہے اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی شرک سے پاک اور بیزار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے آپ علیہ السلام کو عقل سلیم اور رشد و ہدایت سے نوازا تھا۔ اللہ عز و جل نے آسمان اور زمین کی چیزوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اپنی توحید کے دلائل کھول دیئے اور آسمان و زمین کی تخلیق اور ان میں موجود عجائب و غرائب کا مشاہدہ کروایا اور ان پر یہ بات واضح کر دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اسی لئے آپ علیہ السلام نے بچپن میں ہی ستارے، چاند اور سورج کا مشاہدہ کر کے اپنے حقیقی رب کو پہچان کر اس کی عبادت کرنے کا اعلان کیا اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ لوگ جس کی بھی پوجا کیا کرتے تھے ان سب سے نفرت کا اظہار کیا۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

① ”یقیناً ہم نے اس (نبوت ملنے) سے پہلے ابراہیم (علیہ السلام) کو سمجھ بوجھ عطا فرمائی تھی اور ہم انہیں خوب جانتے تھے۔“ (الانبیاء 21: آیت 51)

② ”اور اسی طرح ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھا دی تاکہ وہ (ابراہیم علیہ السلام) کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں پھر جب رات کی تاریکی ان پر چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے، مگر جب وہ غروب ہو گیا تو

کہا کہ میں غروب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا پھر جب انہوں نے چاند کو چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے، لیکن جب وہ (بھی) غروب ہو گیا تو فرمایا: اگر میرے رب نے میری راہ نمائی نہ کی تو میں گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا پھر جب سورج کو چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا: یہ میرا رب ہے، یہ تو بہت بڑا ہے پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو فرمایا: اے میری قوم، میں ان معبودوں سے بری ہوں جنہیں تم اللہ کا شریک بناتے ہو۔ بے شک میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اس (ذات) کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں (ہرگز) شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔“ (الانعام: 6: آیات 75 تا 79)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت کا مشاہدہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس بات پر یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی مُردوں کو زندہ کرتے ہیں لیکن علم الیقین (یقینی علم) سے عین الیقین (آنکھوں کا مشاہدہ) کے ثبوت کے لئے انہوں نے مُردوں کے زندہ ہونے کے مشاہدہ کے لئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی جسے قبول فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انہیں مُردوں کے زندہ ہونے کا مشاہدہ کروایا۔
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”(اس وقت کو یاد کیجئے) جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب، مجھے دکھائیے، آپ کیسے مُردوں کو زندہ کریں گے؟ اللہ نے فرمایا: کیا (اس پر) تمہارا ایمان نہیں؟ اس (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا: کیوں نہیں؟ لیکن اپنے دل کا اطمینان چاہتا ہوں۔ اللہ نے فرمایا: 4 پرندے لے کر انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو پھر ان ٹکڑوں کو (4 مختلف) پہاڑوں پر ایک ایک کر کے رکھ دو پھر انہیں بلاؤ وہ تمہارے پاس اُڑتے چلے آئیں گے۔ خوب جان لو کہ اللہ زبردست، بڑی حکمت والا ہے۔“ (البقرہ: 2: آیت 260)

حدیث رسول اکرم ﷺ:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”(ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا) اے میرے رب، مجھے دکھائیے آپ کیسے مُردوں کو زندہ کریں گے (اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کا مشاہدہ پرندوں کو زندہ کر کے کروایا)۔“ (بخاری - عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے والد کو دعوت توحید:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے حقیقی رب کی پہچان کرنے کے بعد جب اپنے والد کو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرتے ہوئے دیکھا تو سب سے پہلے انہیں دعوت توحید دی اور اپنے والد کو بڑے پیار و محبت سے حق بات سمجھانے کی کوشش کی۔
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اور (وہ وقت بھی یاد کیجئے) جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا: کیا تم بتوں کو معبود بناتے ہو؟ بلاشبہ میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں“ (الانعام: 6: آیت 74)

② ”جب انہوں (ابراہیم علیہ السلام) نے اپنے باپ سے کہا: اے ابا جان، آپ ان چیزوں کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنی ہیں، نہ دیکھتی ہیں اور نہ ہی آپ کے کسی کام آسکتی ہیں۔ اے ابا جان، میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا، اس لئے آپ میری پیروی کریں میں سیدھی راہ کی طرف آپ کی راہ نمائی کروں گا۔ اے ابا جان، آپ شیطان کی عبادت نہ کیجئے، بے شک شیطان (اللہ) رحمن کا بڑا ہی نافرمان ہے۔ اے ابا جان، مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں آپ پر عذاب الہی نہ آجائے کہ آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں۔“ (مریم: 19: آیات 42 تا 45)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وعظ و نصیحت پر والد کا رویہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشرک باپ کو سمجھانے کے لئے بڑے پیارے انداز میں تبلیغ کی لیکن بجائے آپ علیہ السلام کی نصیحت قبول کرنے کے اس نے نہایت سختی کے ساتھ آپ علیہ السلام کی دعوت توحید کو رد کر دیا اور ساتھ ساتھ آپ علیہ السلام کو سنگسار کرنے کی دھمکی بھی دی۔
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اس (آزر) نے جواب دیا: اے ابراہیم، کیا تم میرے معبودوں سے روگردانی کر رہے ہو؟ (سن لو) اگر تم باز نہ آئے تو میں تمہیں (پتھر مار مار کر) سنگسار کر دوں گا اور (بہتری اسی میں ہے کہ) تم ایک طویل مدت تک مجھ سے دور چلے جاؤ۔“ (مریم: 19: آیت 46)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے سخت رویے پر صبر و تحمل:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نے دعوت و تبلیغ کو قبول کرنے کے بجائے آپ علیہ السلام کے ساتھ بڑا سخت رویہ اختیار کیا اور جلاوطنی کی زندگی گزارنے کو کہا۔ آپ علیہ السلام نے باپ کے سخت رویے پر بھی صبر و تحمل اور ادب کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں بڑا اچھا جواب دیا۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: (اے ابا جان) آپ پر سلام ہو میں اپنے رب سے آپ کے لئے بخشش کی دعا مانگتا رہوں گا، بے شک وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔ میں آپ کو اور ان تمام چیزوں کو چھوڑ رہا ہوں جنہیں آپ اللہ کے سوا پکارتے ہیں اور میں تو اپنے پروردگار ہی کو پکاروں گا، مجھے یقین ہے کہ میں اپنے رب سے دعا مانگ کر محروم نہ رہوں گا۔“

(مریم 19: آیات 47 تا 48)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے لئے استغفار:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے وعدہ کے مطابق اپنے والد کے لئے اس وقت تک دعائے استغفار کرتے رہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو مشرکین کے لئے دعائے استغفار کرنے سے منع نہیں کیا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”(اے میرے رب) میرے باپ کو بخش دیجئے یقیناً وہ گمراہوں میں سے تھا اور اس دن مجھے رسوا نہ کرنا جس دن لوگ دوبارہ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے۔“

(الشعراء 26: آیات 86 تا 87)

② ”(ابراہیم علیہ السلام نے کہا) اے میرے رب، مجھے میرے والدین اور تمام مومنوں کو حساب قائم ہونے والے (قیامت کے) دن معاف فرما دینا۔“ (ابراہیم 14: آیت 41)

③ ”ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت مانگنا تو صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس (اپنے باپ) سے کر لیا تھا پھر جب ابراہیم (علیہ السلام) پر یہ بات

واضح ہو گئی کہ وہ (اس کا باپ) اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے لا تعلق ہو گئے۔“

(التوبہ: 9: آیت 114)

حدیث رسول اکرم ﷺ:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”ابراہیم (علیہ السلام) قیامت کے دن اپنے والد آزر سے اس حالت میں ملیں گے کہ اس کے چہرے پر گرد و غبار اور سیاہی ہو گی۔“ ابراہیم (علیہ السلام) فرمائیں گے: ”کیا میں نے آپ کو نافرمانی سے منع نہیں کیا تھا؟“ وہ کہے گا کہ آج میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ تب ابراہیم (علیہ السلام) درخواست کریں گے: اے اللہ، آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ قیامت کے دن میں تمہیں رسوا نہیں کروں گا، اس سے بڑھ کر اور رسوائی کیا ہو سکتی ہے کہ میرا باپ (میرے سامنے) تیری رحمت سے دور ہے؟“ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ”میں نے کفار پر جنت حرام کر دی ہے۔“ پھر اللہ فرمائیں گے: ”ابراہیم، تمہارے قدموں میں کیا ہے؟“ آپ (علیہ السلام) (قدموں کی طرف) دیکھیں گے تو نجاست سے لتھڑا ہوا ایک بچہ نظر آئے گا جسے ٹانگوں سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

(بخاری - عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کو دعوت توحید:

حضرات ابراہیم علیہ السلام نے اللہ رب العزت کی طرف سے عین الیقین ملنے کے بعد اپنی پوری قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت پیش کی مگر قوم بتوں کی عبادت پر جمی ہوئی تھی انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کو ماننے سے انکار کرتے ہوئے آپ علیہ السلام سے جھگڑنا شروع کر دیا اور آپ علیہ السلام کو اپنے معبودوں سے خوب ڈرایا دھمکایا مگر آپ علیہ السلام نے اس وقت بھی بڑے صبر و تحمل اور استقامت کا مظاہرہ کیا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اور ان (ابراہیم علیہ السلام) کی قوم نے ان سے جھگڑنا شروع کر دیا تو انہوں نے فرمایا: کیا تم اللہ کے بارے میں مجھ سے جھگڑا کرتے ہو؟ حالانکہ اسی نے مجھے سیدھی راہ دکھائی

ہے اور میں ان معبودوں سے ہرگز نہیں ڈرتا جنہیں تم اللہ کے ساتھ شریک بناتے ہو۔ ہاں اگر میرے پروردگار ہی کی کوئی مشیت ہو (تو وہ ضرور ہو سکتا ہے)۔ میرا پروردگار ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے، کیا تم پھر بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے ہو؟ اور میں تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے کیسے ڈروں جبکہ تم اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو شریک ٹھہراتے ہوئے نہیں ڈرتے جن کے لئے اس (اللہ) نے تم پر کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے پھر اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ دونوں (فریقوں) میں سے کونسی جماعت امن کی زیادہ حقدار ہے۔“ (الانعام: 6: آیات 80 تا 81)

② ”اور (اے نبی ﷺ) آپ انہیں ابراہیم (علیہ السلام) کا واقعہ (بھی) سنائیے۔ جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا: تم لوگ کس کی عبادت کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور ہم ہمیشہ انہی کے پجاری رہیں گے۔ ابراہیم (علیہ السلام) نے پوچھا: جب تم انہیں پکارتے ہو تو کیا وہ (تمہاری بات) سنتے ہیں؟ یا وہ تمہیں نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ (یہ ہم کچھ نہیں جانتے) ہم نے تو اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے پایا ہے۔ ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا: کبھی تم نے ان میں غور و فکر بھی کیا ہے جن کی تم عبادت کرتے ہو؟ تم اور تمہارے پہلے باپ دادا۔ بلاشبہ یہ سب میرے دشمن ہیں (جو تمہیں جہنم میں لے جائیں گے) سوائے اللہ رب العالمین کے۔ جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی میری راہ نمائی کرتا ہے اور وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھے شفا عطا فرماتا ہے اور وہی مجھے موت دے گا پھر (دوبارہ) زندہ کرے گا اور وہی ہے جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت کے دن میری خطائیں معاف فرمادے گا۔“ (الشعراء: 26: آیات 69 تا 82)

③ ”جب انہوں (ابراہیم علیہ السلام) نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا: یہ مورتیاں کیا ہیں؟ جن پر تم (عبادت کے لئے) جے رہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم نے اپنے باپ دادا کو انہی کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے۔ آپ (علیہ السلام) نے فرمایا: پھر تو تم اور تمہارے باپ

دادا کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔ وہ کہنے لگے: (اے ابراہیم علیہ السلام) کیا آپ ہمارے پاس سچ سچ حق لائے ہو یا یوں ہی مذاق کر رہے ہیں؟ آپ (علیہ السلام) نے فرمایا: درحقیقت تمہارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے اور میں اس بات کی تمہارے سامنے گواہی دیتا ہوں اور اللہ کی قسم، تمہارے پیٹھ پھیر کر جانے کے بعد میں تمہارے بتوں کے خلاف ضرور کاروائی کروں گا۔“ (الانبیاء: 21: آیات 52 تا 57)

﴿مزید تفصیل جاننے کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر العنکبوت 29: آیات 16 تا 23﴾

اور الصُّفّت 37: آیات 83 تا 87 ﴿﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کو توڑنا:

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت توحید کو قوم نے ماننے سے انکار کر دیا تو آپ علیہ السلام قوم کو توحید کا سبق سکھانے کے لئے موقع کی تلاش میں تھے۔ آخر کار قوم کا عید کا دن آیا تو آپ علیہ السلام کو موقع مل گیا۔ لہذا جب قوم اپنے معمول کے مطابق عید منانے کے لئے شہر سے باہر جانے لگی تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ آپ علیہ السلام نے سوچا کہ قوم کو مطمئن کرنے کے لئے کوئی ایسی تدبیر پیش کی جائے کہ وہ ساتھ لے کر جانے پر اصرار نہ کرے اور میں قوم کے خود ساختہ معبودوں کو توڑ کر قوم کو یہ سمجھا دوں کہ جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو وہ تمہارا تو درکنار اپنا دفاع کرنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے۔ چونکہ اس دور میں علم نجوم (ستاروں کو دیکھ کر معلومات حاصل کرنا) بڑا عام تھا۔ لہذا آپ علیہ السلام نے قوم کو مطمئن کرنے کے لئے ستارے کی طرف دیکھ کر فرمایا: ”میری طبیعت ناساز ہے۔“

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”پس ابراہیم (علیہ السلام) نے ایک نظر ستاروں کی طرف دیکھا پھر کہا: میری طبیعت خراب ہے۔ (اس جواب پر قوم کے) لوگ ابراہیم (علیہ السلام) کو چھوڑ کر (اپنا قومی تہوار منانے چلے گئے پھر ابراہیم (علیہ السلام) چپکے سے) ان کے معبودوں کے پاس (بت خانہ میں) گئے اور (ان

کے سامنے طرح طرح کے کھانے دیکھ کر) کہا: تم کھاتے کیوں نہیں؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے، تم بولتے کیوں نہیں؟ پھر آپ (اپنی پوری قوت کے ساتھ) اپنے داہنے ہاتھ سے انہیں توڑنے لگے۔“ (الصُّفّت 37: آیات 88 تا 93)

② ”پس ابراہیم (علیہ السلام) نے بڑے بت کو چھوڑ کر باقی سب بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تاکہ وہ اسی (بڑے بت) کی طرف لوٹیں۔“ (الانبیاء 21: آیت 58)

معبودوں کو پاش پاش دیکھ کر قوم کا رد عمل:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے لوگ جب عید منا کر واپس لوٹے تو سب سے پہلے اپنے بتوں کی عبادت کے لئے بت خانہ میں گئے اور اپنے معبودوں کو ٹوٹا ہوا دیکھ کر غصہ میں آگئے اور کہنے لگے کہ کس نے ہمارے معبودوں کی توہین کی ہے؟ ان میں سے جن لوگوں کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کے خلاف کاروائی کرنے کی قسم کھائی تھی انہوں نے کہا کہ یہ کاروائی ابراہیم کی ہو سکتی ہے کیونکہ وہ ہمارے معبودوں کا دشمن ہے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”وہ (واپس آنے پر بتوں کا حال دیکھ کر) کہنے لگے: ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ ایسا شخص تو یقیناً ظالموں میں سے ہے۔ (بعض) لوگوں نے کہا: ہم نے ایک نوجوان کو ان کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا تھا جسے ابراہیم (علیہ السلام) کہا جاتا ہے۔ سب نے کہا: اچھا اسے (پکڑ کر) لوگوں کی نگاہوں کے سامنے لاؤ تاکہ سب لوگ اسے دیکھیں۔ (جب ابراہیم علیہ السلام آگئے تو) انہوں نے کہا: اے ابراہیم، کیا آپ نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ آپ (علیہ السلام) نے (انہیں ان کے باطل عقیدے پر شرمندہ کرنے کے لئے) جواب دیا: بلکہ یہ کام ان کے بڑے نے کیا ہو گا، اگر یہ (بت) بول سکتے ہیں تو تم ان سے پوچھ لو (یہ سن کر) وہ اپنے دلوں میں (حق کے) قائل ہو گئے اور (دل میں) کہنے لگے: درحقیقت تم ہی ظالم ہو۔ پھر وہ فوراً ہی اعترافِ حقیقت سے مکر گئے، کہنے لگے: (اے ابراہیم) تمہیں تو معلوم ہے کہ یہ (بت) بولتے نہیں ہیں۔

ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: کیا تم اللہ کے علاوہ ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہو جو نہ تو تمہیں نفع پہنچا سکتی ہیں اور نہ ہی نقصان۔ افسوس ہے تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر، جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟“ (الانبیاء 21: آیات 59 تا 67)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر الصُّفَّت 37: آیات 94 تا 96﴾

حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے خلاف انتقامی کارروائی:

جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی قوم آپ (علیہ السلام) کے پیش کردہ عقلی دلائل پر لاجواب ہو گئی تو جیسا کہ باطل پرستوں کا طریقہ کار ہوتا ہے کہ جب وہ دلائل کے سامنے بے بس ہو جاتے ہیں تو طاقت کے استعمال پر اُتر آتے ہیں۔ اسی طرح قوم ابراہیم نے بھی کیا۔ انہوں نے آپس میں یہ طے کر لیا کہ اب ابراہیم (علیہ السلام) کو خاموش کرنے کی ایک ہی صورت ہے کہ ہم انہیں بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال کر جلا دیں تاکہ دنیا کے لوگ ان کی بے بسی کا اپنی آنکھوں سے نظارہ کر لیں اور ہر شخص کو معلوم ہو جائے کہ جو بھی ہمارے معبودوں کی توہین کرے گا، ہم اسے اسی طرح دردناک سزا دیں گے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”وہ آپس میں کہنے لگے: ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے ایک اَلَاؤ (آگ کا ڈھیر) بناؤ پھر اسے اس دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دو۔“ (الصُّفَّت 37: آیت 97)

② ”پس ان (ابراہیم (علیہ السلام) کی قوم کا جواب یہی تھا کہ اسے (ابراہیم (علیہ السلام) کو) قتل کر دیا اسے جلا دو۔“ (العنکبوت 29: آیت 24)

③ ”(آخر کار لاجواب ہو کر) انہوں نے کہا: اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے تو ابراہیم کو جلا ڈالو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔“ (الانبیاء 21: آیت 68)

آخر کار قوم حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو نذر آتش کرنے کے لئے ایک عرصے تک ایندھن جمع کرتی رہی۔ جب ایندھن جمع ہو گیا تو اسے آگ لگا دی اور جب آگ سے بڑے بڑے شعلے بلند ہونے لگے تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو منجنيق (جس سے بڑے بڑے پتھر پھینکے جاتے تھے) کے ذریعہ دور سے آگ میں پھینک دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ گلزار بن گئی:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے آپ علیہ السلام سے بتوں کی توہین کرنے پر انتقام لینے کے لئے آپ علیہ السلام کو جیسے ہی آگ میں ڈالا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آگ کو فوراً حکم دیا کہ اے آگ، ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے سکون اور سلامتی والی بن جا۔ آگ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے فوراً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے سکون اور سلامتی والی بن گئی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حفاظت فرمائی اور آپ علیہ السلام کے خلاف قوم کی تیار کردہ سازش کو ناکام بنا دیا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”ہم نے فرمایا: اے آگ، تو ٹھنڈی پڑ جا اور ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے سلامتی والی بن جا اور انہوں نے ابراہیم (علیہ السلام) کا برا چاہا لیکن ہم نے انہیں (بری طرح) ناکام بنا دیا۔“

(الانبیاء 21: آیات 69 تا 70)

② ”انہوں نے ابراہیم (علیہ السلام) کے خلاف (ایک) سازش کرنا چاہی تھی مگر ہم نے انہی کو نچا دکھا دیا۔“ (الصُّفَّت 37: آیت 98)

③ ”آخر کار اللہ نے انہیں (ابراہیم علیہ السلام کو) آگ سے بچا لیا۔ بے شک اس میں ایمان والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔“ (العنکبوت 29: آیت 24)

چنانچہ وہ آگ آپ علیہ السلام کے لئے گلزار (آرام دہ) بن گئی اور جانداروں میں سے جس نے بھی اس آگ کو جلانے میں تعاون کیا اللہ تعالیٰ نے اسے سخت سزا دی۔

احادیث رسول اکرم ﷺ:

① ”جب ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے تو گرگٹ کے علاوہ باقی تمام جانداروں نے آگ بجھانے کی کوشش کی لیکن گرگٹ نے آگ کو بھڑکانے کے لئے پھونکیں ماریں اسی لئے آپ ﷺ نے اسے مارنے کا حکم دیا۔“ (ابن ماجہ۔ عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

② ”گرگٹ کو (جہاں بھی دیکھو) مار دو کیونکہ اس نے ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کے لئے

بھڑکائی گئی آگ کو (تیز کرنے کے لئے) پھونکیں ماری تھیں۔“

(بخاری، مسلم۔ عن ام شریک رضی اللہ عنہا)

③ ”جو ایک ضرب کے ساتھ گرگٹ کو مار ڈالے اس کے لئے 100 نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں جو دوسری چوٹ میں، اس کے لئے اس سے کم اور جو تیسری چوٹ میں، اس کے لئے اس سے (بھی) کم نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔“ (مسلم۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

④ ”حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں ڈالے جانے سے پہلے یہ کلمات پڑھے تھے:

حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

(ترجمہ) ”ہمارا اللہ ہی ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔“

(غزوہ اُحد اور غزوہ خندق کے موقع پر) آپ ﷺ کو جب دشمنوں نے دھمکی دی کہ تمام لوگ آپ ﷺ کے خلاف جمع ہو چکے ہیں تو آپ ﷺ نے بھی یہی کلمات پڑھے تھے (اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی یہی پڑھنے کی تلقین کی)۔“ (بخاری۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

وضاحت: جب انسان کسی بھی مشکل میں پھنس جائے تو مندرجہ بالا کلمات پڑھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل

و کرم سے اسے مصیبت سے چھٹکارا مل جائے گا۔ پڑھئے ترجمہ و تفسیرال عمران 3: آیات 173 تا 174 ﴿

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمرود بادشاہ سے مکالمہ:

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قوم کی سازش سے بچا لیا تو نمرود بادشاہ کو اس بارے میں بڑی تشویش ہوئی اس نے سوچا کہ اگر ابراہیم علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ اسی طرح جاری رہی تو یہ لوگوں کو میری ربوبیت اور بادشاہت سے متنفر کر دے گا جس سے میری حکومت چلی جائے گی لہذا اس نے سمجھانے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے دربار میں بلایا اور آپ علیہ السلام سے عقیدہ کے بارے میں چند سوالات کئے کہ آپ علیہ السلام (باپ دادا کے دین کی مخالفت کیوں کر رہے ہو اور مجھے رب ماننے سے انکار کیوں کر رہے ہو؟ اگر میرے علاوہ آپ علیہ السلام کا کوئی رب ہے تو اس کی پہچان کرواؤ۔ آپ علیہ السلام نے نمرود کو اللہ رب العزت کی پہچان کروائی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”کیا آپ نے اس شخص (نمرود کے معاملہ) پر غور نہیں کیا جس نے ابراہیم (علیہ السلام) سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑا کیا؟ جبکہ اللہ نے اسے حکومت دے رکھی تھی۔ جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ میرا رب تو وہ ہے جو زندگی اور موت دیتا ہے تو اس نے کہا: میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔ ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال کر دکھا۔ (یہ بات سن کر) وہ کافر لاجواب ہو گیا اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔“ (البقرہ 2: آیت 258)

قتادہ، سدی اور محمد بن اسحاق رحمہم اللہ کا قول ہے کہ نمرود کے سامنے 2 ایسے آدمیوں کو پیش کیا گیا جن کے لئے سزائے موت کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ نمرود نے ان میں سے ایک کو قتل کرنے کا حکم دیا اور دوسرے کو معاف کر دیا۔ اس نے اس طرح یہ دھوکا دینے کی کوشش کی کہ اس نے ایک کو موت دے دی ہے اور دوسرے کو زندگی۔

(تفسیر ابن کثیر۔ تفسیر البقرہ 2: آیت 258)

نمرود کا یہ عمل حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی دلیل کا جواب نہیں بلکہ ایک فضول عمل تھا۔ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے یہ محسوس کیا کہ اس طرح یہ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونک رہا ہے تو آپ (علیہ السلام) نے ایک اور دلیل پیش کر دی کہ میرا رب سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اگر تو اپنے آپ کو رب کہتا ہے تو اسی سورج کو مغرب سے نکال کر دکھا۔ یہ دلیل سنتے ہی نمرود لاجواب ہو گیا کیونکہ سورج کو مغرب سے نکالنا اس کے اختیار میں نہیں تھا۔ اس دلیل سے وہ عاجز آ گیا اور اس کے پاس جواب دینے کے لئے کچھ باقی نہ رہا لیکن پھر بھی وہ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی بات پر قائم رہا اور ہدایت نہ پاسکا۔

حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا اللہ تعالیٰ پر یقین:

حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کھانے پینے کی اشیا کا انتظام نمرود نے اپنے پاس رکھا تھا اور لوگوں میں خود تقسیم کیا کرتا تھا۔ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اس مناظرہ

سے پہلے خورد و نوش کی اشیا اس سے لینے جاتے تھے تو وہ دے دیا کرتا تھا لیکن جب اس کے ساتھ آپ ﷺ کا توحید باری تعالیٰ کے حوالے سے مکالمہ ہوا تو اس نے آپ ﷺ کو کھانے پینے کی اشیا دینے سے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ پر بڑا اعتماد تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام لوگوں کو کھانے پینے کی اشیا فراہم کرتے ہیں اور بیمار ہونے پر انہیں شفا دیا کرتے ہیں۔ لہذا آپ ﷺ نے گھر کے قریب آ کر گھر والوں کو مطمئن کرنے کے لئے جن بوروں میں کھانے پینے کی اشیا لانی تھیں ان میں مٹی بھر لی اور گھر میں رکھ کر خود سو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مٹی کو بطور معجزہ غلہ میں تبدیل کر دیا۔ آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام جیسے ہی ان بوروں کے پاس گئیں تو انہیں عمدہ قسم کے غلہ سے بھرے ہوئے پایا۔ انہوں نے وہاں سے غلہ لے کر کھانا تیار کیا۔ جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو کھانا تیار ہو چکا تھا جو آپ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ آپ ﷺ نے حضرت سارہ علیہا السلام سے پوچھا: یہ کھانا کہاں سے آیا ہے؟ حضرت سارہ علیہا السلام نے جواب دیا: جو غلہ آپ ﷺ لائے ہیں میں نے اسی سے ہی یہ کھانا تیار کیا ہے۔ آپ ﷺ فوراً سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر مٹی کو غلہ میں تبدیل کر دیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر - تفسیر البقرہ 2: آیت 258)

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اور وہی (اللہ) ہے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی (اللہ) مجھے شفا عطا فرماتا ہے اور وہی (اللہ) مجھے موت دے گا پھر (دوبارہ) زندہ کریگا۔“

(اشعرآء 26: آیات 79 تا 81)

② ”اور جو شخص بھی پرہیزگاری اختیار کرتا ہے وہ (اللہ) اس کے لئے (مشکلات سے نکلنے کا) راستہ بنا دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اسے کافی ہو جاتا ہے۔ بے شک اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔“ (الطلاق 65: آیات 2 تا 3)

نمرود بادشاہ کا انجام :

نمرود ایک ظالم، جابر اور متکبر بادشاہ تھا جس نے اللہ تعالیٰ کا بندہ بننے کے بجائے اپنے آپ کو رب کہلوانا شروع کر دیا۔ اللہ عزّ وجل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ اسے فرمانبردار بندہ بن کر صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی رغبت دلائی مگر اپنی بادشاہت اور دولت کے گھمنڈ میں اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مخلصانہ دعوت کو رد کر دیا۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب نمرود بادشاہ کی نافرمانیاں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس اپنا ایک فرشتہ بھیجا جس نے اسے اللہ پر ایمان لانے کو کہا لیکن اس نے انکار کر دیا۔ 3 بار فرشتے نے یہی دعوت پیش کی تینوں بار نمرود نے انکار کیا اور کہنے لگا: تم اپنے لشکر لے آؤ اور میں اپنے لشکر لے آتا ہوں۔ چنانچہ دوسرے دن نمرود نے سورج طلوع ہونے کے وقت اپنی فوجوں کو جمع کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی تعداد میں مچھروں کو بھیج دیا جنہوں نے نمرود کے فوجیوں کو اس طرح کاٹا کہ ان کے جسم صرف ہڈیاں رہ گئے۔ ایک مچھر نمرود بادشاہ کی ناک میں بھی گھس گیا جو اسے بار بار کاٹتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مچھر کے ذریعہ اسے کافی عرصہ تک عذاب میں مبتلا رکھا جب اس کے سر پر کچھ مارا جاتا تو بادشاہ کو کچھ سکون ملتا جب مارنا چھوڑ دیا جاتا تو مچھر پھر کاٹنے لگتا۔ آخر کار وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسی مچھر کے کاٹنے سے ہلاک ہو گیا۔ (تفسیر ابن کثیر، تفسیر البقرہ 2: آیت 258)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملک شام کی طرف ہجرت :

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے لے کر بادشاہ تک کو توحید کی دعوت پیش کی لیکن اس دعوت و تبلیغ کو سوائے آپ علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام اور بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے کسی اور نے قبول نہیں کیا۔ جب آپ علیہ السلام کی عبادت کرتے تو قوم آپ علیہ السلام کو تکالیف پہنچاتی۔ آپ علیہ السلام نے جب قوم کی ہٹ دھرمی، انکار اور کفر پر اصرار دیکھا تو ان سے ناامید ہو کر اللہ رب العزت کے حکم سے اپنی بیوی سارہ علیہا السلام اور بھتیجے لوط علیہ السلام کو ساتھ لے کر بابل سے ملک شام ہجرت کی تاکہ وہاں آزادی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”پس لوط (ؑ) ابراہیم (ؑ) پر ایمان لے آئے اور ابراہیم (ؑ) نے کہا: بے شک میں تو اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔ بلاشبہ وہ ہر چیز پر غالب، خوب حکمت والا ہے۔“ (العنکبوت 29: آیت 26)

② ”ہم انہیں (ابراہیم ؑ) اور لوط (ؑ) کو بچا کر اس زمین (ملک شام) کی طرف لے گئے جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لئے برکت رکھی تھی۔“ (الانبیاء 21: آیت 71)

حدیث رسول اکرم ﷺ:

”حضرت ابراہیم ؑ جب ملک شام کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں ایک ملک (مصر) میں داخل ہوئے جہاں ایک ظالم بادشاہ (حکمران) تھا۔ (وہ جب کسی خوبصورت عورت کے ساتھ اس کے خاوند کو دیکھتا تو خاوند کو قتل کروا کر عورت کو اپنی جنسی ہوس کا نشانہ بناتا، اگر عورت کے ساتھ باپ یا بھائی ہوتا انہیں قتل تو نہ کرواتا لیکن عورت کو پھر بھی اپنی جنسی ہوس کا نشانہ بناتا تھا) اسے یہ اطلاع دی گئی کہ ابراہیم ؑ ایک انتہائی خوبصورت عورت کے ساتھ آئے ہیں۔ بادشاہ نے فوراً حضرت ابراہیم ؑ کو بلا کر پوچھا: ”تمہارے ساتھ یہ عورت کون ہے؟“ حضرت ابراہیم ؑ نے جواب دیا: ”یہ میری بہن ہے“ بادشاہ نے کہا: اسے میرے پاس بھیج دو۔ آپ ؑ نے حضرت سارہ ؑ کو اس کے پاس بھیجنے سے پہلے یہ سمجھا دیا کہ میرے اور آپ کے علاوہ یہاں کوئی مومن نہیں ہے (اور مسلمان آپس میں اسلامی بھائی بہن ہیں)۔ میں نے تمہیں (ظالم بادشاہ کے سامنے اسلامی) بہن کہا ہے، اگر وہ تم سے پوچھے تو تم بھی اپنے آپ کو میری بہن ہی کہنا، مجھے جھوٹا ظاہر نہ کرنا (ورنہ وہ مجھے قتل کر دے گا) پھر ظالم بادشاہ نے بری نیت کے ساتھ حضرت سارہ ؑ کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تو انہوں نے (تھوڑی دیر اجازت چاہی اور) فوراً وضو کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی اور عرض کیا: اے اللہ، میں آپ اور آپ کے نبی ؑ پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنے جسم کو اپنے شوہر کے علاوہ ہر ایک سے محفوظ رکھا ہے۔ پس اب اس

کافر کو مجھ پر مسلط نہ کرنا۔ (حضرت سارہ علیہا السلام کے دعا مانگتے ہی) بادشاہ زمین پر گر پڑا اور تڑپنے لگا اور (سارہ علیہا السلام سے) التجائیں کرنے لگا کہ اب میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا میرے لئے اس مصیبت سے چھٹکارے کی دعا کر دیں۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو وہ پہلی حالت پر آگیا لیکن ٹھیک ہونے کے بعد اس نے دوبارہ وہی حرکت کی جو پہلے کی تھی۔ تیسری مرتبہ ٹھیک ہونے کے بعد اس نے اپنے کارندوں کو بلا کر کہا: تم میرے سامنے عورت نہیں بلکہ کسی شیطان کو لائے ہو۔ اسے (سارہ علیہا السلام کو) ابراہیم علیہ السلام کے پاس لے جاؤ اور بطور خادمہ ہاجرہ (علیہا السلام) بھی اسے دے دو۔ حضرت سارہ علیہا السلام جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچیں تو دیکھا کہ وہ کھڑے (نفل) نماز پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے (دوران نماز ہی) ہاتھ کے اشارہ سے پوچھا:- ”کیا معاملہ پیش آیا؟“ حضرت سارہ علیہا السلام نے جواب دیا:- ”اللہ تعالیٰ نے کافر کی چال ناکام بنا دی اور ایک خادمہ (حضرت ہاجرہ علیہا السلام) بھی دلوا دی۔ (بخاری - عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

وضاحت: نماز وہ عظیم عمل ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سے پریشانیوں کا حل اور ہر کام کے لئے مدد طلب کی جاتی ہے۔ پڑھئے ترجمہ وتفسیر البقرہ 2: آیت 45 ﴿اس واقعہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت سارہ و ہاجرہ علیہما السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ مصر سے نکل کر ایک ایسی بستی (ارض مقدس) میں قیام پذیر ہوئے جو ہر لحاظ سے پوری دنیا میں سب سے زیادہ خیر و برکت والی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو ”غور زغر“ کے شہر سدوم میں اقامت پذیر ہونے کی تعلیم دی تاکہ وہاں کے رہنے والے کافر، بدکار اور شریر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے لئے دعا اور اسماعیل علیہ السلام کی ولادت: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ عز وجل کی خاطر اپنے وطن سے ہجرت کر کے شام جاتے ہوئے اس امید کا اظہار کیا کہ میرا رب مجھے اس مقصد میں ضرور کامیاب کرے گا اور ایمان و توحید پر ثابت قدم رکھے گا۔ جب آپ علیہ السلام کو شام کی مقدس سرزمین میں

رہتے ہوئے 20 سال گزر گئے اور کوئی اولاد نہ ہوئی تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے نیک اولاد کے حصول کے لئے یہ دعا مانگی:

فرمان الہی ہے: رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ

(ترجمہ) ”اے میرے رب، مجھے نیک بیٹا عطا فرما۔“ (الصُّفَّت 37: آیت 100)

حضرت سارہ علیہا السلام نے اپنی خادمہ (ہاجرہ علیہا السلام) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ سوچتے ہوئے دے دی کہ شاید اللہ تعالیٰ حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اولاد عطا فرمادیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پاس گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بطن سے 86 سال کی عمر میں آپ ﷺ کی دعا کو قبول فرماتے ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”پس ہم نے انہیں برد بار (اور سنجیدہ) بیٹے کی خوشخبری دی۔“ (الصُّفَّت 37: آیت 101)

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت ابراہیم اور حضرت ہاجرہ علیہما السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتادیا کہ میں اسماعیل علیہ السلام کے مال و اولاد میں برکتیں نازل فرماؤں گا اس میں رسول اکرم ﷺ کے ان کی اولاد میں سے ہونے کی خوشخبری ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کو اپنا اہل و عیال بیت اللہ کے پاس چھوڑنے کا حکم:

حضرت اسماعیل علیہ السلام ابھی دودھ پیتے بچے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اسماعیل اور ان کی والدہ ہاجرہ علیہما السلام کو میرے حرمت والے گھر کے قریب چھوڑ آؤ۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تکمیل کرتے ہوئے اپنی بیوی ہاجرہ علیہا السلام اور اپنے شیرخوار بچے اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لیا اور ایک ایسی وادی میں چھوڑا جہاں دور دور تک پانی اور آبادی کا نام و نشان نہیں تھا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اے ہمارے رب، میں نے اپنی کچھ اولاد آپ کے عزت والے گھر (کعبہ) کے پاس

ایسے میدان میں بسائی ہے جہاں کھیتی نہیں۔ اے ہمارے رب، (یہ میں نے اس لئے کیا ہے) تاکہ وہ (یہاں) نماز قائم کریں پھر آپ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دیں اور انہیں ہر قسم کے پھلوں کا رزق دیں تاکہ وہ شکر ادا کریں۔“ (ابراہیم 14: آیت 37)

حدیث رسول اکرم ﷺ:

”حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر مکہ مکرمہ پہنچے۔ حضرت ہاجرہ علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی تھیں۔ آپ علیہ السلام نے انہیں بیت اللہ کے قریب اس جگہ پر بٹھا دیا جہاں آب زم زم ہے اس وقت مکہ میں نہ تو پانی موجود تھا اور نہ ہی کوئی انسان۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں کھجوروں کا ایک تھیلہ اور ایک مشکیزہ پانی کا دے کر واپس ہونے لگے تو حضرت ہاجرہ علیہ السلام نے عرض کیا: آپ ہمیں ایسی وادی میں چھوڑ کر جا رہے ہیں جہاں نہ تو کوئی انسان ہے اور نہ ہی کوئی اور چیز۔ حضرت ہاجرہ علیہ السلام نے کئی مرتبہ عرض کی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تو آخر کار حضرت ہاجرہ علیہ السلام نے عرض کیا: کیا اللہ کا حکم یہی ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ”جی ہاں“ حضرت ہاجرہ علیہ السلام نے کہا: پھر اللہ ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا، آپ علیہ السلام وہاں سے چل پڑے یہاں تک کہ آپ ایک ایسے پہاڑ کے پاس پہنچے جہاں سے (آپ علیہ السلام کے بیوی اور بیٹا) دکھائی نہیں دیتے تھے آپ علیہ السلام نے بیت اللہ کی طرف رخ کیا اور اللہ تعالیٰ سے ان کلمات کے ذریعہ دعا مانگی۔

فرمان الہی ہے:

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ.....

(ترجمہ) ”اے ہمارے رب، میں نے اپنی کچھ اولاد تیرے عزت والے گھر (کعبہ) کے پاس ایسے میدان میں بسائی ہے جہاں کھیتی نہیں.....“ (ابراہیم 14: آیت 37)

حضرت ہاجرہ علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی رہیں اور مشک میں سے پانی پیتی رہیں یہاں تک کہ پانی ختم ہو گیا اور انہیں خود بھی اور بچے کو بھی پیاس لگ گئی۔ جب

انہوں نے بچے کو دیکھا کہ پیاس کے مارے تڑپ رہا ہے تو وہ قریب ہی صفا پہاڑی پر چڑھیں کہ شاید کوئی انسان نظر آجائے (اس سے پانی مانگ لیں) لیکن کوئی دکھائی نہیں دیا پھر وہ وہاں سے اتریں اور نیچے کی جگہ سے ہوتی ہوئی مروہ پہاڑی پر چڑھیں وہاں بھی ادھر ادھر دیکھا لیکن کوئی انسان نظر نہیں آیا۔ انہوں نے اسی طرح 7 چکر لگائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہی (ہاجرہ علیہا السلام کا 7 چکر لگانا) صفا و مروہ کی سعی ہے۔ ساتویں چکر پر جب ہاجرہ علیہا السلام مروہ پر چڑھیں تو ایک آواز سنی تو آپ علیہا السلام نے عرض کیا: (اے اللہ کے بندے) میں نے تمہاری آواز تو سنی ہے کیا تم ہماری کچھ مدد کر سکتے ہو؟ آپ علیہا السلام نے دیکھا کہ جہاں اس وقت زم زم کا کنواں ہے وہاں اللہ کے فرشتے (حضرت جبرائیل علیہ السلام) نے اپنے پر مار کر زمین کھود ڈالی اور وہاں سے پانی نکل آیا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اس پانی کے چاروں طرف حوض کی طرح منڈیر بنانے لگیں جیسے ہی آپ اس پانی سے چلو لیتیں تو وہ چشمہ خوب جوش مارتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: اللہ اُم اسماعیل پر رحم فرمائے اگر وہ زم زم کو اپنے حال پر چھوڑ دیتیں تو یہ ایک بہتا ہوا چشمہ بن جاتا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے اس چشمہ سے خود بھی پانی پیا اور بچے کو بھی پلایا۔ فرشتے نے کہا: تمہیں یہاں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں یہاں اللہ کا گھر ہے جسے یہ بچہ اور ان کا والد مل کر بنائیں گے اور اللہ اپنے گھر کی حفاظت کرنے والوں کو ہلاک نہیں کرے گا۔ اس وقت بھی بیت اللہ کی بنیادیں زمین سے اٹھی ہوئی تھیں جب بھی بارش کا پانی آتا تو دائیں بائیں سے گزر جاتا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے وہاں پر کافی وقت گزارا۔ پانی نکلنے کے چند ہی دن بعد جرہم قبیلہ کے کچھ لوگ قریب سے گزرے تو انہوں نے وہاں پر ایک پرندے کو اڑتا ہوا دیکھا جس سے انہوں نے اندازہ لگایا کہ یہاں ضرور پانی ہے جس پر پرندہ گھوم رہا ہے انہوں نے اپنے 2 آدمی معلومات کرنے کے لئے بھیجے ان دونوں نے آ کر پانی دیکھا اور پھر اپنے قافلہ کے پاس جا کر انہیں بتایا کہ واقعی یہاں پانی موجود ہے۔ وہ لوگ بھی پانی کے پاس آئے تو

دیکھا اُم اسماعیل علیہ السلام بیٹھی ہوئی ہیں۔ انہوں نے آپ علیہ السلام سے یہاں رہائش اختیار کرنے کی اجازت مانگی۔ آپ علیہ السلام نے انہیں اس شرط پر اجازت دے دی کہ اس پانی پر تمہارا کوئی حق نہیں ہوگا۔ ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کی یہ شرط قبول کر لی اور وہاں مستقل رہائش اختیار کر لی اور اپنے بیوی بچوں کو بھی وہیں پر بلا لیا۔ (بخاری۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹا قربان کرنے کا حکم:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے کی حالت میں دعا مانگنے پر اللہ تعالیٰ نے ایک بردبار بیٹا حضرت اسماعیل علیہ السلام عطا فرمایا۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کچھ بڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے بطور امتحان آپ علیہ السلام کو بذریعہ خواب اپنا بیٹا قربان کرنے کا حکم دیا۔ آپ علیہ السلام نے اپنا یہ خواب بیٹے کے سامنے پیش کیا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے قربان ہونے کو تیار ہو گئے۔ آپ علیہ السلام بیٹے کو لے کر قربان کرنے کے لئے منیٰ کے میدان میں پہنچ گئے۔ جب آپ علیہ السلام بیٹے کو لٹا کر قربان کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ایک مینڈھے کو قربان کروا کر آپ علیہ السلام کی سنت کو بعد میں آنے والوں کے لئے جاری کر دیا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”پھر جب وہ (بیٹا) ان کے ساتھ دوڑنے کی عمر کو پہنچا تو ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میرے بیٹے، میں نے خواب میں تمہیں ذبح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اب تم بتاؤ، تمہاری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا: اے ابا جان، آپ کو جو حکم ملا ہے اس کی تعمیل کیجئے۔ اگر اللہ نے چاہا تو آپ ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ آخر کار جب (ان) دونوں نے اللہ کا حکم مان لیا اور ابراہیم (علیہ السلام) نے بیٹے کو (ذبح کرنے کے لئے) پیشانی کے بل لٹا دیا تو ہم نے انہیں آواز دی: اے ابراہیم، تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا: بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی (اچھا) صلہ دیا کرتے ہیں بلاشبہ یہ ایک بہت بڑا امتحان تھا اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ (مینڈھا) اس (اسماعیل علیہ السلام) کے فدیہ میں بھیج دیا (اور اسماعیل کو چھڑا لیا) اور ہم نے ان کا ذکر خیر (تعریف و توصیف)

آئندہ آنے والی نسلوں میں باقی رکھا۔ ابراہیم (علیہ السلام) پر (اللہ کا) سلام ہو۔ ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح (اچھا) بدلہ دیا کرتے ہیں بلاشبہ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔“

(الصُّفَّت 37: آیات 102 تا 111)

حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:- ”انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوا کرتے ہیں۔“ (بخاری)

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہت بڑی آزمائش تھی۔ آپ علیہ السلام اس آزمائش میں بھی کامیاب ہوئے جس پر خوش ہو کر اللہ رب العزت نے آپ علیہ السلام پر خوب برکات کا نزول فرمایا اور آپ علیہ السلام کو مزید خوش خبریوں سے نوازا۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی: حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی آزمائش (حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی) میں کامیاب ہوئے تو اللہ رب العزت نے بطور انعام آپ علیہ السلام کو 100 سال کی عمر میں دوسرے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری سنائی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت حاجرہ علیہم السلام کے بطن سے پیدا ہوئے تو آپ علیہ السلام کی دوسری بیوی سارہ علیہم السلام جو کہ بانجھ تھیں انہیں بھی اولاد کی خواہش ہوئی۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے انسانی شکل میں بطور مہمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ علیہ السلام نے ان کی مہمان نوازی کے طور پر ایک پچھڑا ذبح کیا اور ان کے لئے کھانا تیار کیا لیکن وہ چونکہ فرشتے تھے اس لئے انہوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا تو آپ علیہ السلام کو ان کی طرف سے کچھ خوف لاحق ہوا۔ انہوں نے آپ علیہ السلام سے کہا کہ آپ خوف نہ کیجئے ہم تو آپ کے پاس اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کی خوشخبری لے کر آئے ہیں۔ جب فرشتوں نے بیٹے (حضرت اسحاق علیہ السلام) کی خوشخبری سنائی تو آپ علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ علیہم السلام کو بڑا تعجب ہوا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اور ہمارے قاصد (فرشتے) ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس خوشخبری لے کر پہنچے انہیں سلام

کیا۔ انہوں نے بھی جواب میں سلام کیا پھر ابراہیم (علیہ السلام) جلد ہی ایک بھنا ہوا مچھڑا (ان کی مہمان نوازی کے لئے) لے آئے پھر جب ابراہیم (علیہ السلام) نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ تو اس (کھانے) کی طرف نہیں بڑھ رہے ہیں تو ان کو اجنبی سمجھ کر دل میں ان سے خوف محسوس کرنے لگے۔ انہوں (فرشتوں) نے کہا: ڈرو نہیں، ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ ان کی بیوی (حضرت سارہ علیہا السلام) جو (قریب ہی) کھڑی تھیں (یہ سن کر) ہنس پڑیں پھر ہم نے اسے (بیٹے) اسحاق (علیہ السلام) کی اور اسحاق (علیہ السلام) کے بعد (پوتے) یعقوب (علیہ السلام) کی خوشخبری دی۔ وہ (حضرت سارہ علیہا السلام) کہنے لگیں: وائے حیرانی، کیا (اب) میں بچہ جنوں گی جبکہ میں تو خود بھی بوڑھی ہوں اور یہ میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں۔ یہ تو یقیناً بڑی عجیب بات ہے۔ انہوں (فرشتوں) نے کہا: کیا تم اللہ کے فیصلہ پر تعجب کر رہی ہو؟ اے اس گھر کے رہنے والو، تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکات نازل ہوں۔ بے شک اللہ تعریفوں کے لائق، بڑی شان والا ہے۔“ (ہود: 11: آیات 69 تا 73)

② ”ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو اسحاق (علیہ السلام) کی خوشخبری دی جو نیک لوگوں میں سے نبی بننے والے تھے۔“ (الصُّفَّ 37: آیت 112)

③ ”(اے پیغمبر ﷺ) کیا آپ کو ابراہیم (علیہ السلام) کے معزز مہمانوں (فرشتوں) کی خبر پہنچی ہے۔ جب وہ ان (ابراہیم علیہ السلام) کے پاس آئے تو انہیں سلام کیا: انہوں نے سلام کا جواب دیا: (اور دل میں سوچا) یہ اجنبی لوگ ہیں پھر وہ خاموشی سے اپنے گھر والوں کے پاس گئے اور ایک موٹا تازہ (بھنا ہوا) مچھڑا لے آئے پھر وہ مہمانوں کو پیش کیا (ان کے نہ کھانے پر) ان سے پوچھا: تم کھاتے کیوں نہیں ہو؟ پس (اپنے دل میں) ان سے خوف محسوس کیا تو انہوں نے کہا: آپ ڈریں نہیں اور انہوں نے آپ (علیہ السلام) کو ایک اہل علم بیٹے کی خوشخبری سنائی۔ (یہ سن کر) ان کی بیوی حیرت سے آگے بڑھی اور (تعجب سے) اپنے چہرہ پر ہاتھ مارا اور کہا: میں تو ایک بانجھ اور بوڑھی عورت ہوں۔ انہوں (فرشتوں) نے کہا: تمہارے رب نے یہی فرمایا ہے بے شک وہ خوب حکمت والا، سب کچھ جاننے

والا ہے۔“ (الذاریٰ 51: آیات 24 تا 30)

﴿تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر الانعام 6: آیت 84، الحجر 15: آیات 51 تا 56،

مریم 19: آیت 49 اور العنکبوت 29: آیات 24 تا 30﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیت اللہ کو تعمیر کرتے وقت کی دعائیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو بھی حکم دیا آپ علیہ السلام نے اس کی فوراً تعمیل کی اور ہر امتحان میں کامیاب ہوئے۔ اللہ رب العزت نے آپ علیہ السلام کے کامیاب ہونے پر آپ علیہ السلام پر اپنی رحمتوں کا نزول فرماتے ہوئے آپ علیہ السلام کی اولاد میں برکتیں پیدا فرمائیں اور آپ علیہ السلام کے اعمال کو بعد میں آنے والی امتوں کے لئے عبادت بنا دیا۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہوئے تو اللہ رب العزت نے آپ علیہ السلام کو اپنا گھر تعمیر کرنے کا حکم دیا چنانچہ آپ علیہ السلام مکہ آئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر دیں۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اور (یہ بھی یاد کرو) جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہ السلام) بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے (تو وہ یہ دعا کر رہے تھے): اے ہمارے رب، اس عمل کو ہماری طرف سے قبول فرما۔ بے شک آپ ہی سب کی سننے والے، سب کچھ جاننے والے ہیں، اے ہمارے رب، ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنا لیجئے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو اپنا فرمانبردار بنا لیجئے اور ہمیں (اپنی) عبادت کے طریقے سکھا دیجئے، ہمیں بخش دیجئے بلاشبہ آپ ہی بخشنے والے، بے حد رحم کرنے والے ہیں۔“ (البقرہ 2: آیات 127 تا 128)

② ”اور (یاد کیجئے) کہ جب ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے بیت اللہ کی جگہ مقرر کر دی (اور ان سے کہا) کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا اور میرے گھر کو طواف، قیام، رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھنا اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو، تاکہ لوگ آپ کے پاس تمام دور دراز مقامات سے پیدل اور دبلے پتلے اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں۔“

(الحج 22: آیات 26 تا 27)

③ ”بے شک پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لئے بنایا گیا وہ مکہ میں ہے جو بڑا بابرکت اور تمام جہانوں کے لئے ہدایت والا ہے اس میں واضح نشانیاں ہیں (جن میں سے ایک) مقام ابراہیم بھی ہے۔ جو اس میں داخل ہو جائے وہ امن میں آ جاتا ہے۔ اللہ نے ان لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض کیا ہے جو اس کی طرف سفر کرنے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو (اس حکم کو ماننے سے) انکار کرے تو یقین مانو، اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔“ (ال عمران 3: آیات 96 تا 97)

④ ”اور ہم نے ابراہیم و اسماعیل (علیہ السلام) کو وصیت کی کہ میرے گھر کو طواف، اعتکاف اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک و صاف رکھو۔“ (البقرہ 2: آیت 125)

احادیث رسول اکرم ﷺ:

① ”حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا کہ سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد حرام۔ انہوں نے پوچھا پھر اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد اقصیٰ۔ انہوں نے پوچھا کہ ان دونوں میں کتنی مدت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: 40 سال۔ (ویسے تو) اللہ کی ساری زمین مسجد ہے جس جگہ نماز کا وقت آجائے اسی جگہ نماز پڑھ لو۔“ (بخاری، مسلم)

② ”ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لے کر بیت اللہ کی تعمیر شروع فرمادی۔ اسماعیل علیہ السلام پتھر اٹھا اٹھا کر دیتے جا رہے تھے اور خلیل اللہ علیہ السلام چٹائی کرتے جاتے تھے۔ جب دیواریں بلند ہو گئیں تو آپ ﷺ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ایک پتھر لانے کو کہا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ایک پتھر اٹھا کر لائے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر مکمل کی۔ شروع اسلام میں اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیروں کے نشان بھی موجود تھے۔ یہ پتھر آج بھی خانہ کعبہ میں مقام ابراہیم کے نام سے موجود ہے طواف کے 7 چکر پورے کرنے کے بعد اسی مقام ابراہیم کے پاس 2 رکعتیں نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

”اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ مقرر کر لو۔“ (البقرہ 2: آیت 125)

جب تعمیر کرتے وقت دیواریں کچھ بلند ہو گئیں تو اللہ رب العزت نے جنت سے ایک پتھر (حجر اسود) نازل فرمایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس کو بیت اللہ کے دیوار کے ایک کونے میں نصب کر دو۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے اسی طرح کیا۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حجر اسود کو جب جنت سے نازل فرمایا تھا تو یہ دودھ سے زیادہ سفید تھا لیکن آدم (علیہ السلام) کی اولاد کے گناہوں کو چوس چوس کر کالا ہو چکا ہے۔“ (ترمذی - عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

③ ”رسول اکرم ﷺ نے (فتح مکہ کے موقع پر) جب بیت اللہ میں (مشرکین مکہ کی رکھی ہوئی) تصاویر دیکھیں تو اس وقت تک اندر داخل نہ ہوئے جب تک کہ وہ ہٹا نہ دی گئیں۔ آپ ﷺ نے بیت اللہ میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تصاویر بھی دیکھیں کہ ان کے ہاتھوں میں تیر تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ ان مشرکین کو برباد کرے، اللہ کی قسم، ان دونوں حضرات (حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام) نے کبھی (فال لینے کے لئے) تیر نہیں پھینکے تھے۔“ (بخاری - عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

④ ”جب رسول اکرم ﷺ (فتح مکہ کے موقع پر) بیت اللہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہاں پر حضرت مریم علیہا السلام کی تصاویر رکھی ہوئی ہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا: ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، یہ تو سن چکے ہیں کہ اس گھر میں (اللہ کی رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے جہاں تصویر موجود ہو۔“ (بخاری - عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

جب بیت اللہ کی تعمیر مکمل ہونے والی تھی تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہما السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

”اے ہمارے رب، ان ہی لوگوں میں سے ایک رسول مبعوث فرمائیے جو آپ کی آیات

انہیں پڑھ کر سنائے، انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان (کے دلوں) کو پاک کر دے، یقیناً آپ سب پر غالب، خوب حکمت والے ہیں۔“ (البقرہ 2: آیت 129)

﴿مزید پڑھئے ترجمہ و تفسیر البقرہ 2: آیات 127 تا 128﴾

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہ السلام کی دعا کو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے متعین فرما کر قبول فرمایا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ جنات کے لئے بھی رسول بنا کر بھیجے گئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا، عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری اور اپنی والدہ آمنہ کا خواب ہوں۔ میری والدہ نے خواب دیکھا تھا کہ میرے جسم سے ایک ایسا نور نکلا ہے جس سے شام تک کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔“ (مسند احمد - عن عریاض بن ساریہ رضی اللہ عنہ)

﴿آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے مطالعہ کے لئے پڑھئے ہماری کتاب ”مختصر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم“﴾

﴿وضاحت: امام قسطلانی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بیت اللہ 10 مرتبہ تعمیر ہوا۔ سب سے پہلے اسے فرشتوں نے، دوسری مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام نے، تیسری مرتبہ حضرت شیث علیہ السلام نے، چوتھی مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے، پانچویں مرتبہ قوم عمالقہ نے، چھٹی مرتبہ جرہم قبیلہ نے، ساتویں مرتبہ قصی بن کلاب (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد) نے، آٹھویں مرتبہ قریش نے، نویں مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اور دسویں مرتبہ حجاج بن یوسف نے تعمیر کیا﴾

احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم:

① حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کو اصل بنیادوں پر تعمیر کیا تھا لیکن بعد میں قریش مکہ نے اسے دوبارہ تعمیر کرنے کے لئے لوگوں میں اعلان کیا کہ بیت اللہ کی تعمیر کے لئے رقم اکٹھی کرو لیکن اس کے لئے وہ رقم دو جس میں حرام کی کوئی ملاوٹ نہ ہو۔ رقم کم جمع ہونے کی وجہ سے انہوں نے بیت اللہ کا کچھ حصہ چھوڑ دیا جسے حطیم کہا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے عائشہ، کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری قوم نے کعبہ تعمیر کرتے وقت اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں سے کم کر دیا؟“ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آپ اسے دوبارہ ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر آپ کی قوم نئی مسلمان نہ ہوتی تو میں یہ ضرور کرتا (میں ابھی اسے اصل بنیادوں پر تعمیر کروں گا تو لوگ اعتراض کریں گے)۔ (بخاری - عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

② ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری یہ خواہش تھی کہ میں بیت اللہ کے اندر جا کر نماز پڑھوں (جب آپ ﷺ کو میری اس خواہش کا پتہ چلا تو) آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے حجر (حطیم) میں داخل کر دیا اور فرمایا کہ یہاں نماز پڑھ لو، یہ بھی بیت اللہ ہی کا حصہ ہے۔ آپ کی قوم (قریش مکہ) کے پاس کعبہ کی تعمیر کرتے وقت رقم کم پڑ گئی تھی جس کی وجہ سے انہوں نے اسے (حطیم کو) بیت اللہ سے الگ کر دیا۔“ (ابوداؤد)

چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زمین پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بیت اللہ کو تعمیر کیا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمانوں پر بلند ترین مقام بیت المعمور کے پاس جگہ عطا فرمائی۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”(معراج کے موقع پر) مجھے ساتویں آسمان پر لے جایا گیا تو وہاں میں نے ابراہیم علیہ السلام سے ملاقت کی جو بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے جس کا روزانہ 70 ہزار فرشتے طواف کرتے ہیں جو ایک مرتبہ طواف کر لیتے ہیں قیامت تک دوبارہ ان کی باری نہیں آئے گی۔ (بخاری، مسلم - عن مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مکہ اور اہل مکہ سے محبت اور دعائیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب سب سے زیادہ با برکت زمین پر اللہ تعالیٰ کا گھر تعمیر کر لیا تو اللہ تعالیٰ سے مکہ اور مکہ میں بسنے والوں کے لئے خیر و برکت، امن اور رزق کی فراوانی کے لئے دعائیں مانگیں جو اللہ رب العزت نے قبول فرمائیں۔
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اور (وہ وقت یاد کیجئے) جب ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی: اے میرے رب، اس شہر (مکہ مکرمہ) کو پُر امن بنا دے اور اس کے رہنے والوں میں سے جو لوگ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں، انہیں پھلوں کا رزق عطا فرما۔“ (البقرہ 2: آیت 126)

② ”جب ابراہیم (علیہ السلام) نے دعا کی: اے میرے رب، اس شہر کو امن کا شہر بنائیے۔“

(ابراہیم 14: آیت 35)

③ ”کیا انہوں (اہل مکہ) نے غور نہیں کیا کہ ہم نے حرم (مکہ) کو امن والا بنایا ہے جبکہ اس کے آس پاس سے لوگوں کو اُچک لیا جاتا ہے۔ (اردگرد کے قبائل ایک دوسرے پر چھاپے مارتے رہتے تھے اور قتل و غارتگری کا بازار گرم رہتا تھا)۔ (العنکبوت 29: آیت 67)

④ ”اور وہ (مشرکین مکہ) کہتے ہیں: اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت (دین اسلام) کی پیروی اختیار کر لیں تو ہمیں ہماری زمین سے اُچک لیا جائے گا۔ کیا ان (اہل مکہ) کو ہم نے امن والے حرم میں رہنے کی جگہ نہیں دی ہے؟ جہاں ہر قسم کے پھل ہماری طرف سے بطور رزق کھنچے آتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ (القصص 28: آیت 57)

احادیث رسول اکرم ﷺ:

① ”اللہ تعالیٰ نے جس دن زمین و آسمان بنائے، اسی دن سے اس شہر (مکہ) کو حرم (عزت والا) بنا دیا تھا۔ لہذا یہ شہر تا قیامت اللہ تعالیٰ کے حکم سے حرمت والا ہے، اس میں مجھ سے پہلے کسی کے لئے جنگ حلال نہیں ہوئی تھی اور میرے لئے بھی ایک دن ایک گھڑی کے لئے حلال ہوئی تھی۔ اب اس کی حرمت قیامت تک باقی ہے۔ نہ یہاں کا کاٹنا توڑا جائے، نہ ہی یہاں جانور کو بھگایا جائے اور نہ ہی گری پڑی چیز اٹھائی جائے، ہاں اصل مالک تک پہنچانے کے لئے اٹھانے کی اجازت ہے۔“ (بخاری۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

② رسول اکرم ﷺ نے مدینہ ہجرت کرتے وقت مکہ کی سرزمین کو مخاطب کر کے فرمایا:- ”اللہ کی قسم، تو اللہ تعالیٰ کی بہترین زمین ہے اور اللہ عزّ وجل کو بہت ہی پیاری ہے اگر مجھے ہجرت پر مجبور نہ کیا جاتا تو میں تجھے کبھی چھوڑ کر نہ جاتا۔“ (ترمذی۔ عن عبد اللہ بن عدی رضی اللہ عنہ)

③ رسول اکرم ﷺ نے مکہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:- ”تو بہت ہی عمدہ شہر ہے اور مجھے بہت زیادہ محبوب ہے اگر میری قوم مجھے نکلنے پر مجبور نہ کرتی تو میں کبھی بھی تیرے علاوہ کسی جگہ نہ رہتا۔“ (ترمذی۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام و مرتبہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے مختلف انداز میں آزمایا۔ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر آزمائش میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف ذکر فرمائی، آپ علیہ السلام پر خوب انعام و اکرام نازل فرمائے اور آپ علیہ السلام کو لوگوں کی امامت کا شرف عطا فرمایا بلکہ آپ علیہ السلام کی درخواست پر آپ علیہ السلام کی اولاد میں سے نیک لوگوں کو نبوت بھی عطا فرما کر لوگوں کی امامت کا شرف بخشا۔
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”(اے نبی ﷺ) اس کتاب (قرآن مجید) میں ابراہیم (علیہ السلام) کا واقعہ بیان کیجئے، بے شک وہ بڑے سچے نبی تھے۔“ (مریم: 19: آیت 41)

② ”اور (یاد کرو) جب ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کے رب نے کئی باتوں میں آزمایا تو وہ ان سب میں پورے اُترے۔ اللہ نے فرمایا: (اے ابراہیم علیہ السلام) میں تمہیں لوگوں کا امام بنا رہا ہوں۔ ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: میری اولاد میں سے بھی (امام بنا دیں)۔ اللہ نے فرمایا: ظالموں سے میرا یہ وعدہ نہیں ہے۔“ (البقرہ: 2: آیت 124)

③ ”اور ہم نے انہیں (ابراہیم علیہ السلام کو بیٹا) اسحاق اور (پوتا) یعقوب (علیہ السلام) عطا فرمائے اور ان کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھ دی اور ہم نے دنیا میں بھی انہیں ان کا اجر عطا فرمایا اور آخرت میں بھی، یقیناً وہ نیک لوگوں میں سے ہوں گے۔“ (العنکبوت: 29: آیت 27)

④ ”اور ہم نے ان (ابراہیم علیہ السلام) کو اسحاق اور یعقوب (علیہ السلام) عطا فرمائے ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی تھی اور اس سے پہلے ہم نے نوح (علیہ السلام) کو بھی ہدایت دی تھی اور ان کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون (علیہ السلام) کو بھی (ہدایت دی تھی) اور نیک کام کرنے والوں کو ہم اسی طرح اچھا بدلہ دیا کرتے ہیں اور (نیز اسی کی اولاد سے) زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس (علیہ السلام) کو بھی (ہدایت دی تھی) اور یہ سب نیک لوگوں میں سے تھے اور (ان کے علاوہ) اسماعیل، یسع، یونس اور لوط (علیہ السلام) کو بھی (سیدھا

راستہ دکھایا) اور (ان میں سے) ہر ایک کو ہم نے تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔
(الانعام: 6: آیات 84 تا 86)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر الحدید 57: آیت 26﴾

حدیث رسول اکرم ﷺ:

”اے لوگو، تم (قیامت کے دن) ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بے ختنہ (میدان) محشر میں جمع کئے جاؤ گے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (ترجمہ) ”جیسے ہم نے پہلی بار پیدا کیا ویسے ہی دوبارہ بھی پیدا کریں گے، ہم اس کا وعدہ کر چکے ہیں جس کو ضرور پورا کریں گے۔ (الانبیاء: 21: آیت 104)۔ قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔“ (بخاری۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ تک تمام انبیاء علیہم السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہی آئے۔ یعنی جس نبی پر کوئی کتاب نازل ہوئی وہ آپ علیہ السلام کی اولاد میں سے ہی تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا آپ علیہ السلام پر بہت بڑا انعام تھا جس میں کوئی اور شریک نہیں ہو سکا۔ اللہ رب العزت نے آپ علیہ السلام کو حضرت حاجرہ علیہا السلام سے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام سے حضرت اسحاق علیہ السلام عطا فرمائے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام سے حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے، جنہیں اسرائیل بھی کہا جاتا ہے اور ان کی اولاد کو بنی اسرائیل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے بہت سے نبی مبعوث ہوئے جن کا سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہو گیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے صرف ایک ہی نبی حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوئے جنہیں پوری کائنات کے لوگوں کے لئے نبی اور رسول (ﷺ) بنا کر بھیجا گیا اور انہیں وہ مقام و مرتبہ عطا کیا گیا جو آپ ﷺ سے پہلے کسی کو نہیں ملا۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”(قیامت کے دن) میں ایسے مقام پر فائز ہوں گا کہ تمام لوگ یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی میری طرف راغب ہو رہے ہوں گے۔“

(مسلم۔ عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے نہ صرف لوگوں کا امام بنایا بلکہ آپ علیہ السلام کو بنی نوع انسان کا پیشوا بنا دیا تاکہ وہ آپ علیہ السلام کے نقش قدم پر چلیں اور آپ علیہ السلام کی سیرت طیبہ سے راہ نمائی حاصل کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شمار 5 اولوالعزم (پختہ عزم والے) پیغمبروں میں ہوتا ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خاص طور پر نام لے کر ذکر فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مذہب والے (یہودی، عیسائی اور مشرکین) نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف نسبت کرنے میں فخر کا اظہار کیا لیکن اللہ رب العزت نے ہر ایک کے دعویٰ کو رد کر دیا اور یہ بتا دیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے قریب وہی لوگ ہیں جو ان کی پیروی کرنے والے ہیں۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ وہ موحد مسلمان (صرف اللہ کی بندگی کرنے والے) تھے، وہ ہر گز مشرکوں میں سے نہ تھے۔ ابراہیم علیہ السلام سے نسبت رکھنے کے سب سے زیادہ حقدار وہی لوگ ہیں جنہوں نے اُن کی پیروی کی اور اب یہ نبی (محمد ﷺ) اور اس پر ایمان لانے والے (ان سے نسبت رکھنے کے زیادہ حقدار) ہیں اور اللہ صرف مومنوں کا دوست ہے۔“ (ال عمران 3: آیات 67 تا 68)

② ”(اے نبی ﷺ یاد کریں) جب ہم نے تمام انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا اور (بالخصوص) آپ، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہم السلام سے اور ہم نے ان سب سے بڑا پکا عہد لیا۔“ (الاحزاب 33: آیت 7)

③ ”اسی نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جس کے قائم کرنے کا حکم اس نے نوح علیہ السلام کو دیا تھا اور جو ہم نے آپ کو بذریعہ وحی دیا ہے اور جس کی وصیت ہم ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو کر چکے ہیں (ہم نے سب کو یہ کہا تھا) کہ دین کو قائم کرو اور اس میں اختلاف پیدا نہ کرو۔“ (الشوریٰ 42: آیت 13)

یہود و نصاریٰ اور مشرکین میں سے ہر ایک کا دعویٰ یہ تھا کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام

کے مذہب اور طریقہ کار کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اللہ رب العزت نے ان کے دعویٰ کی تردید فرماتے ہوئے یہ وضاحت کر دی کہ تورات اور انجیل تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد اتریں وہ تمہارے ہم مذہب کیسے ہو سکتے ہیں؟

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اے اہل کتاب، تم ابراہیم (علیہ السلام) کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو؟ حالانکہ تورات اور انجیل تو ان (ابراہیم علیہ السلام) کے بعد اتری ہیں پھر تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے ہو؟“

(ال عمران 3: آیت 65)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر البقرہ 2: آیات 130 تا 141، النساء 4: آیت 125،

الانعام 6: آیات 161 تا 163 اور النحل 16: آیات 120 تا 123﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات:

حضرت ابراہیم علیہ السلام 175 سال کی عمر میں فوت ہوئے اور اپنی زوجہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام کے قریب (ایک غار حبرون میں) دفن ہوئے۔ آپ علیہ السلام کے کفن دفن کا اہتمام آپ علیہ السلام کے بیٹوں اسماعیل و اسحاق (علیہما السلام) نے کیا۔ آج کل وہ جگہ النخیل کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں سب سے پہلے مصر کے قبطی خاندان سے تعلق رکھنے والی خاتون حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ ان کے بعد آپ علیہ السلام کی پہلی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام سے حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت سارہ علیہا السلام کی وفات کے بعد آپ علیہ السلام نے قنطورا بنت یقطن کنعانیہ سے شادی کی جن سے 6 بیٹے پیدا ہوئے جن میں سے 5 کے نام معلوم ہو سکے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

① مدین ② زمران ③ سرج ④ یقشان ⑤ نشق

ان کے بعد آپ علیہ السلام نے جحون بنت امین سے شادی کی جس سے 5 بیٹے پیدا ہوئے:

① کیسان ② سورج ③ اُمیم ④ لوطان ⑤ نانس۔ (التعریف والاعلام لابن القاسم سہیلی)

حضرت لوط علیہ السلام

حضرت لوط علیہ السلام کا نسب نامہ:

لوط (علیہ السلام) بن ہاران بن تارح (آزر) بن ناحور بن ساروح بن راغو بن فالخ بن عبید بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلاییل بن قینان بن یانیش بن شیث بن آدم (علیہ السلام)۔ (سیرت نبوی ص ۱۰۸ - ابن ہشام رحمہ اللہ)

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہاران بن تارح (آزر) کے بیٹے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت پر ایمان اور ہجرت: فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”پس لوط (علیہ السلام) ابراہیم (علیہ السلام) پر ایمان لے آئے۔“ (العنکبوت: 29: آیت 26)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب قوم کو توحید کی دعوت پیش کی تو خاندان کے افراد سمیت پوری قوم آپ علیہ السلام کی مخالف ہو گئی اور آپ علیہ السلام کے خلاف سازشیں کرنے لگی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت توحید پر آپ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام اور آپ علیہ السلام کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے آپ علیہ السلام نے اپنے خاندان اور قوم کو چھوڑ کر ملک شام کی طرف ہجرت کی تو اس وقت آپ علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام اور آپ علیہ السلام کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کرنے کے بعد شام کی سرزمین میں قیام کیا۔

حضرت لوط علیہ السلام کی سدوم میں رہائش:

ملک شام پہنچنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کو اسلام کے احکامات سکھا کر ”غور زغر“ کے علاقے سدوم شہر میں رہائش اختیار کرنے اور وہاں کے

لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف بلانے کی ذمہ داری سونپی۔ سدوم اور اس کے آس پاس کے علاقے بڑے زرخیز تھے، یہاں کے رہائشی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے بجائے مہلک ترین گناہوں میں مبتلا ہو چکے تھے۔ اللہ رب العزت نے حضرت لوط علیہ السلام کو بھی نبوت سے سرفراز فرمایا اور انہیں اپنی قوم کو برائیوں سے باز رکھنے کا حکم دیا۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو دعوت و تبلیغ:

حضرت لوط علیہ السلام کو اللہ عز وجل نے سدوم، عموریہ اور آس پاس کی دیگر بستیوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا۔ آپ علیہ السلام جب سدوم شہر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں کے لوگ شرک اور آخرت کے انکار کے ساتھ ساتھ دیگر بہت سی برائیوں میں مبتلا تھے۔ وہ مسافروں سے لوٹ مار کرتے، راہ چلنے والوں پر پتھر مارتے اور آپس میں مینڈھے اور مرغے لڑاتے تھے۔ لوگوں نے ان سے تنگ آ کر ان کی بستیوں کے پاس سے گزرنا چھوڑ دیا تھا۔ ان میں ایک بہت ہی فقیح برائی (مردوں سے جنسی تسکین) پائی جاتی تھی۔ یہ ایک ایسی بے حیائی تھی جس کا ارتکاب اس قوم سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔ یہ قوم اپنی اس بدکرداری کو عیب سمجھنے کے بجائے فخر کے طور پر ذکر کرتی تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو بڑے نرم لہجے میں بے حیائی اور حرام کاموں کے ارتکاب پر گزشتہ اقوام کو ملنے والی سزائیں بتاتے ہوئے شرافت اور پاک دامن زندگی گزارنے کی تعلیم دی اور انہیں بتایا کہ اے میری قوم، تم اپنے آپ کو انسانیت کے معیار سے نیچے گرا چکے ہو۔ حیوانی شہوت نے تمہاری عقلوں پر پردہ ڈال دیا ہے کہ تم ان عورتوں کو چھوڑ کر جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے سکون کے لئے پیدا کیا ہے، مردوں سے بدفعی کا ارتکاب کرتے ہو۔ تم حدود کو تجاوز کر چکے ہو۔ اب بھی تمہارے پاس وقت ہے کہ تم جرائم اور برائیوں کو چھوڑ کر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بن کر زندگی گزارو اسی میں تم سب کی بھلائی ہے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”جب انہیں ان کے بھائی لوط (علیہ السلام) نے کہا: کیا تم (اللہ کے عذاب کا) خوف نہیں

رکھتے ہو؟ یقیناً میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں لہذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو صرف رب العالمین کے ذمہ ہے۔ کیا تم (جنسی تسکین کے لئے) دنیا والوں میں سے مردوں کے پاس جاتے ہو اور تم اپنی وہ بیویاں چھوڑ دیتے ہو جو تمہارے رب نے تمہارے لئے پیدا کی ہیں بلکہ تم لوگ تو حد (ہی) سے گزر چکے ہو۔“ (اشعرآء: 26: آیات 161 تا 166)

② ”اور (ہم نے) لوط (ؑ) کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے بھی نہیں کیا۔ تم جنسی خواہش پوری کرنے کیلئے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے ہو بلکہ تم تو (بالکل ہی انسانیت کی) حد سے گزر جانے والے ہو۔“ (الاعراف: 7: آیات 80 تا 81)

③ ”اور لوط (ؑ) نے جب اپنی قوم سے فرمایا: تم بے حیائی کا ارتکاب کر رہے ہو جو تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہیں کی۔ کیا تم (جنسی تسکین کے لئے) مردوں کے پاس جاتے ہو، مسافروں کو لوٹتے اور اپنی مجالس میں بے حیائی کے کام کرتے ہو۔“

(العنکبوت: 29: آیات 28 تا 29)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر النمل: 27: آیات 54 تا 55﴾

احادیث رسول اکرم ﷺ:

① ”(قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ اس آدمی کی طرف ہر گز (نظر رحمت سے) نہیں دیکھیں گے جو کسی مرد یا عورت سے بدفعی کا ارتکاب کرے۔“ (ترمذی۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

② ”تم جس شخص کو بھی قوم لوط والا عمل (بدفعی) کرتے ہوئے دیکھو تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔“ (ابوداؤد۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

﴿وضاحت: فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کرنے کا حکم اس وقت ہے جب بدفعی میں

دونوں کی رضا مندی ہو، اگر مفعول پر زبردستی کی گئی ہو تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا﴾

قوم کا حضرت لوط علیہ السلام سے سلوک :

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو خوب وعظ و نصیحت کی اور انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے پر عذاب الہی کا خوف دلایا لیکن انہوں نے وعظ و نصیحت کو قبول کرنے کی بجائے حضرت لوط علیہ السلام کو جھٹلا دیا اور کہا کہ آپ پاک دامن رہنا چاہتے ہیں تو ہمارے علاقے سے نکل جائیں، جس عذاب سے آپ ہمیں ڈرا رہے ہیں وہ بھی لے آئیں ہم پھر بھی اپنی اس حرکت سے باز نہیں آئیں گے۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

① ”قوم لوط نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔“ (اشعرآء 26: آیت 160)

② ”قوم لوط نے کہا: اے لوط (علیہ السلام) اگر تم اس (تبلیغ) سے باز نہ آئے تو تمہیں جلا وطن کر دیا جائے گا۔“ (اشعرآء 26: آیت 167)

③ ”ان (لوط علیہ السلام) کی قوم کا جواب بس یہی تھا کہ وہ (آپس میں) کہنے لگے ان لوگوں (لوط علیہ السلام) اور ان پر ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔“ (الاعراف 7: آیت 82)

④ ”پس ان کی قوم کا جواب یہی تھا کہ انہوں نے کہا: اگر تم سچے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ۔“ (العنکبوت 29: آیت 29)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر القمر 54: آیت 33﴾

حضرت لوط علیہ السلام کی اللہ کے حضور دعا:

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو بڑے نرم لہجے میں وعظ و نصیحت کی لیکن چند لوگوں کے علاوہ کسی پر بھی اس کا اثر نہ ہوا اور قوم نے آپ علیہ السلام کو مختلف تکالیف پہنچانے کے ساتھ ساتھ عذاب کا مطالبہ بھی کر دیا۔ آپ علیہ السلام نے اللہ کے حضور دعا مانگی۔

فرمان الہی ہے: ① رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ

(ترجمہ) ”اے میرے رب، ان فسادی لوگوں کے مقابلہ میں میری مدد فرما۔“

(العنکبوت 29: آیت 30)

② رَبِّ نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ

(ترجمہ) ”اے میرے پروردگار، جو یہ کام کر رہے ہیں اس (معاشرہ) سے مجھے اور

میرے اہل و عیال کو نجات دے۔“ (الشعراء 26: آیت 169)

وضاحت: شریر لوگوں کے شر سے بچنے کے لئے آپ بھی مندرجہ بالا دعائیں بار بار پڑھئے ﴿

حضرت لوط علیہ السلام کی دعا قبول اور فرشتوں کی آمد:

جب حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے قوم کے خلاف مدد طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لئے فرشتے بھیجے اور انہیں یہ بھی حکم دیا کہ وہ قوم لوط کو ہلاک کرنے سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے بیٹے اسحاق اور پوتے یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری بھی دیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور انہیں بیٹے اور پوتے کی خوشخبری سنائی پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ بھی بتایا کہ ہمیں قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب فرشتوں کی زبانی قوم لوط کی ہلاکت کی خبر سنی تو ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے قوم لوط کی جانب سے دفاع کے طور پر کہنے لگے کہ تم اس قوم کو کیسے ہلاک کرنے جا رہے ہو جس میں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی لوط علیہ السلام بھی موجود ہیں۔ فرشتوں نے عرض کیا: ہم یہ سب جانتے ہیں، ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم پوری قوم کو ہلاک کر دیں سوائے لوط علیہ السلام اور ان کے خاندان کے۔ البتہ لوط علیہ السلام کی بیوی بھی عذاب الہی کا شکار ہوگی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے (اسحاق علیہ السلام کی) خوشخبری لے کر ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں (فرشتوں) نے (یہ خوفناک خبر دیتے ہوئے) کہا کہ ہم اس

بستی (سدوم) والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں اس لئے کہ یہاں کے رہنے والے ظالم (گناہ گار) ہیں۔ ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: وہاں تو لوط (علیہ السلام) بھی موجود ہیں (تم انہیں کیسے ہلاک کرو گے؟) فرشتوں نے کہا: ہم خوب جانتے ہیں کہ وہاں کون کون ہیں؟ بلاشبہ ہم لوط (علیہ السلام) اور ان کے خاندان کو بچالیں گے سوائے ان کی بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی۔“ (العنکبوت 29: آیات 31 تا 32)

② ”جب ابراہیم (علیہ السلام) کا ڈر اور خوف جاتا رہا اور انہیں بیٹے اور پوتے کی خوشخبری مل چکی تو وہ (ابراہیم علیہ السلام) ہم (ہمارے بھیجے ہوئے فرشتوں) سے قوم لوط کے بارے میں بحث کرنے لگے۔ یقیناً ابراہیم (علیہ السلام) بڑے نرم مزاج، نرم دل اور بہت زیادہ اللہ کی طرف جھکنے والے تھے۔“ (ہود 11: آیات 74 تا 75)

③ ”ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: اے (اللہ کے) بھیجے ہوئے فرشتو، تمہارا (یہاں آنے کا) کیا مقصد ہے؟ انہوں (فرشتوں) نے جواب دیا: ہم ایک مجرم قوم (لوط) کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ہم ان پر مٹی کے (ٹھیکری نما) پتھر برسائیں۔ جو حد سے گزر جانے والوں (کی ہلاکت) کے لئے آپ کے رب کی طرف سے نشان زدہ ہیں۔ پس اس بستی میں جو بھی مومن تھے، ہم نے انہیں نکال لیا ہے۔ پس ہم نے وہاں سوائے ایک گھر کے مسلمانوں کا کوئی گھر نہیں پایا اور ہم نے اس میں لوگوں کے لئے ایک نشانی چھوڑ دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔“ (الذاریت 51: آیات 31 تا 37)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر الحجر 15: آیات 61 تا 64﴾

قوم لوط کا حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کے ساتھ برا سلوک:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے اور پوتے کی خوشخبری دینے کے بعد وہ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس نہایت حسین و جمیل نوجوان لڑکوں کی صورت میں مہمان بن کر سدوم پہنچے۔ حضرت لوط علیہ السلام ان خوبصورت مہمانوں کو دیکھ کر گھبرا گئے اور اس بات سے ڈرے کہ ان کی بدبخت قوم ان مہمانوں کے ساتھ کہیں برا سلوک نہ کرے۔ حضرت لوط علیہ السلام ابھی اسی فکر میں تھے کہ قوم کے لوگوں کو آپ علیہ السلام کے پاس آنے والے مہمانوں کے بارے میں

معلوم ہو گیا اور انہوں نے آکر حضرت لوط علیہ السلام سے یہ مطالبہ کیا کہ انہیں ہمارے حوالے کرو تاکہ ہم ان سے اپنی جنسی خواہش پوری کریں۔ آپ علیہ السلام بہت غمگین ہو گئے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی پریشانی کو دیکھ کر فرشتوں نے کہا: آپ ہماری ظاہری صورتوں کو دیکھ کر گھبرائیں نہیں ہم انسان نہیں بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جو آپ علیہ السلام کی دعا کے نتیجے میں آپ علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لئے آئے ہیں، تب آپ علیہ السلام کو اطمینان ہو گیا۔
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”پھر جب ہمارے قاصد (فرشتے نہایت خوبصورت کم عمر نوجوان لڑکوں کی شکل میں) لوط (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو وہ (لوط علیہ السلام) ان کی وجہ سے غمگین ہو گئے اور دل ہی دل میں گھٹن محسوس کرنے لگے (کہ ان خوب صورت نوجوانوں کو میں اپنی قوم کی بدفعی سے کیسے بچاؤں گا؟) قاصدوں نے کہا: آپ خوف نہ کھائیے اور نہ ہی غم زدہ ہوں۔ ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچالیں گے سوائے آپ کی بیوی کے وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی۔ ہم اس بستی والوں پر ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں اور بلاشبہ ہم نے اس بستی کو ان لوگوں کے لئے عبرت کی نشانی بنا دیا ہے جو عقل رکھتے ہیں۔“ (العنکبوت 29: آیات 33 تا 35)

② ”جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو وہ ان کی وجہ سے بہت غمگین ہوئے اور دل ہی دل میں کڑھنے لگے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بڑی مصیبت کا دن ہے (آخر کار لوط علیہ السلام خاموشی سے انہیں اپنے گھر لے آئے لیکن آپ علیہ السلام کی بیوی نے قوم کو ان مہمانوں کی خبر دے دی) اور ان (لوط علیہ السلام) کی قوم کے لوگ دوڑتے ہوئے ان کے پاس آ پہنچے، جبکہ وہ تو پہلے ہی سے برائیوں کا ارتکاب کیا کرتے تھے۔ لوط (علیہ السلام) نے (بڑے مشفقانہ انداز میں سمجھاتے ہوئے) کہا: اے میری قوم، یہ میری (قوم کی) بیٹیاں موجود ہیں، یہ تمہارے لئے پاکیزہ ہیں، لہذا تم (ان سے نکاح کرلو) اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کو پریشان کر کے مجھے رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی سمجھدار آدمی نہیں ہے؟“ (ہود 11: آیات 77 تا 78)

③ ”اور شہر (سدوم) والے (لوط علیہ السلام) کے پاس خوشیاں مناتے ہوئے (بدکاری کی نیت سے) آئے۔ لوط (علیہ السلام) نے کہا: یہ لوگ میرے مہمان ہیں، لہذا تم مجھے رسوا نہ کرو، اللہ سے ڈرو اور مجھے ذلیل نہ کرو۔ انہوں (قوم لوط) نے کہا: کیا ہم نے تجھے دنیا والوں (کی حمایت) سے روکا نہیں ہے؟ لوط (علیہ السلام) نے کہا: اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے تو یہ میری (قوم کی) بیٹیاں موجود ہیں (تم ان سے نکاح کر لو)۔“ (الحجر: 15: آیات 67 تا 71)

④ ”انہوں (قوم لوط) نے جواب دیا (اے لوط علیہ السلام) تم بخوبی جانتے ہو کہ ہمیں تو تمہاری (قوم کی) بیٹیوں کی کوئی خواہش نہیں ہے اور تم تو ہماری چاہت سے بخوبی واقف ہو۔ لوط (علیہ السلام) نے کہا: کاش کہ مجھ میں تم سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی (کہ میں تمہیں سیدھا کر دیتا) یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لے لیتا۔“ (ہود: 11: آیات 79 تا 80)

حدیث رسول اکرم ﷺ:

”اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحمتیں نازل فرمائے کیونکہ وہ ایک مضبوط سہارا (اللہ تعالیٰ) کی پناہ لیتے تھے۔ (یعنی ابراہیم علیہ السلام نے انہیں سدوم شہر کی طرف اکیلے ہی بھیجا تھا ان کا وہاں کوئی کنبہ قبیلہ اور خاندان نہیں تھا اور بیوی بھی کافرہ تھی)۔“ (بخاری - عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

حضرت لوط علیہ السلام اور مومنین کی عذاب الہی کی آمد سے قبل ہجرت:

عذاب الہی کی آمد سے پہلے ہی حضرت لوط علیہ السلام اپنے خاندان اور مومنین کو لے کر رات ہی رات میں سدوم سے ہجرت کر گئے۔ آپ علیہ السلام کی بیوی نے آپ علیہ السلام کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا۔ آخر کار جب رات کا آخری حصہ آیا، اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام سے کئے ہوئے وعدہ کے مطابق ایک زور دار چیخ بھیجی جس نے قوم لوط کے دل ہلا کر رکھ دیئے، فرشتوں نے انہیں زمین سے اٹھا کر آسمان کی طرف بلند کیا اور پلٹا کر دوبارہ زمین کی طرف پھینک دیا پھر ان پر نشان زدہ مخصوص پتھروں کی بارش برسائی جس سے وہ تباہ و برباد ہو گئے۔ اس واقعہ کو اللہ رب العزت نے بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت بنا دیا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”جب رات کا کچھ حصہ باقی رہ جائے تو آپ اپنے خاندان (ایمان والوں) کو لے کر

یہاں سے نکل جائیے اور آپ ان (اپنے خاندان) کے پیچھے چلے اور تم سب لوگوں میں سے کوئی بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے اور جہاں جانے کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے وہاں چلے جائیے۔ ہم نے اسے (لوط علیہ السلام کو اپنا) یہ فیصلہ سنا دیا کہ صبح ہوتے ہی ان مجرموں کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔“ (الحجر: 15: آیات 65 تا 66)

② ”فرشتوں نے (آپ کو پریشان دیکھ کر) کہا: اے لوط، بے شک ہم آپ کے رب کے فرشتے ہیں، یہ لوگ ہرگز آپ پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔ پس آپ اپنے گھر والوں (مومنین) کو لے کر (اپنی بستی سے) رات گئے نکل جائیں۔ آپ میں سے کوئی بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے، سوائے آپ کی بیوی کے، اس لئے کہ اسے بھی وہی (عذاب) پہنچنے والا ہے جو ان سب کو پہنچے گا، یقیناً ان کے عذاب کا مقررہ وقت صبح ہے، کیا صبح بالکل قریب نہیں؟ پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا تو ہم نے اس بستی (کو الٹ کر اس) کے اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور ان پر تہہ بہ تہہ کنکر لیلے پتھر برسائے۔ (جن میں سے ہر پتھر پر تمہارے رب کی طرف سے نشان لگے ہوئے تھے اور وہ (بستی) ان ظالموں (قریش مکہ) سے کچھ بھی دور نہیں ہے۔“ (ہود: 11: آیات 81 تا 83)

③ ”آخر کار ہم نے انہیں اور ان کے تمام اہل و عیال کو نجات عطا فرمائی۔ سوائے اس بڑھیا (لوط علیہ السلام کی بیوی) کے جو پیچھے رہنے والوں میں سے تھی پھر باقی تمام لوگوں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور ہم نے ان پر (پتھروں کی) بارش برسائی۔ پس بڑی ہی بُری بارش تھی جو ان ڈرائے گئے لوگوں پر برسی۔ بے شک اس میں بھی عبرت ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ ایمان والے نہیں تھے۔“ (الشعراء: 26: آیات 170 تا 174)

④ ”اور یقیناً اس (لوط علیہ السلام) نے انہیں ہماری پکڑ سے ڈرایا تھا مگر انہوں نے اس تنبیہ (ڈرانے والی بات) میں شک کیا اور انہوں نے اس (لوط علیہ السلام) سے ان کے مہمانوں (سے برائی) کا مطالبہ کیا، پس ہم نے ان کی آنکھوں کو بے نور بنا دیا (اور کہہ دیا) تم میرے عذاب اور میری تنبیہ کا مزا چکھو اور یقینی بات یہ ہے کہ صبح سویرے ہی انہیں دائمی (ہمیشہ کے) عذاب نے آگھیرا۔ پس تم میرے عذاب اور تنبیہ کا مزہ چکھو۔“

(القصص: 54: آیات 36 تا 39)

⑤ ”اور اسی (اللہ) نے (قوم لوط کی) بستیوں کو الٹ کر زمین پر دے مارا پھر ان بستیوں کو اس (پتھروں کی بارش) نے ڈھانپ لیا۔“ (النجم: 53: آیات 53 تا 54)

⑥ ”پھر ہم نے انہیں (لوط علیہ السلام) اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا، سوائے ان کی بیوی کے وہ پیچھے رہنے (ہلاک ہونے) والوں میں ہی رہی اور ہم نے ان پر خصوصی (پتھروں کی) بارش برسائی، پس آپ دیکھ لیجئے (ان) مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔“ (الاعراف: 7: آیات 83 تا 84)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر ائمل: 27: آیات 57 تا 58،

الصُّفَّت 37: آیات 133 تا 137 اور الحجر 15: آیات 73 تا 77﴾

قوم لوط کو ہلاک کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان بستیوں کی جگہ ایک بدبودار جھیل (بحر میت کے نام سے) بنا دی جس کے پانی اور ارد گرد کی زمین سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی عظمت، قدرت اور اس کی پکڑ کی ایک نشانی ہے۔ سمجھ دار لوگ قوم لوط کے انجام سے سبق حاصل کرتے ہوئے ان برائیوں (ہم جنس پرستی وغیرہ) سے بچتے ہیں جو ان کے اندر موجود تھیں۔ جبکہ بے سمجھ لوگ ان جرائم کا ارتکاب کر کے اپنے آپ کو عذاب الہی کا مستحق بنا لیتے ہیں جن کی وجہ سے قوم لوط ہلاک ہوئی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم سب کو ان جرائم سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے جو قوم لوط کی ہلاکت کا سبب بنے اور ہمیشہ ہم پر اپنی رحمت کا نزول فرمائے تاکہ ہماری دنیا کی زندگی بھی خوشحالی میں گزرے اور آخرت میں بھی جنت الفردوس کا داخلہ نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول کے لئے یہ دعا پڑھئے:

اللَّهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُو فَلَا تَكِلْنِي إِلَىٰ نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ وَاصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ

”اے اللہ، میں آپ کی رحمت کا طلبگار ہوں، مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کرنا اور میرے تمام معاملات درست فرما دیجئے آپ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے۔“ (ابوداؤد۔ عن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ)

حضرت اسماعیل علیہ السلام

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نسب نامہ:

اسماعیل بن ابراہیم الخلیل (علیہ السلام) بن تارح (آزر) بن ناحور بن ساروح
بن راغو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن
لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلاییل بن
قینان بن یانش بن شیث بن آدم (علیہ السلام) - (سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم - ابن ہشام رحمہ اللہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹوں میں سب سے زیادہ مشہور 2 بیٹے ہوئے جنہیں
اللہ عز وجل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کئے ہوئے وعدہ کے مطابق نبوت و رسالت کے
منصب پر فائز فرمایا۔ ان میں سے ایک حضرت اسماعیل اور دوسرے حضرت اسحاق علیہ السلام
ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑھاپے کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے نیک اولاد کی دعا مانگی تو
اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا قبول فرماتے ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حضرت حاجرہ علیہا السلام کے
بطن سے پیدا فرمایا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی اے میرے رب، مجھے نیک بیٹا عطا فرما۔ پس (جواباً) ہم
نے انہیں (ایک) بردبار بیٹے کی خوشخبری دی۔“ (الصُّفَّت 37: آیات 100 تا 101)

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر 86 سال ہوئی تو حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔
ابھی آپ علیہ السلام دودھ پیتے بچے ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آپ اور آپ
کی والدہ علیہا السلام کو غیر آباد جگہ بیت اللہ کے قریب چھوڑنے کا حکم دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام
اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ اور آپ کی والدہ علیہا السلام کو بیت اللہ کے قریب
چھوڑ آئے اور کچھ کھانے پینے کی اشیاء بھی انہیں دے آئے۔ جب کھانے پینے کی اشیاء ختم
ہو گئیں، حضرت حاجرہ علیہا السلام کو بھی پیاس لگی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی پیاس ہو گئے۔
حضرت حاجرہ علیہا السلام پانی کی تلاش میں قریبی پہاڑی صفا پر گئیں وہاں کوئی نظر نہیں آیا تو مروہ

پر آئیں ، وہاں پر بھی کوئی نظر نہیں آیا۔ اسی طرح پانی کی تلاش میں انہوں نے 7 چکر لگائے۔ آخر کار حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیوں کی جگہ پر اللہ تعالیٰ نے پانی کا چشمہ (زم زم) جاری کر دیا۔ جب صحرا میں پانی نکل آیا تو جرہم قبیلہ کے لوگ وہاں آ کر آباد ہو گئے۔ جرہم قبیلہ چونکہ عربوں کا ایک فصیح و بلیغ قبیلہ تھا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عربی زبان انہی سے سیکھی۔ جب آپ علیہ السلام کچھ بڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی پیش کرتے ہوئے دکھایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کے سامنے اپنا خواب ذکر کیا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے لئے قربان ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ آخر کار اللہ عز و جل نے آپ علیہ السلام کی جگہ پر ایک مینڈھ کو قربان کروا کر آپ علیہ السلام کی سنت (قربانی) کو بعد میں آنے والوں کے لئے جاری کر دیا۔

﴿تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ وتفسیر الصُّفَّت 37: آیات 102 تا 111﴾

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صفات :

حضرت اسماعیل علیہ السلام انتہائی نیک ، بڑے صبر و تحمل والے ، وعدہ کے سچے اور بات کے پکے تھے۔ آپ علیہ السلام اپنے رب سے جو وعدہ کرتے اسے پورا کرتے تھے۔ فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

① ”اور آپ اسماعیل ، یسع اور ذوالکفل (علیہ السلام) کا ذکر بھی کیجئے ، یہ سب ہی نیک لوگوں میں سے تھے۔“ (ص 38: آیت 48)

② ”اس کتاب میں اسماعیل (علیہ السلام) کا واقعہ بھی بیان کیجئے ، وہ وعدہ کے بڑے ہی سچے اور وہ رسول اور نبی تھے۔“ (مریم 19: آیت 54)

③ ”اور اسماعیل ، ادریس اور ذوالکفل (علیہ السلام) کو بھی یاد کیجئے ، یہ سب بڑے صبر کرنے والے لوگ تھے اور ان سب کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا ، یہ سب ہی نیک لوگ تھے۔“ (الانبیاء 21: آیات 85 تا 86)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی :

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ ہاجرہ علیہا السلام کو

مکہ مکرمہ میں غیر آباد جگہ (بیت اللہ کے قریب) چھوڑ کر واپس جا رہے تھے تو راستہ میں اس سرزمین کے لئے خوب دعائیں مانگیں جن کی بدولت مختلف قبائل آ کر اس جگہ آباد ہو گئے۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہوئے تو جرہم قبیلہ والوں نے اپنی ایک لڑکی سے آپ علیہ السلام کی شادی کر دی۔

حدیث رسول اکرم ﷺ:

”جب حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہوئے تو آپ علیہ السلام اس قدر خوبصورت تھے کہ سب کی نظریں آپ علیہ السلام کی طرف اٹھتی تھیں۔ چنانچہ جرہم قبیلہ والوں نے آپ علیہ السلام کی اپنے قبیلہ کی ایک لڑکی (عمارہ بنت سعد بن اسامہ بن اکیل عمالیقی) سے شادی کر دی۔ آپ علیہ السلام کی والدہ محترمہ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی خبر گیری کے لئے (فلسطین سے) مکہ مکرمہ تشریف لائے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو گھر میں موجود نہ پایا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی سے ان کے گزر بسر کے متعلق پوچھا۔ بہو نے (ناشکری کا اظہار کرتے ہوئے) کہا: ہمارے حالات بڑے خراب ہیں اور ہم بڑی تنگی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی یہ گفتگو اچھی نہ لگی اور ان سے فرمایا: جب تمہارے شوہر گھر آئیں تو انہیں میرا سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ اپنے گھر کی دہلیز کو تبدیل کر دو۔ (یہ کہنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس فلسطین چلے گئے) جب حضرت اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو انہیں اپنی عدم موجودگی میں کسی کے آنے کا احساس ہوا، انہوں نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ آپ کے پاس کون آیا تھا؟ اس نے بتایا کہ اس شکل و صورت کے ایک بزرگ آئے تھے اور مجھ سے گزر و بسر کے متعلق پوچھا تو میں نے انہیں ساری صورتحال سے آگاہ کر دیا۔ انہوں نے آپ کو سلام بھی کہا ہے اور آپ کے لئے یہ پیغام بھی چھوڑا ہے کہ اپنے دروازے کی دہلیز کو تبدیل کر دو۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا: وہ تشریف لانے والے میرے والد محترم تھے اور انہوں نے تمہیں جدا کرنے (طلاق دینے) کا حکم دیا ہے اس لئے (میں تمہیں طلاق دیتا ہوں لہذا) تم اپنے اہل خانہ کے پاس چلی جاؤ۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پھر دوسری عورت (سیدہ بنت مضاض بن عمرو جرہمی) سے شادی کر لی۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے،

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پھر گھر میں موجود نہ پایا۔ بہو سے گزر و بسر کے متعلق پوچھا، اس نے (اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کا اظہار کرتے ہوئے) کہا: ہم اللہ کے فضل و کرم سے خیریت سے ہیں اور خوشحال زندگی گزار رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ تمہاری خوراک کیا ہے؟ بہو نے جواب دیا: گوشت۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: تم کیا پیتے ہو؟ بہو نے جواب دیا: پانی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت یہ دعا مانگی: اے اللہ، ان کے لئے گوشت اور پانی میں خوب برکت پیدا فرما۔ (آپ ﷺ نے فرمایا: ”حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت اب تک چلی آ رہی ہے۔“) پھر آپ ﷺ نے بہو سے فرمایا: جب تمہارے شوہر آئیں تو انہیں میرا سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ اپنے دروازے کی دہلیز کو برقرار رکھیں۔“ (یہ کہنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین چلے گئے) جب حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر تشریف لائے تو بیوی سے پوچھا کہ میری عدم موجودگی میں آپ کے پاس کوئی آیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں، ایک خوبصورت بزرگ تشریف لائے تھے جو ہر اعتبار سے بڑے اچھے لگ رہے تھے۔ انہوں نے آپ کے متعلق پوچھا تو میں نے انہیں آپ کے متعلق بتایا پھر انہوں نے ہمارے گزر و بسر کے متعلق پوچھا تو میں نے بتایا کہ ہم خیریت سے ہیں اور انہوں نے جاتے ہوئے یہ پیغام دیا کہ اپنے شوہر کو میرا سلام کہنا اور انہیں یہ کہنا کہ اپنے دروازے کی دہلیز کو برقرار رکھیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا: اے میری بیوی، وہ تمہارے پاس تشریف لانے والے میرے والد محترم (حضرت ابراہیم علیہ السلام) تھے اور وہ دہلیز تم ہی ہو جسے انہوں نے برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے۔“ (بخاری۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پہلی بیوی کو ناشکری کی وجہ سے چھوڑنے اور دوسری بیوی کو شکر گزاری کی وجہ سے اپنی زوجیت میں رکھنے کی نصیحت فرمائی تھی۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں (اللہ) تمہیں اور زیادہ (نعمتیں) دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو یاد رکھو میرا عذاب بھی بہت سخت ہے۔“ (ابراہیم 14: آیت 7)

حدیث رسول اکرم ﷺ:

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک سائل آیا آپ ﷺ نے اسے ایک کھجور دی، اس

نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے وہ کھجور واپس کردی پھر دوسرا سائل آیا آپ ﷺ نے وہی کھجور اسے دے دی۔ اس نے بڑی خوشی سے وہ کھجور لے لی اور کہا کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ کا تحفہ ہے۔ یہ (شکر گزاری) دیکھ کر آپ ﷺ نے خادمہ کو حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ ان کے پاس جو 40 درہم رکھے ہوئے ہیں وہ بھی اس سائل کو دے دو۔“
(مسند احمد۔ عن انس رضی اللہ عنہ)

حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام کا بیت اللہ تعمیر کرنا:

کافی مدت کے بعد (تیسری مرتبہ) حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات کے لئے مکہ تشریف لائے، حضرت اسماعیل علیہ السلام زم زم کے قریب اپنے تیر درست کر رہے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے اسماعیل علیہ السلام، تمہارے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں یہاں اللہ کے لئے ایک گھر بناؤں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ ضرور آپ ﷺ اپنے رب کا حکم بجا لائیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ بھی حکم دیا ہے کہ آپ بھی اس کام میں میری مدد کریں۔ اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں، میں بھی اس کام کے لئے تیار ہوں۔ پھر دونوں باپ بیٹا اٹھے اور بیت اللہ کی تعمیر شروع کر دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام دیواریں بنا رہے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر اٹھا کر لا رہے تھے اور دونوں یہ دعا مانگ رہے تھے:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (البقرہ: 2: آیت 127)

(ترجمہ) اے ہمارے رب، ہماری طرف سے یہ خدمت (بیت اللہ کی تعمیر) قبول فرمائیے بے شک آپ ﷺ خوب سننے، جاننے والے ہیں۔ (بخاری۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بعثت اور قوم کو دعوت و تبلیغ:

جب بیت اللہ کے قریب زم زم کا کنواں ظاہر ہوا تو عرب کے قبائل میں سے جرہم اور عمالیق قبائل وہاں آ کر آباد ہو گئے۔ جب ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھہرانا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا فرماتے ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور آپ ﷺ پر یہ ذمہ داری عائد کی کہ

اپنی قوم (جرہم، عمالیق اور یمنی قبائل) کو سیدھی راہ پر لانے کے لئے انہیں نصیحت کیجئے۔
فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

① ”اور ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد، عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان (ﷺ) کی طرف بھی وحی بھیجی تھی۔“ (النساء: 4: آیت 163)

② ”(اے مسلمانو) تم کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس (کتاب) پر (بھی) جو ہماری طرف نازل ہوئی، ان تعلیمات پر بھی جو ابراہیم، اسماعیل، یعقوب (ﷺ) اور ان کی اولاد پر اتاری گئیں۔“ (البقرہ: 2: آیت 136)

آپ ﷺ خود بھی بڑے عبادت گزار تھے اور اپنے خاندان اور قبیلے والوں کو بھی اللہ عز وجل کی عبادت کا حکم دیا کرتے تھے۔ چونکہ نماز سب سے اہم عبادت ہے اس لئے آپ ﷺ خود بھی نماز کے پابند تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی نماز پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔
فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

”وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور وہ اپنے رب کے نزدیک بڑے ہی پسندیدہ (انسان) تھے۔“ (مریم: 19: آیت 55)

نوٹ: والدین کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اچھائی کی تعلیمات دیں اور برائی سے روکیں۔

(تفصیل کے لئے پڑھئے ہماری کتاب ”اولاد کی تعلیم و تربیت“ اور ترجمہ و تفسیر

ابراہیم 14: آیات 36 تا 41، طہ 20: آیت 132 اور التحریم 66: آیت 6) ﴿

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات اور وصیت :

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کئی بیٹوں اور بیٹیوں سے نوازا تھا۔ وفات سے پہلے آپ ﷺ نے اپنے بھائی حضرت اسحاق علیہ السلام کو اپنا جانشین مقرر کیا اور اپنی بیٹی نسمہ کی شادی اپنے بھتیجے عیص بن اسحاق سے کر دی۔ عیص سے ان کا بیٹا رُوب پیدا ہوا جو کہ زردی مائل تھا اسی لئے عیص کی اولاد بنی اصفر کہلائی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام 137 سال کی عمر میں دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے اور آپ ﷺ کو آپ کی والدہ علیہ السلام کے روضہ کے قریب مقام حجر میں سپرد خاک کیا گیا۔
حجاز کے عرب قبائل حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دو بیٹوں نابت اور قیدار کی اولاد میں سے ہیں۔

حضرت اسحاق علیہ السلام

حضرت اسحاق علیہ السلام کا نسب نامہ:

اسحاق بن ابراہیم الخلیل (علیہ السلام) بن تارح (آزر) بن ناحور بن ساروح
بن راغو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح (علیہ السلام)
بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلایل
بن قینان بن یانش بن شیث بن آدم (علیہ السلام)

(قصص الانبیاء، لابن کثیر۔ سیرت نبوی ﷺ، ابن ہشام رحمہ اللہ)

حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے
باپ شریک بھائی تھے۔ یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت حاجرہ علیہا السلام تھیں اور
حضرت اسحاق کی والدہ حضرت سارہ علیہا السلام تھیں۔ دونوں کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔
حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کے 14 سال بعد حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اس وقت
آپ علیہ السلام کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر 100 سال اور والدہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام کی
عمر 90 سال تھی۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کی بعثت:

حضرت اسحاق علیہ السلام بڑے برگزیدہ اور عبادت گزار تھے۔ آپ علیہ السلام کی ولادت سے
قبل ہی اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کے نیک اور نبی ہونے کی
خوشخبری سنا دی تھی۔ آپ علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح نبوت عطا
کرنے کے بعد لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے کا پابند بنایا۔ چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس
دنیا فانی سے رخصت ہونے سے پہلے حضرت اسحاق علیہ السلام کو اپنا جانشین مقرر کیا اور دعوت و تبلیغ
کی ذمہ داری آپ علیہ السلام کے سپرد کر دی جسے آپ علیہ السلام نے احسن انداز سے ادا کیا۔ اللہ رب العزت

نے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر حضرت اسحاق علیہ السلام کی تعریف فرمائی ہے۔
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری دی جو نیک لوگوں میں سے نبی بننے والے تھے اور ہم نے ابراہیم اور اسحاق علیہ السلام پر برکتیں نازل فرمائیں اور (اب) ان دونوں کی اولاد میں کچھ لوگ نیک ہیں اور کچھ اپنے آپ پر کھلم کھلا ظلم کرنے والے ہیں۔“
(الصُّفَّت 37: آیات 112 تا 113)

② ”ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا ذکر بھی کیجئے جو قوت عمل (رکھنے والے) اور بڑی بصیرت والے تھے اور ہم نے انہیں ایک خاص صفت یعنی آخرت کی یاد کے ساتھ ممتاز کر دیا تھا اور بے شک وہ سب ہمارے نزدیک برگزیدہ اور نیک بندوں میں سے تھے۔“ (ص 38: آیات 45 تا 47)

③ ”بلاشبہ ہم نے آپ (ﷺ) کی طرف اسی طرح وحی بھیجی جس طرح نوح علیہ السلام اور ان کے بعد دوسرے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی اور ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد کی طرف بھی وحی بھیجی تھی۔“ (النساء 4: آیت 163)

④ ”(اے اہل کتاب) کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد، سب یہودی یا نصرانی تھے؟ آپ (ﷺ) فرما دیجئے کہ کیا تم یہ بات زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جس کے پاس اللہ کی طرف سے گواہی (کہ سچا دین اسلام ہے) موجود ہو پھر وہ اسے چھپائے؟ اور اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔ (البقرہ 2: آیت 140)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ وتفسیر البقرہ 2: آیات 136 تا 139، ہود 11: آیات 69 تا 73،

الحجر 15: آیات 52 تا 56 اور الذاریت 51: آیات 28 تا 30﴾

حضرت اسحاق علیہ السلام کی شادی اور اولاد:

حضرت اسحاق علیہ السلام نے اپنے والد محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں ایک 40 سالہ

عورت رفقا بنت بتوایل سے شادی کر لی۔ کچھ عرصہ تک ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی پھر آپ ﷺ نے اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اولاد کے حصول کے لئے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرماتے ہوئے، آپ ﷺ کو 2 بیٹے عطا فرمائے۔ آپ ﷺ نے ایک بیٹے کا نام عیص اور دوسرے کا یعقوب رکھا۔ عیص رومیوں کے جد امجد ہیں اور یعقوب بنی اسرائیل کے۔

بیت المقدس کی تعمیر:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ میں اللہ کا گھر (بیت اللہ) تعمیر کرنے کے بعد ملک شام جا کر رہائش اختیار کر لی۔ جب حضرت اسحاق علیہ السلام جوانی کی عمر کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دوسرے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ساتھ لے کر وہاں بھی اللہ کا ایک گھر (بیت المقدس) بنایا جو بیت اللہ کی طرح لوگوں کے لئے توجہ اور عبادت الہی کا مرکز ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”صرف 3 مساجد کی طرف ثواب کی نیت سے سفر کرو: ① مسجد حرام (بیت اللہ) ② مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) ③ میری مسجد (مسجد نبوی)۔“ (مسلم۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

حضرت اسحاق علیہ السلام کی وفات:

جب حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر 180 سال ہوئی تو آپ ﷺ پر کمزوری کے آثار ظاہر ہونے لگے اور بینائی کمزور ہو گئی۔ اسی کمزوری کے عالم میں ایک مرتبہ آپ ﷺ کی طبیعت کافی ناساز ہو گئی اور آپ ﷺ اس دنیا فانی سے رخصت ہو گئے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کو آپ کے بیٹوں عیص اور یعقوب علیہ السلام نے غسل و کفن دے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام کا نسب نامہ:

یعقوب (علیہ السلام) بن اسحاق بن ابراہیم الخلیل (علیہ السلام) بن تارح (آزر) بن ناحور بن ساروح بن راغو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلاییل بن قینان بن یانش بن شیث بن آدم (علیہ السلام)
(قصص الانبیاء، لابن کثیر رحمہ اللہ - سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابن ہشام رحمہ اللہ)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا مختصر تعارف:

حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے۔ آپ علیہ السلام کی بشارت اللہ رب العزت نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کے وقت ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سنا دی تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل (اللہ کا بندہ) ہے اور آپ علیہ السلام کی نسل سے وجود میں آنے والے لوگ بنی اسرائیل (اسرائیل کی اولاد) کہلائے۔ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے نبی مبعوث فرمائے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی شادی:

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے والدین کے انتہائی فرمانبردار اور ان کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ ایک دن حضرت اسحاق علیہ السلام نے گوشت کھانے کی چاہت ظاہر کی۔ آپ علیہ السلام کے دونوں بیٹے اپنے والد محترم کی چاہت کو پورا کرنے کے لئے کوشش کرنے لگے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے والد محترم کی چاہت کے مطابق انہیں اپنے بھائی عیص سے پہلے کھانا کھلانے میں کامیاب ہو گئے جس پر حضرت اسحاق علیہ السلام نے خوش ہو کر ان کے حق میں یہ دعا فرمائی کہ وہ معزز، بعد والی قوموں کے سردار اور ان کے رزق و اولاد میں خوب برکات ہوں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بھائی عیص کو جب یہ علم ہوا کہ وہ والد محترم کو کھانا کھلا کر خیر و برکات کی دعائیں حاصل کر چکے ہیں تو انہوں نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی والدہ محترمہ رفقا نے ان حالات کے پیش نظر اپنے شوہر حضرت اسحاق علیہ السلام سے اجازت لے کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو حران شہر میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے ماموں ”لابان“ کے پاس جانے کی نصیحت فرمائی۔ آپ علیہ السلام والدین کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے حران چلے گئے۔ آپ علیہ السلام کے ماموں کی 2 بیٹیاں لیا اور راحیل تھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے ماموں سے ان کی چھوٹی بیٹی راحیل کا رشتہ مانگا۔ لابان نے کہا کہ اس نکاح کے حق مہر کے لئے آپ 7 سال تک میرے ہاں بکریاں چرائیں۔ جب مدت پوری ہوگئی تو لابان نے اپنی بڑی بیٹی لیا کا آپ علیہ السلام سے نکاح کر دیا اور لوگوں کو جمع کر کے کھانا کھلایا۔ آپ علیہ السلام نے اپنی منکوحہ لیا کے ساتھ رات گزارنے کے بعد صبح اپنے ماموں سے کہا کہ میں نے تو آپ سے راحیل کا رشتہ مانگا تھا۔ انہوں نے جواب دیا: ہمارے ہاں یہ رواج نہیں کہ بڑی بیٹی سے پہلے چھوٹی کی شادی کر دیں۔ اگر تم راحیل سے نکاح کرنا چاہتے ہو تو مزید 7 سال تک میری خدمت کرو۔ میں اس کا نکاح بھی تم سے کر دوں گا۔ لہذا آپ علیہ السلام نے مزید 7 سال تک ماموں کی خدمت کی تو انہوں نے وعدہ کے مطابق آپ علیہ السلام کا نکاح راحیل سے کر دیا۔ لابان نے بطور خادمہ اپنی بڑی بیٹی لیا کو ”زلفی“ نامی لونڈی اور اپنی چھوٹی بیٹی راحیل کو ”بلہی“ نامی لونڈی دی۔

وضاحت: حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں 2 بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنے کی اجازت تھی

لیکن امت محمدیہ میں 2 بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنے کی اجازت نہیں ہے ﴿

حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد:

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے ماموں لابان کی دوسری بیٹی راحیل سے شادی کے بعد مزید 6 سال تک اپنے ماموں کی خدمت کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کی پہلی بیوی لیا کے بطن سے 6 بیٹے اور 1 بیٹی عطا فرمائے: ① روبیل ② شمعون ③ لاوی ④ یہودا ⑤ ایساخر ⑥ زابلون اور بیٹی ”دینا“ آپ علیہ السلام کی دوسری بیوی راحیل کے ہاں ابتدا میں کوئی اولاد نہیں ہوئی، اس نے اپنی لونڈی بلہی آپ علیہ السلام کو بہہ کر دی۔ اس لونڈی سے آپ علیہ السلام کے 2 بیٹے: ① دان ② نیفتالی پیدا ہوئے۔ آپ علیہ السلام کی پہلی بیوی لیا نے

بھی اپنی لونڈی زلیٰ آپ ﷺ کو ہبہ کر دی۔ اس سے بھی آپ ﷺ کے 2 بیٹے: ① جاد ② اشیر پیدا ہوئے۔ جب آپ ﷺ کی بیوی راحیل نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی بیوی اور لونڈیوں سب سے اولاد ہو گئی ہے تو انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑا کر اولاد کے لئے دعا مانگی تو اللہ رب العزت نے انہیں بھی 2 بیٹے: ① یوسف (ﷺ) ② بنیامین عطا فرمائے۔ بنیامین کی ولادت کے وقت ان کی والدہ محترمہ ”راحیل“ اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئیں۔

حضرت یعقوب ﷺ کی تمام اولاد حران کے علاقے میں رہائش کے دوران ہی پیدا ہوئی سوائے بنیامین کے۔ اپنے ماموں کے ہاں 20 سال گزارنے کے بعد آپ ﷺ بہت سے مال و دولت کے ساتھ واپس اپنے آبائی علاقہ حبرون (کنعان) میں تشریف لے آئے۔

حضرت یعقوب ﷺ کی بعثت اور دعوت و تبلیغ:

حضرت یعقوب ﷺ حضرت اسحاق ﷺ کے چھوٹے بیٹے اور حضرت ابراہیم ﷺ کے پوتے تھے۔ آپ ﷺ کنعان قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جب وہاں کے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنا شروع کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنے خاندان اور اہل کنعان کی راہ نمائی کے لئے اپنا رسول بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ پر آسمانی صحیفے بھی نازل فرمائے۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”ہم نے آپ (ﷺ) کی طرف اسی طرح وحی بھیجی جس طرح نوح (ﷺ) اور ان کے بعد والے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی اور ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد، عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان (ﷺ) کی طرف بھی وحی بھیجی تھی۔“ (النساء: 4: آیت 163)

② ”(اے مسلمانو) تم کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس (کتاب) پر (بھی) جو ہماری طرف نازل ہوئی، ان تعلیمات پر بھی جو ابراہیم، اسماعیل، یعقوب (ﷺ) اور ان کی اولاد پر اتاری گئیں اور ان تمام (کتابوں) پر بھی جو موسیٰ، عیسیٰ اور دیگر انبیاء (ﷺ) کو ان کے رب کی طرف سے ملیں۔ ہم انبیاء (ﷺ) کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (اللہ) کے فرمانبردار ہیں۔ (البقرہ: 2: آیت 136)

③ ”آپ (ﷺ) کہہ دیجئے، ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر بھی جو ہم پر نازل کیا اور جو ابراہیم،

اسماعیل، اسحاق، یعقوب (علیہ السلام) اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا۔“ (ال عمران 3: آیت 84)

﴿تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ وتفسیر البقرہ 2: آیت 132﴾

حضرت یعقوب علیہ السلام کو بیٹے کی جدائی کا صدمہ:

حضرت یعقوب علیہ السلام کے 12 بیٹے تھے جن میں سے حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ایک سازش کے تحت حضرت یوسف علیہ السلام کو باپ سے جدا کر دیا جس پر حضرت یعقوب علیہ السلام کو بہت صدمہ پہنچا اور اس صدمہ کی وجہ سے روتے روتے آپ علیہ السلام کی آنکھوں کی بینائی ختم ہو گئی۔ آخر کار اللہ رب العزت نے آپ علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے ملوایا اور آپ علیہ السلام کی بینائی بھی لوٹا دی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی موت کے وقت اپنے بچوں کو نصیحت:

حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب اپنی موت کے آثار دیکھے تو اپنی اولاد کی آخرت کی فکر کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے انہیں ایسی عمدہ نصیحت فرمائی کہ جسے پسند فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرمایا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”کیا تم (لوگ) اس وقت وہاں موجود تھے؟ جب یعقوب (علیہ السلام) پر موت کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا: میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم آپ کے اور آپ کے آباء و اجداد ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق (علیہ السلام) کے معبود، ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور ہم اسی (ایک اللہ) کے فرماں بردار رہیں گے۔“

(البقرہ 2: آیت 133)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات:

حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس رہائش پذیر تھے وہیں آپ علیہ السلام کی وفات ہوئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد محترم کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا اور آپ علیہ السلام کی میت آبائی وطن حبرون لے جا کر ایک غار میں دفن کی جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عفرون بن صحر حیتی سے خریدا تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام کا نسب نامہ:

یوسف (علیہ السلام) بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم الخلیل (علیہ السلام) بن تارح (آزر) بن ناحور بن ساروح بن راغو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلایل بن قینان بن یانیش بن شیث بن آدم (علیہ السلام) (قصص الانبیاء، لابن کثیر رحمہ اللہ - سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، ابن ہشام رحمہ اللہ)

حضرت یوسف علیہ السلام کی ولادت اور مقام و مرتبہ:

حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی دوسری بیوی راحیل بنت لابان کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ علیہ السلام انتہائی خوبصورت، حسن و جمال کا پیکر، صبر اور عفو و درگزر کے علمبردار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اپنا نبی منتخب فرما کر آپ علیہ السلام کو بہت اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر خیر قرآن مجید میں 26 مقامات پر فرمایا اور پوری ایک سورت آپ علیہ السلام کے نام سے نازل فرمائی۔ آپ علیہ السلام واحد پیغمبر ہیں جن کا پورا واقعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک ہی جگہ تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا اور آپ علیہ السلام کے واقعہ کو احسن القصص (بہترین واقعہ) کے نام سے تعبیر فرمایا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی طرف یہ قرآن وحی کر کے ہم آپ کو ایک بہترین واقعہ سنا رہے ہیں جبکہ اس سے پہلے یقیناً آپ اس (واقعہ) سے بے خبر تھے۔“ (یوسف 12: آیت 3)

احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم:

① ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بہترین واقعہ سنانے کی درخواست کی تو اللہ عز وجل نے (یوسف علیہ السلام کے واقعہ کے متعلق) یہ آیت (یوسف 12: آیت 3) نازل فرمائی۔ (متدرک حاکم - عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ)

② ”ایک مرتبہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: جو زیادہ پرہیزگار ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم یہ نہیں پوچھ رہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم خاندانی شرافت کے متعلق پوچھ رہے ہو؟ (خاندانی شرافت کے اعتبار سے) سب سے زیادہ عزت والے اللہ کے نبی حضرت یوسف (علیہ السلام) ہیں جو پیغمبر (حضرت یعقوب علیہ السلام) کے بیٹے، پیغمبر (حضرت اسحاق علیہ السلام) کے پوتے اور پیغمبر (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے پڑپوتے ہیں۔“ (بخاری۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

وضاحت: حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو بہترین واقعہ اس لئے کہا گیا ہے کہ اس میں بہت سی نصیحتیں ایک ہی جگہ جمع کر دی گئی ہیں۔ یہ واقعہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے عجیب و دلکش اور زمانہ کے عروج و زوال کی ایک یادگار ہے۔ اس واقعہ میں غلامی سے بادشاہی، قید سے آزادی، قوت ایمانی، شجاعت، استقامت، صبر، ضبط نفس، پاکدامنی، امانت و دیانت، رحم و کرم، عفو و درگزر، تبلیغ و تقویٰ، رعایت و مروت جیسی عظیم صفات کاملہ اور اخلاق فاضلہ کا ذکر ہے۔ یہ واقعہ قوموں کے بننے اور بگڑنے، گرنے اور ابھرنے کی ایک ایسی تصویر ہے جو کسی تشریح اور وضاحت کی محتاج نہیں ﴿

حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب اور اسے مخفی رکھنے کی نصیحت:

حضرت یوسف علیہ السلام کے 11 بھائی تھے اور آپ علیہ السلام کے والد محترم آپ علیہ السلام سے سب سے زیادہ پیار کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام نے بچپن میں خواب دیکھا کہ 11 ستارے، سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے اپنا یہ خواب اپنے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیان کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے چہیتے بیٹے کا خواب سنا تو فوراً سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ اس بیٹے کو دنیا و آخرت میں اعلیٰ مقام عطا فرمانے والے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو نصیحت فرمائی کہ یہ خواب اپنے سوتیلے بھائیوں سے ذکر نہ کرنا، ہو سکتا ہے کہ تمہارے بھائی شیطان کے بہکاوے میں آ کر کوئی ایسی حرکت کر بیٹھیں جو تمہارے اور ان کے لئے نقصان دہ ہو۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”(یاد کیجئے) جب یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والد سے ذکر کیا: اے اباجان، میں نے (خواب میں) دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے، سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ انہوں (یعقوب علیہ السلام) نے کہا: اے میرے بیٹے، اپنا خواب اپنے بھائیوں کو نہ سنانا، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے ساتھ کوئی فریب کاری کریں۔ بے شک شیطان تو انسان کا کھلا دشمن ہے اور یقیناً تمہارا پروردگار تمہیں اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا اور تمہیں باتوں کی تہہ تک پہنچنا (خوابوں کی تعبیر) بھی سکھائے گا اور تم پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت اسی طرح پوری فرمائے گا جیسے کہ اس نے اس سے پہلے تمہارے پردادا اور دادا یعنی ابراہیم واسحاق (علیہما السلام) کو بھی بھرپور نعمت عطا فرمائی تھی، یقیناً تمہارا رب خوب جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے۔“

(یوسف 12: آیات 6 تا 4)

بھائیوں کی حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف سازش:

حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب سننے کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان میں نبی بننے کے آثار دیکھے تو ان سے زیادہ محبت کرنے لگے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیوں کو یہ محبت برداشت نہ ہوئی اور وہ حسد کی آگ میں جل کر حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ سوتیلے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو باپ کی نگاہوں سے اوجھل کرنے کا فیصلہ کر لیا اور آپس میں یہ مشورہ کیا کہ یوسف (علیہ السلام) کو یا تو جان سے مار ڈالیں یا دور کسی ایسی جگہ پر چھوڑ آئیں جہاں سے یہ واپس نہ آ سکے۔ ایسا کرنے سے والد محترم کی مکمل توجہ ہماری طرف ہو جائے گی۔ ایک بھائی نے کہا کہ انہیں جان سے مارنا بہتر نہیں البتہ کسی گھرے کنویں میں ڈال دو تا کہ کوئی راہ چلتا مسافر اسے لے کر کسی دوسرے ملک لے جائے۔ اس طرح تم یوسف (علیہ السلام) سے بھی چھٹکارا حاصل کر لو گے اور اپنے باپ کی توجہ کو بھی پا لو گے۔ سب نے اس رائے پر اتفاق کیا اور اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے کوششیں شروع کر دیں۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

”جب انہوں (برادران یوسف) نے (آپس میں) کہا کہ یوسف (علیہ السلام) اور اس کا بھائی (بنیامین) تو ہمارے باپ کو ہم (سب) سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک (طاقتور) جماعت ہیں، یقیناً ہمارے ابا جان واضح غلطی پر ہیں۔ لہذا تم یوسف (علیہ السلام) کو قتل کر دو یا اسے کسی (نامعلوم) جگہ پھینک دو تا کہ تمہارے والد (کی محبت) کا رخ صرف تمہاری طرف ہو جائے۔ اس کے بعد تم نیک بن جانا۔ ان (بھائیوں) میں سے ایک نے کہا: تم یوسف (علیہ السلام) کو قتل نہ کرو بلکہ اسے کسی غیر آباد کنویں کی تہہ (گہرائی) میں ڈال دو تا کہ اسے کوئی (آتا جاتا) قافلہ اٹھا کر لے جائے اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے (تو یوں کرو)۔“

(یوسف 12: آیات 8 تا 10)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”پہلی امتوں کی بیماریوں میں سے ایک بیماری تمہارے اندر بھی سرایت کر گئی ہے اور وہ حسد و بغض کی بیماری ہے جو دین کا صفایا کر دیتی ہے۔“ (ترمذی۔ عن ابی زبیر رضی اللہ عنہ)

بھائیوں کا حضرت یوسف (علیہ السلام) کو سیر و تفریح کے بہانے لے جانا:

حضرت یوسف (علیہ السلام) کے سوتیلے بھائی اس کوشش میں تھے کہ کسی نہ کسی طرح اپنے اس بھائی (یوسف علیہ السلام) کو اپنے ساتھ لے کر جائیں اور کسی گہرے کنویں میں پھینک دیں تا کہ کوئی مسافر انہیں اٹھا کر لے جائے۔ ایک دن وہ اپنے والد محترم کے پاس آئے اور اپنی ہمدردی کا یقین دلاتے ہوئے کہنے لگے کہ اے ابا جان، آپ یوسف (علیہ السلام) کے بارے میں ہم پر اعتبار کریں، دنیا میں بھائی سے زیادہ بھائی کا سچا خیر خواہ کون ہو سکتا ہے؟ کل ہم سیر و تفریح کے لئے جا رہے ہیں۔ آپ یوسف (علیہ السلام) کو بھی ہمارے ساتھ بھیج دیں تا کہ ہم سب بھائی مل جل کر کھائیں پیئیں اور کھیلیں۔ حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے خدشہ ظاہر کیا کہ یہ ابھی چھوٹے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کھیل کود میں مصروف ہو جاؤ اور انہیں بھیڑیا کھا جائے لیکن بھائیوں نے اپنے والد محترم کو یوسف (علیہ السلام) کے تحفظ کا پورا یقین دلایا۔ آخر کار حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے انہیں (یوسف علیہ السلام) کو اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

” (اس فیصلہ کے بعد) انہوں (بھائیوں) نے (اپنے باپ سے) جا کر کہا: اے ابا جان، آخر آپ یوسف (علیہ السلام) کے بارے میں ہم پر اعتبار کیوں نہیں کرتے حالانکہ ہم تو یقیناً اس کے خیر خواہ ہیں۔ کل آپ اسے ضرور ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ وہ خوب کھائے پئے اور کھیلے، اس کی حفاظت کے ہم ذمہ دار ہیں۔ انہوں (یعقوب علیہ السلام) نے کہا: تمہارا اسے لے جانا مجھے تو سخت صدمہ دے گا اور مجھے یہ بھی ڈر ہے کہ تمہاری غفلت کی وجہ سے کہیں اسے بھیڑیا نہ کھا جائے۔ انہوں (بھائیوں) نے جواب دیا کہ ہم جیسی (طاقتور) جماعت کی موجودگی میں بھی اگر اسے بھیڑیا کھا جائے پھر تو ہم بڑے ہی نکمے ہوئے۔“

(یوسف: 12: آیات 11 تا 14)

بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینکنا اور اللہ کی حفاظت:

حضرت یعقوب علیہ السلام کو مطمئن کرنے کے بعد آپ علیہ السلام کے بھائی انہیں لے کر چل پڑے۔ جیسے ہی وہ اپنے والد محترم کی نظروں سے اوجھل ہوئے آپ علیہ السلام کو مختلف انداز میں پریشان کرنے لگے۔ آخر کار انہوں نے اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق آپ علیہ السلام کو ایک گہرے کنویں میں پھینک دیا جیسے ہی آپ علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا تو اللہ رب العزت نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ آپ پریشان نہ ہوں، آپ جس مصیبت میں ابھی گرفتار ہوئے ہیں بہت جلد اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے نجات دلائیں گے اور آپ کو ایسے اعلیٰ مقام پر فائز فرمائیں گے کہ ایک وقت آئے گا کہ یہی بھائی آپ کے سامنے شرمندہ ہو کر کھڑے ہوں گے اور آپ انہیں ان کی یہ باتیں یاد دلائیں گے اس حال میں کہ وہ جانتے ہی نہ ہوں۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

” (اس طرح اصرار کر کے) پھر جب وہ (بھائی) اسے (یوسف علیہ السلام کو) لے چلے اور سب نے مل کر یہ طے کر لیا کہ اسے غیر آباد گہرے کنویں کی تہ میں پھینک دیں گے تو ہم نے یوسف (علیہ السلام) کی طرف وحی کی کہ یقیناً (وہ وقت آئے گا) آپ انہیں (اپنے بھائیوں کو) اس واقعہ کی خبر اس حال میں دیں گے کہ وہ جانتے ہی نہ ہوں۔“ (یوسف: 12: آیت 15)

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا مکر:

جب بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کپڑے اتار کر کنویں میں پھینک دیا تو انہیں اس بات کی فکر ہوئی کہ ہم اپنے والد محترم کو جا کر کیا جواب دیں گے؟ وہ مختلف حیلے اور بہانے سوچنے لگے۔ آخر یہ طے پایا کہ سب ایک زبان ہو کر کہیں گے کہ یوسف (علیہ السلام) کو بھیڑیا کھا گیا ہے، بطور ثبوت انہوں نے ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے اس کے خون سے حضرت یوسف علیہ السلام کے گرتے کو آلودہ کیا اور پھر رات کے وقت روتے ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس پہنچے اور اپنے طے شدہ منصوبے کے تحت باپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور وہ (بھائی) عشا کے وقت اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے اور کہنے لگے: اے ابا جان، ہم تو آپس میں دوڑ کا مقابلہ کرنے میں لگ گئے تھے اور ہم نے یوسف (علیہ السلام) کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ پس اسے تو بھیڑیا کھا گیا، آپ تو ہماری بات پر یقین نہیں کریں گے، اگرچہ ہم بالکل سچے ہی ہوں اور وہ یوسف (علیہ السلام) کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر لائے۔“ (یوسف 12: آیات 16 تا 18)

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے مکر پر حضرت یعقوب علیہ السلام کا تبصرہ:

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کا خون آلود گرتا دکھایا۔ آپ علیہ السلام اسے دیکھتے ہی پہچان گئے کہ میرے بیٹوں نے کسی سازش کے تحت یوسف علیہ السلام کو میری نظروں سے اوجھل کر دیا کیونکہ وہ خون آلود گرتا کہیں سے بھی پھٹا ہوا نہیں تھا پھر آپ علیہ السلام نے روتے ہوئے کہا کہ اب میں اس صدمہ پر صبر کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتا ہوں۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”یعقوب (علیہ السلام) نے کہا: (حقیقت یہ نہیں) بلکہ تمہارے دلوں نے تمہارے لئے ایک

سازش بنائی ہے۔ خیر (اب تو) صبر ہی بہتر ہے اور تمہاری بنائی ہوئی باتوں پر اللہ ہی سے مدد طلب کروں گا۔“ (یوسف 12: آیت 18)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”مومن کے معاملے پر تعجب ہے کیونکہ اس کا ہر معاملہ خیر و بھلائی والا ہوتا ہے اور مومن کے علاوہ کسی کو یہ سعادت حاصل نہیں۔ اگر اسے خوشی پہنچتی ہے تو شکر کرتا ہے، یہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اگر مصیبت پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لئے بہتر ہے۔“
(مسلم۔ عن صہیب رضی اللہ عنہ)

حضرت یوسف علیہ السلام کا کنویں سے اخراج اور بازار مصر میں فروخت:

حضرت یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائی آپ علیہ السلام کو کنویں میں ڈال کر واپس چلے گئے تو آپ علیہ السلام کنویں کے اندر اللہ تعالیٰ کی مدد اور رحمت کا انتظار کرنے لگے۔ کچھ ہی دیر بعد شام سے مصر جانے والا ایک تجارتی قافلہ وہاں سے گزرا۔ انہوں نے اپنے ایک آدمی کو کنویں سے پانی لانے کے لئے بھیجا۔ جب اس نے اپنا ڈول کنویں میں ڈالا تو حضرت یوسف علیہ السلام اس کے ساتھ لٹک گئے اور جیسے ہی اس نے کھینچا تو آپ علیہ السلام بھی اس کے ساتھ باہر نکل آئے۔ اس آدمی نے جب آپ علیہ السلام کو دیکھا تو فوراً کہا: ہمارے لئے تو ایک بہت بڑی خوشخبری ہے، یہ تو ایک بہت خوبصورت لڑکا ہے پھر انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے تجارتی مال میں شامل کر لیا اور مصر کے بازار میں لے جا کر دیگر سامان کی طرح آپ علیہ السلام کو بھی غلام بنا کر فروخت کرنے کا اعلان کیا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور (اُدھر) ایک قافلہ آیا تو انہوں نے اپنا پانی لانے والا بھیجا، اس نے جب اپنا ڈول کنویں میں ڈالا تو وہ (یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر) کہنے لگا: بڑی خوشی کی بات ہے یہ تو ایک لڑکا ہے۔ انہوں نے اسے (قیمتی) مال تجارت کی طرح چھپا لیا اور اللہ اس سے باخبر تھا جو وہ کر رہے تھے اور انہوں نے اُس (یوسف علیہ السلام) کو معمولی قیمت (یعنی) گنتی کے چند

درہموں کے بدلہ بیچ ڈالا، وہ تو یوسف (علیہ السلام) کے بارے میں بہت ہی بے رغبت (بے پرواہ) تھے۔“ (یوسف: 12: آیات 19 تا 20)

عزیز مصر کا حضرت یوسف (علیہ السلام) کو خریدنا:

جب قافلہ والے حضرت یوسف (علیہ السلام) کو لے کر سرزمین مصر پہنچے تو انہوں نے اپنے دیگر سازو سامان کی طرح حضرت یوسف (علیہ السلام) کو بھی فروخت والے سامان میں شامل کر دیا۔ آپ (علیہ السلام) کے ذریعے اللہ تعالیٰ اہل مصر پر رحمت نازل فرمانے والے تھے اور آپ (علیہ السلام) کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ ڈور آنے والی تھی اس لئے عزیز مصر نے آکر آپ (علیہ السلام) کو دیکھتے ہی قافلہ والوں سے خرید لیا کیونکہ اسے آپ (علیہ السلام) کی پیشانی پر خیر و برکات کے آثار نظر آگئے تھے۔ خریدنے کے بعد وہ آپ (علیہ السلام) کو اپنے شاہی محل میں لے آیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ انہیں عزت سے رکھنا، ہو سکتا ہے کہ یہ ہمارے کسی کام آئے یا ہم اس کو اپنا بیٹا ہی بنالیں۔ اس طرح اللہ رب العزت نے حضرت یوسف (علیہ السلام) کو مصر میں ایک شاہی گھرانے میں پرورش پانے کا موقع نصیب فرمایا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور مصر والوں میں سے جس شخص نے انہیں (یوسف علیہ السلام) کو خریدا، اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اسے بہت عزت و احترام کے ساتھ رکھنا، بہت ممکن ہے کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا اسے ہم اپنا بیٹا ہی بنالیں، یوں ہم نے مصر کی سرزمین میں یوسف (علیہ السلام) کے قدم جمادیئے تاکہ ہم اسے معاملہ فہمی (خواب کی تعبیر) کا علم سکھا دیں اور اللہ اپنے ہر کام پر غالب ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ (یوسف: 12: آیت 21)

حضرت یوسف (علیہ السلام) کی بعثت:

حضرت یوسف (علیہ السلام) عزیز مصر کے گھر میں پرورش پا رہے تھے اور اپنے والد محترم کی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے تھے۔ جب آپ (علیہ السلام) جوانی کی عمر کو پہنچے تو اللہ رب العزت نے آپ (علیہ السلام) کو علم و حکمت سے نوازا اور منصب نبوت پر فائز فرمایا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور جب وہ (یوسف علیہ السلام) جوانی کی عمر کو پہنچے تو ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم عطا فرمایا اور ہم نیکو کاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔“ (یوسف 12: آیت 22)

حضرت یوسف علیہ السلام کو ورغلا نے کی ناکام کوشش:

حضرت یوسف علیہ السلام جب جوانی کی عمر کو پہنچے تو آپ علیہ السلام حسن و جمال کا پیکر اور انتہائی خوبصورت تھے۔ عزیز مصر کی بیوی آپ علیہ السلام کے حسن پر فریفتہ ہو گئی اور آپ علیہ السلام کو ورغلا نے کی بہت کوشش کی۔ ایک دن موقع پا کر وہ آپ علیہ السلام کو بند کمرے میں لے گئی اور خوب بناؤ سنگار کر کے آپ علیہ السلام کو برائی کی دعوت دی لیکن آپ علیہ السلام نے اس کی دعوت کو رد کر دیا اور جواب میں کہا کہ میں تمہاری اس دعوتِ گناہ سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں، اس لئے کہ یہ گناہ جرمِ عظیم، امانت میں خیانت اور محسن کی ناشکری ہے۔ تمہارا شوہر میرا محسن ہے اور یہ کیسے مناسب ہو گا کہ میں اپنے محسن کی عزت سے کھیلوں؟ اپنے محسن کی خیانت کرنا تو ظلم ہے اور میں ظلم کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام اپنی پاکدامنی کے لئے کوشش کرتے ہوئے دروازے سے باہر نکلنے لگے تو عزیز مصر کی بیوی نے آپ علیہ السلام کا پیچھے سے گرتا پکڑا جس سے وہ پھٹ گیا، دروازے کے پاس ہی دونوں نے عزیز مصر کو سامنے پایا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”جس عورت کے گھر میں یوسف (علیہ السلام) رہتے تھے، اس نے اس (یوسف علیہ السلام) کے نفس کو گناہ پر ابھارا اور (ایک دن) دروازے بند کر کے کہنے لگی، آ جاؤ (اپنی خواہش پوری کر لو) یوسف (علیہ السلام) نے کہا: اللہ کی پناہ، وہ تو میرا آقا ہے، اس نے مجھے بہت اچھی طرح رکھا ہے۔ بے شک ظالم لوگ کامیاب نہیں ہوا کرتے۔ یقیناً اس عورت نے یوسف (علیہ السلام) سے گناہ کا پختہ ارادہ کر لیا تھا اور یوسف (علیہ السلام) اگر اپنے پروردگار کی (واضح) دلیل نہ دیکھتے تو وہ بھی ایسا ہی ارادہ کر لیتے، ایسا اس لئے ہوا تا کہ ہم یوسف (علیہ السلام) سے برائی

اور بے حیائی دور کر دیں۔ بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے اور وہ دونوں دروازہ کی طرف دوڑے اور اس عورت نے یوسف (علیہ السلام) کی قمیص پیچھے کی طرف سے کھینچ کر پھاڑ ڈالی اور دروازہ کے پاس ہی عورت کا شوہر (عزیز مصر) دونوں کو مل گیا تو عورت فوراً کہنے لگی: جو شخص تیری بیوی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے پس اس کی سزا یہی ہے کہ اسے قید کر دیا جائے یا اسے کوئی دردناک سزا دی جائے۔“ (یوسف 12: آیات 23 تا 25) احادیث رسول اکرم ﷺ:

① ”7 خوش نصیب ایسے ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنے عرش کے سایہ کے نیچے جگہ نصیب فرمائیں گے جس دن کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ ان میں سے ایک وہ نوجوان ہوگا جسے حسب و نسب والی خوب صورت عورت نے گناہ کی دعوت دی اور اس نے کہا: میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔“ (مسلم۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

② ”تم میں سے کوئی شخص محرم کے بغیر اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے۔“ (بخاری، مسلم۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

③ ”جب کوئی شخص اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرتا ہے تو ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔“ (ترمذی۔ عن عمر رضی اللہ عنہ)

عزیز مصر کی بیوی کی چالاکی اور آپ ﷺ کی پاکدامنی:

حضرت یوسف علیہ السلام جب اپنی عزت بچانے کے لئے بھاگتے ہوئے دروازے پر پہنچے تو عزیز مصر کو دروازے پر پایا۔ عزیز مصر کی بیوی نے اپنے شوہر کو دیکھتے ہی چالاکی کرتے ہوئے اسے آپ ﷺ کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی اور کہا کہ جو آدمی تمہاری بیوی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو اس کی سزا یہی ہے کہ اسے قید میں ڈال دیا جائے یا اسے کوئی اور دردناک سزا دی جائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کی کوشش کی آخر کار عورت کے خاندان ہی میں سے ایک سمجھدار آدمی نے یہ گواہی دی کہ اگر یوسف (علیہ السلام) کی قمیص آگے سے پھٹی ہوئی ہے تو عورت سچی ہے اور اگر پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو یوسف سچا ہے۔ لہذا جب عزیز مصر نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی قمیص پیچھے سے

پھٹی ہوئی ہے تو وہ فوراً معاملے کی حقیقت کو سمجھ گیا اور اپنی بیوی کو توبہ کرنے اور یوسف (علیہ السلام) کو درگزر کرنے کو کہا۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

”یوسف (علیہ السلام) نے کہا کہ اسی نے ہی مجھے گناہ پر آمادہ کرنا چاہا تھا اور عورت کے خاندان ہی کے ایک شخص نے (قرینہ سے) گواہی دی کہ اگر اس (یوسف علیہ السلام) کی قمیص آگے سے پھٹی ہوئی ہو تو عورت سچی ہے اور یوسف (علیہ السلام) جھوٹا ہے اور اگر اس (یوسف علیہ السلام) کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یوسف (علیہ السلام) سچا ہے۔ جب اس (عزیز مصر) نے یوسف (علیہ السلام) کی قمیص کو دیکھا کہ وہ پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو صاف کہہ دیا کہ یہ تو تم عورتوں کی چال بازی ہے، بے شک تمہاری چال بڑی (خطرناک) ہوتی ہے۔ اے یوسف (علیہ السلام)، اب اس بات کو درگزر کر دو اور (اپنی بیوی سے کہا کہ) تو اپنے گناہ سے توبہ کر، بے شک تو ہی گنہگار ہے۔“ (یوسف 12: آیات 26 تا 29)

عزیز مصر کی بیوی کی داستان کا چرچا:

حضرت یوسف (علیہ السلام) کی پاکدامنی ظاہر ہونے کے بعد عزیز مصر کی بیوی کا حضرت یوسف (علیہ السلام) پر فریفتہ ہونے کا واقعہ مشہور ہو گیا۔ مصر کی عورتوں نے عزیز مصر کی بیوی پر لعن طعن شروع کر دی کہ عزیز مصر کی بیوی اپنے ہی غلام پر فریفتہ ہو گئی اور اسے اپنا دل دے بیٹھی ہے۔ جب عزیز مصر کی بیوی کو پتہ چلا تو اس نے عورتوں کی ایک محفل منعقد کی اور مہمان نوازی کے طور پر دسترخوان پر پھل بھی رکھ دیئے اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک چھری بھی دے دی تاکہ اپنے سامنے رکھے ہوئے پھل کاٹ کر کھائیں۔ عین اس وقت جب عورتیں پھل کاٹ رہی تھیں حضرت یوسف (علیہ السلام) کو ان کے سامنے بلایا۔ عورتیں آپ (علیہ السلام) کے حسن و جمال کو دیکھ کر ایسی متاثر ہوئیں کہ اپنے ہوش و حواس ہی کھو بیٹھیں۔ انہوں نے پھلوں کی بجائے اپنے ہی ہاتھ زخمی کر لئے اور حیرت و تعجب کا اظہار کرتے ہوئے پکار اٹھیں کہ ہمارے سامنے کوئی انسان نہیں بلکہ آسمان سے کوئی نہایت حسین و جمیل فرشتہ اتر آیا ہے۔ عزیز مصر کی بیوی نے موقع پا کر کہا کہ اسی کے بارے میں تم مجھ پر لعن طعن کر رہی تھیں۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور شہر کی عورتوں میں چرچا ہونے لگا کہ عزیز مصر کی بیوی اپنے (نوجوان) غلام کو گناہ پر ابھارتی ہے، اس کے دل میں اس (یوسف علیہ السلام) کی محبت بیٹھ گئی ہے، ہمارے خیال میں تو وہ (عزیز مصر کی بیوی) صریح گمراہی میں ہے۔ پس جب اس (عزیز مصر کی بیوی) نے ان کی پُر فریب باتیں سنیں تو انہیں بلوا لیا اور ان کے لئے مسندیں تیار کیں اور (مہمان نوازی کے وقت) ان میں سے ہر ایک کو چھری دی اور (عین اس وقت جبکہ وہ پھل کاٹ کر کھا رہی تھیں یوسف علیہ السلام سے) کہا: ان کے سامنے آؤ، ان عورتوں نے جب انہیں (یوسف علیہ السلام کو) دیکھا تو دنگ رہ گئیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں: اللہ کی پناہ، یہ تو بشر (انسان) ہر گز نہیں یہ تو کوئی بہت ہی معزز فرشتہ ہے۔ اس (عزیز مصر کی بیوی) نے کہا: یہی تو وہ شخص ہے، جس کے بارے میں تم مجھے طعنہ دے رہی تھیں اور میں نے ہی اس سے اپنا مطلب حاصل کرنا چاہا تھا لیکن اس نے اپنے آپ کو بچا لیا اور اگر اس نے میرا کہنا نہ مانا تو یقیناً یہ قید کر دیا جائے گا اور بہت ہی ذلیل ہوگا۔“ (یوسف: آیات 30 تا 32)

حضرت یوسف علیہ السلام کی عورتوں کے مکر و فریب سے بچنے کی دعا:

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کی بیوی کی دعوت پر آنے والی عورتوں کے مکر و فریب کو دیکھا تو اللہ رب العزت کے حضور مکر و فریب سے بچاؤ کے لئے دعا مانگی:

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

” (اس وقت) یوسف (علیہ السلام) نے دعا مانگی: اے میرے پروردگار، جس بات کی طرف یہ عورتیں مجھے بلارہی ہیں اس سے تو مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے اگر آپ نے ان کا مکر مجھ سے دور نہ کیا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانوں میں سے ہو جاؤں گا۔ پس ان (حضرت یوسف علیہ السلام) کے رب نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان عورتوں کے مکر اس سے دور کر دیئے، یقیناً وہ خوب سننے، جاننے والا ہے۔“ (یوسف: آیات 33 تا 34)

حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں:

عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی کے تمام شواہد و دلائل کے باوجود

مشیروں سے مشورہ کرنے کے بعد مصلحت اسی میں سمجھی کہ یوسف (علیہ السلام) کو کچھ مدت کے لئے قید خانہ میں بند کر دیا جائے تاکہ اپنے خاندان کا عیب چھپ جائے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگ اس واقعہ کو بھول جائیں۔ چنانچہ اس نے حضرت یوسف (علیہ السلام) کو قید خانہ میں ڈال دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس قید کو بھی آپ (علیہ السلام) کے لئے خیر و برکت کا باعث بنا دیا۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”پھر (یوسف علیہ السلام) کی پاکدامنی کی تمام نشانیوں کو دیکھ لینے کے بعد بھی انہیں یہی مصلحت معلوم ہوئی کہ یوسف (علیہ السلام) کو کچھ مدت کے لئے قید خانہ میں رکھیں۔“ (یوسف 12: آیت 35)

قید خانہ میں ساتھیوں کا خواب اور آپ (علیہ السلام) سے تعبیر کی درخواست:

جب حضرت یوسف (علیہ السلام) کو قید خانہ میں ڈالا گیا تو آپ (علیہ السلام) کے ساتھ 2 ایسے نوجوانوں کو بھی قید کیا گیا جن میں سے ایک بادشاہ کا ساتھی اور دوسرا باورچی تھا۔ ان دونوں پر بادشاہ کو زہر دینے کا الزام تھا۔ جب جیل میں ان کی ملاقات حضرت یوسف (علیہ السلام) سے ہوئی تو وہ آپ (علیہ السلام) کے اخلاق و کردار، عادات و اطوار، اقوال و افعال، کثرت عبادت اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت سے بہت متاثر ہوئے۔ ان دونوں نے ایک ہی رات میں خواب دیکھا۔ ساتھی نے خواب میں دیکھا کہ انگور کی بیل کی 3 شاخیں ہیں، ان میں پتے اُگ آئے ہیں اور انگوروں کے گچھے پک گئے ہیں۔ اس نے انگور لے کر بادشاہ کے پیالے میں نچوڑے اور اسے وہ مشروب پلا دیا۔ باورچی نے خواب میں دیکھا کہ اس کے سر پر روٹیوں کی 3 ٹوکریاں ہیں اور پرندے سب سے اوپر کی ٹوکری سے کھا رہے ہیں۔ ان دونوں نے اپنا اپنا خواب حضرت یوسف (علیہ السلام) کو سنایا اور تعبیر بتانے کی بھی درخواست کی۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور اس (یوسف علیہ السلام) کے ساتھ 2 نوجوان بھی قید خانہ میں داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے (جو شاہی ساتھی تھا) کہا: میں نے خواب میں اپنے آپ کو (انگوروں کے رس سے) شراب نچوڑتے دیکھا ہے اور دوسرے نے (جو شاہی باورچی تھا) کہا: میں نے اپنے

آپ کو دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں جسے پرندے کھا رہے ہیں (دونوں نے کہا) آپ ہمیں اس کی تعبیر بتا دیجئے، ہمیں تو آپ نیک شخص دکھائی دیتے ہیں۔“ (یوسف 12: آیت 36)

حضرت یوسف علیہ السلام کا تعبیر بتانے سے پہلے دعوت توحید پیش کرنا:

حضرت یوسف علیہ السلام کے جیل کے ساتھیوں نے جب آپ علیہ السلام کو اپنا اپنا خواب سنایا تو آپ علیہ السلام نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور دین کی باتیں سمجھائیں اس کے بعد ان میں سے ہر ایک کو اس کے خواب کی تعبیر بتائی۔
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”یوسف (علیہ السلام) نے کہا: تمہیں جو کھانا یہاں ملتا ہے اس کے آنے سے پہلے ہی میں تمہیں ان (خوابوں) کی تعبیر بتا دوں گا۔ یہ سب اس علم کی بدولت ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔ بے شک میں نے ان لوگوں کا دین چھوڑ دیا ہے، جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت کا بھی انکار کرتے ہیں۔ میں تو اپنے باپ دادا یعنی ابراہیم، اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) کے دین کا پیروکار ہوں۔ ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک کریں، یہ (عقیدہ توحید) ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا خاص فضل ہے لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں۔ اے میرے قید خانہ کے ساتھیو، (تم خود ہی سوچو) کیا مختلف معبود بہتر ہیں یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے؟ اس کے سوا تم جن (معبودوں) کی عبادت کرتے ہو وہ تو صرف چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے خود ہی رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے ان کی (عبادت کی) کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ تا بعد اری صرف اللہ ہی کی ہے اس نے حکم دیا ہے کہ تم سب صرف اسی کی عبادت کرو۔ یہی صحیح دین ہے لیکن اکثر لوگ (یہ بات) نہیں جانتے۔“ (یوسف 12: آیات 37 تا 40)

حضرت یوسف علیہ السلام کا خوابوں کی تعبیر بتانا:

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے جیل کے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور دین کی

باتیں سمجھانے کے بعد انہیں تعبیر یہ بتائی کہ تم میں سے جس نے اپنے آپ کو شراب
 نچوڑتے دیکھا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ اسے قید سے رہائی ملے گی اور وہ دوبارہ اپنے
 بادشاہ کو شراب پلانے پر مامور ہوگا اور جس نے اپنے سر پر روٹیوں کے ٹوکڑے دیکھے ہیں
 اسے پھانسی دی جائے گی اور پرندے اس کے سر سے گوشت نوچ نوچ کر کھائیں گے۔
 فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اے میرے قید خانہ کے ساتھیو، تم دونوں میں سے ایک تو اپنے مالک (بادشاہ) کو شراب
 پلانے پر مقرر ہو جائے گا لیکن دوسرا سولی پر چڑھا دیا جائے گا اور پرندے اس کے سر میں
 سے (گوشت) نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ تم دونوں جس بارے میں مجھ سے پوچھ رہے
 ہو، اس کام کا فیصلہ کیا جا چکا ہے۔“ (یوسف 12: آیت 41)

حدیث رسول اکرم ﷺ:

”جب تم میں سے کوئی اچھا خواب دیکھے تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرے اور اسے (اہل علم
 کے سامنے) بیان کرے اور اگر کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے
 لہذا اس خواب کے شر سے (اللہ تعالیٰ کی) پناہ مانگے اور وہ خواب کسی سے بیان نہ کرے
 ایسا کرنے سے وہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔“ (بخاری، مسلم۔ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ)

حضرت یوسف علیہ السلام کی ساقی سے درخواست:

حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بتانے کے بعد ساقی سے کہا کہ تم تو نجات
 پا جاؤ گے اس لئے جب بادشاہ کے پاس جاؤ تو ان سے میرا ذکر بھی کرنا کہ ایک بے گناہ
 آدمی قید میں پڑا ہوا ہے۔ رہائی پانے والے ساقی کو آپ علیہ السلام کا بادشاہ کے سامنے ذکر کرنا
 شیطان نے بھلا دیا۔ اس طرح آپ علیہ السلام کئی سال تک مزید قید خانہ میں ہی رہے۔
 فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور جس کے بارے میں یوسف (علیہ السلام) کو یقین تھا کہ وہ (قید سے) رہا ہو جائے گا، اس سے
 کہا: اپنے بادشاہ سے میرا ذکر بھی کر دینا مگر شیطان نے اسے اپنے بادشاہ سے ذکر کرنا بھلا دیا،

پس اس طرح وہ (یوسف علیہ السلام) کئی سال تک قید خانہ میں ہی رہے۔“ (یوسف 12: آیت 42)

شاہِ مصر کا خواب اور حضرت یوسف علیہ السلام کی تعبیر:

ساتی کے رہا ہونے کے کئی سال کے بعد مصر کے بادشاہ کو خواب آیا کہ 7 موٹی گائیں ایسی ہیں جنہیں 7 دہلی گائیں کھا رہی ہیں اور 7 خوشے خشک ہیں اور 7 سبز۔ اس نے اپنے درباریوں سے اپنے اس خواب کی تعبیر پوچھی لیکن کوئی بھی اس کی تعبیر نہ بتا سکا بلکہ وہ کہنے لگے یہ تو پریشان کن خواب ہیں۔ آخر کار وہ ساتی جو قید سے رہائی پا کر بادشاہ کے ہاں پہنچا تھا اس نے کہا کہ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں قید خانہ میں جاتا ہوں وہاں ایک یوسف نامی آدمی ہیں جو اس خواب کی تعبیر بتا سکتے ہیں۔ چنانچہ اجازت ملنے کے بعد وہ آپ علیہ السلام کے پاس آیا اور آپ علیہ السلام سے خواب کی تعبیر دریافت کی۔ آپ علیہ السلام نے جو تعبیر بتائی وہی من وعن صحیح ثابت ہوئی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”ایک دن بادشاہ نے کہا: میں نے خواب دیکھا ہے کہ 7 دہلی پتلی گائیں 7 موٹی گائیں کو کھا رہی ہیں اور (اناج کی) 7 بالیاں سرسبز ہیں اور دوسری 7 خشک ہیں۔ اے درباریو، میرے اس خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تم خواب کی تعبیر دے سکتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو پریشان کن خواب ہے اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے۔ ان دونوں قیدیوں میں جو شخص رہا ہوا تھا، اسے ایک مدت کے بعد (یوسف علیہ السلام) یاد آ گئے۔ وہ کہنے لگا: میں تمہیں اس کی تعبیر بتا دوں گا لہذا مجھے (قید خانہ میں) جانے دیجئے۔ (اس نے جا کر کہا) اے بہت ہی سچے یوسف (علیہ السلام)، آپ ہمیں اس خواب کی تعبیر بتائیے کہ 7 موٹی گائیں ہیں جنہیں 7 دہلی گائیں کھا رہی ہیں اور 7 سبز خوشے ہیں اور 7 خشک ہیں تاکہ میں واپس جا کر ان لوگوں سے کہوں شاید وہ (آپ کی قدر و منزلت) جان لیں۔ یوسف (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ تم 7 سال تک لگا تار کھیتی باڑی کرتے رہو گے اور (اس دوران تم جو فصلیں کاٹو ان کے) اناج کو بالیوں میں ہی رہنے دینا (تاکہ وہ محفوظ رہے) سوائے اس تھوڑی

سی مقدار کے جوتم کھاؤ گے پھر اس کے بعد 7 سال نہایت سخت (قحط کے) آئیں گے اس زمانہ میں وہ غلہ کھا لیا جائے گا جوتم نے ان (7 سالوں) کے لئے ذخیرہ کیا تھا سوائے اس تھوڑے سے غلہ کے جوتم (بیج کے لئے) روک رکھتے ہو پھر اس کے بعد جو سال آئے گا اس میں لوگوں پر خوب بارش ہوگی اور (اس سال) وہ (پھلوں کا رس) خوب نچوڑیں گے۔“ (یوسف: 12: آیات 43 تا 49)

شاہ مصر کے خواب کی تعبیر بتانے پر آپ ﷺ کی رہائی:

جب بادشاہ کے ساتی نے حضرت یوسف ﷺ سے بادشاہ کے خواب کی تعبیر پوچھی اور آپ ﷺ نے اس کی تعبیر بتائی تو وہ فوراً بادشاہ کے پاس پہنچا اور حضرت یوسف ﷺ کی بتائی ہوئی تعبیر اس کے سامنے پیش کی۔ خواب کی تعبیر معلوم ہونے پر بادشاہ بڑا خوش ہوا اور حضرت یوسف ﷺ کو اپنے خاص وزرا میں شامل کرنے کے لئے اپنے پاس لانے کا حکم دیا۔ جب بادشاہ کا قاصد آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس وقت تک قید خانہ سے باہر نکلنے سے انکار کر دیا جب تک آپ ﷺ کی مکمل بے گناہی کا اظہار نہ ہو جائے۔ آپ ﷺ نے قاصد سے کہا کہ بادشاہ کو میرا پیغام پہنچا دو کہ جن عورتوں نے مکر و فریب کرتے ہوئے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے ان سے پوچھیں کہ اصل حقیقت کیا تھی؟ بادشاہ نے ان عورتوں سے دریافت کیا تو انہوں نے اصل حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ یوسف (ﷺ) پاکدامن ہیں، ان میں کوئی بُرائی نہیں اور عزیز مصر کی بیوی نے بھی جب دیکھا کہ حق واضح ہو گیا ہے تو اس نے بھی اقرار کیا کہ میں نے ہی اسے ورغلانے کی کوشش کی تھی وہ یقیناً بے گناہ ہے۔ جب آپ ﷺ کی بے گناہی ثابت ہو گئی تو آپ ﷺ نے عرض کیا کہ میں اپنے نفس کی پاکیزگی بیان نہیں کرتا بے شک نفس سے تو گناہ کے کام ہونا ممکن ہیں مگر یہ کہ جس پر اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمت فرمائے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور بادشاہ نے کہا: یوسف (ﷺ) کو میرے پاس لاؤ جب قاصد یوسف (ﷺ) کے پاس

پہنچا تو انہوں نے کہا: اپنے بادشاہ کے پاس واپس جاؤ اور اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا اصلی واقعہ کیا ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے؟ بے شک میرا رب ان کے مکر کو خوب جانتا ہے۔ اس پر بادشاہ نے پوچھا: اے عورتو، اس وقت کا صحیح واقعہ کیا ہے جب تم مکر کر کے یوسف (علیہ السلام) کے نفس کو بہکانا چاہتی تھیں؟ انہوں نے (یک زبان ہو کر) کہا:۔

”اللہ کی پناہ“ ہم نے یوسف (علیہ السلام) میں کوئی برائی نہیں پائی، اس وقت عزیز مصر کی بیوی بھی پکار اٹھی کہ اب تو سچی بات واضح ہو گئی ہے۔ میں نے ہی اس کے نفس کو درغلا یا تھا اور یقیناً وہ بالکل سچا ہے۔ (یوسف علیہ السلام نے کہا) اس سے میری غرض یہ تھی کہ وہ (بادشاہ) جان لے کہ میں نے پیٹھ پیچھے اس کی خیانت نہیں کی تھی اور بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کا مکر چلنے نہیں دیتا۔ (یوسف علیہ السلام نے کہا:) میں اپنے نفس کی پاکیزگی بیان نہیں کرتا۔ بے شک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہے مگر جس پر میرا پروردگار رحم فرمائے۔ یقیناً میرا رب خوب بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔ (یوسف 12: آیات 50 تا 53)

حضرت یوسف علیہ السلام کا حکومت کے اعلیٰ منصب پر فائز ہونا:

جب عزیز مصر کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی ثابت ہو گئی اور اسے معلوم ہو گیا کہ آپ علیہ السلام پر لگایا جانے والا الزام بے بنیاد ہے تو اس نے کہا: یوسف (علیہ السلام) کو میرے پاس لے آؤ میں انہیں اپنے خاص کاموں کے لئے مقرر کر لیتا ہوں جب اس نے آپ علیہ السلام سے گفتگو کی تو وہ آپ کی صلاحیتوں سے بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا: آج سے آپ ہمارے ہاں عزت والے اور امانت دار ہیں لہذا ہم آپ کو وزارت دینا چاہتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اگر آپ مجھے وزارت دینا چاہتے ہیں تو وزیر خزانہ بنا دیجئے۔ لہذا اس طرح آپ علیہ السلام کو مصر میں وزارت کے عہدے پر فائز کر دیا گیا اور اللہ عز وجل کا وہ وعدہ پورا ہوا کہ ہم آپ کو زمین میں اعلیٰ مقام پر فائز فرمائیں گے۔ آپ علیہ السلام کو چونکہ پہلے ہی سے علم ہو چکا تھا کہ 7 سال کے بعد قحط سالیاں آئیں گی آپ علیہ السلام نے پہلے ہی سے ایسی تدابیر اختیار کیں کہ قحط سالی والے سال بھی لوگوں کو خورد و نوش کی اشیاء بقدر ضرورت ملتی رہیں۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور بادشاہ نے (قاصد سے) کہا: اسے (یوسف علیہ السلام) کو میرے پاس لاؤ، میں اسے اپنے خاص کاموں کے لئے مقرر کر لوں گا پھر جب اس نے یوسف (علیہ السلام) سے بات کی تو کہنے لگا کہ آج سے آپ ہمارے ہاں بڑی عزت والے اور امانت دار ہیں۔ انہوں (یوسف علیہ السلام) نے کہا: آپ مجھے ملک کے خزانوں پر (محافظ) مقرر کر دیجئے، بے شک میں (خزانہ کی) حفاظت کرنے والا اور خوب معلومات رکھنے والا ہوں۔ اس طرح ہم نے یوسف (علیہ السلام) کو سرزمین (مصر) میں اقتدار عطا کیا کہ وہ اس میں جہاں چاہے رہے۔ ہم جس کو چاہیں اپنی رحمت سے نواز دیتے ہیں اور نیک لوگوں کا ثواب ضائع نہیں کرتے اور یقیناً آخرت کا اجر ان لوگوں کے لئے بہت ہی بہتر ہے جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کے ساتھ کام کرتے رہے۔“ (یوسف: 12: آیات 54 تا 57)

حدیث رسول اکرم ﷺ:

رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو عہدے کا سوال کرنے سے بچنے کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا:- ”اے ابو ذر، امارت (حکومتی عہدہ) ایک امانت ہے اور تم کمزور ہو۔ (لہذا عہدہ مانگ کر نہ لینا) بے شک قیامت کے دن (ان لوگوں کے لئے) رسوائی اور ندامت ہوگی (جنہوں نے عہدے کا حق ادا نہ کیا) سوائے اس شخص کے جس نے اہلیت کی بنا پر اسے حاصل کیا پھر اس کے حقوق پوری طرح ادا کئے۔“ (مسلم۔ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ)

حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے سوتیلے بھائیوں سے حسن سلوک:

جب حضرت یوسف علیہ السلام وزیر خزانہ بنے تو خوشحالی کے 7 سالوں میں بہترین تدابیر اختیار کر کے اناج کو محفوظ کر لیا پھر جب 7 سال قحط سالی پڑی تو آپ علیہ السلام نے متاثرین میں غلہ بانٹنا شروع کیا۔ آپ علیہ السلام ہر شخص کو رقم لے کر سال بھر کے لئے غلہ دیتے تھے۔ اس قحط کا اثر مصر سے بڑھ کر کنعان شہر (جہاں یعقوب علیہ السلام رہتے تھے) تک بھی پہنچا۔ لہذا آپ علیہ السلام کے سوتیلے بھائی اپنے والد محترم سے اجازت اور رقم لے کر غلہ لینے کے لئے

مصر آئے۔ آپ ﷺ نے انہیں فوراً پہچان لیا لیکن بھائیوں نے نہیں پہچانا کیونکہ جب انہوں نے (آپ ﷺ) کو کنویں میں پھینکا تھا اس وقت آپ ﷺ بہت چھوٹے تھے۔ انہیں یہ خبر نہ تھی کہ اس کے بعد یوسف ﷺ کے ساتھ کیا ہوا۔ انہیں یہ گمان بھی نہ تھا کہ آپ صاحب اقتدار ہوں گے۔ حضرت یوسف ﷺ نے بھائیوں سے اجنبیوں کی طرح گفتگو کی اور پوچھا کہ تمہارے سوا اور کوئی بھی تمہارا بھائی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم 12 بھائی تھے، ہمارا ایک (سوتیلہ) بھائی جنگل میں ہلاک ہو گیا اور اس کا ایک سگا بھائی اور ہے جو والد کے پاس ہے وہ ہمارے ساتھ نہیں آیا۔ حضرت یوسف ﷺ نے اپنے خدام سے کہا کہ ان کی اچھی طرح مہمان نوازی کرو۔ چنانچہ ان کی خوب مہمان نوازی کی گئی اور اس کے بعد آپ ﷺ نے انہیں خوب غلہ دیا اور ان کی رقم بھی غلے میں واپس رکھوا دی اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہا کہ آئندہ جب میرے پاس آؤ تو اپنے چھوٹے بھائی (بنیامین) کو بھی ساتھ لانا۔ اگر تم اسے ساتھ نہ لائے تو تمہیں غلہ نہیں ملے گا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور (جب) یوسف (ﷺ) کے بھائی (غلہ لینے مصر) آئے اور وہ ان (یوسف ﷺ) کے پاس گئے تو انہوں (یوسف ﷺ) نے انہیں پہچان لیا مگر وہ (بھائی) انہیں نہ پہچان سکے اور جب انہوں (یوسف ﷺ) نے ان کے لئے انکا سامان تیار کروا دیا تو (چلتے وقت ان سے) کہا کہ (آئندہ) تم میرے پاس اپنے سوتیلے بھائی کو بھی لانا، کیا تم نے دیکھا نہیں کہ میں (غلہ) پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نوازی بھی کرتا ہوں۔ پس اگر تم اسے (سوتیلے بھائی کو) میرے پاس نہ لائے تو پھر میرے پاس تمہارے لئے (کوئی) غلہ نہیں اور نہ ہی میرے پاس آنا۔ انہوں (بھائیوں) نے کہا: ہم والد صاحب کو اس پر آمادہ کریں گے اور اسے (اپنے سوتیلے بھائی کو) لانے کی پوری کوشش کریں گے۔ یوسف (ﷺ) نے اپنے خادموں سے کہا: ان کی جمع پونجی (جو رقم انہوں نے غلہ کے عوض دی ہے چپکے سے) انہی کے سامان میں رکھ دو تا کہ جب وہ لوٹ کر اپنے اہل و عیال میں

جائیں تو اسے (پونجی کو) پہچان لیں۔ شاید وہ (اس طرح) دوبارہ لوٹ کر آئیں۔“

(یوسف 12: آیات 58 تا 62)

بھائیوں کا بنیامین کو غلہ لانے کے لئے مصر لے جانے پر اصرار:

حضرت یوسف علیہ السلام سے غلہ حاصل کرنے کے بعد آپ علیہ السلام کے سوتیلے بھائی اپنے گھر پہنچے تو دیکھا کہ غلے کے اندر ان کی وہ رقم بھی موجود تھی جس کے عوض انہوں نے غلہ لیا تھا۔ وہ اپنی رقم دیکھ کر بہت زیادہ متاثر ہوئے اور جب دوبارہ غلہ لینے کے لئے جانے لگے تو حسب وعدہ اپنے سوتیلے بھائی بنیامین کو ساتھ لے جانے کے لئے اپنے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے ابو جان، دیکھیں مصر کا بادشاہ کتنا رحم دل ہے اس نے ہمیں غلہ بھی دیا اور ساتھ میں ہماری رقم بھی واپس کر دی اس نے ہم سے یہ کہا تھا کہ جب دوبارہ آؤ تو اپنے ساتھ اپنے بھائی بنیامین کو بھی لانا، اگر تم اپنے اس بھائی کو ساتھ نہ لائے تو تمہیں غلہ نہیں ملے گا۔ اے ابو جان، آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی بنیامین کو بھی بھیج دیں تاکہ ہم زیادہ غلہ لے کر آئیں اور ہم اس کی نگہبانی کے ذمہ دار ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں منع کر دیا اور کہا کہ میں ہرگز تمہارے ساتھ بنیامین کو نہیں بھیجوں گا، کیا میں بنیامین کے بارے میں بھی تم پر ویسا ہی اعتبار کروں جیسا اس کے بھائی یوسف علیہ السلام کے بارے میں کیا تھا۔ آخر کار بیٹوں نے خوب منت سماجت اور پکے وعدے کئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام بنیامین کو اپنے سوتیلے بھائیوں کے ساتھ بھیجنے پر رضامند ہو گئے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”پھر جب وہ (بھائی) لوٹ کر اپنے والد کے پاس پہنچے تو کہنے لگے: اے ابا جان، (آئندہ) ہمیں غلہ دینے سے انکار کر دیا گیا ہے۔ لہذا آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی (بنیامین) کو بھیج دیں تاکہ ہم پھر غلہ لے کر آئیں اور ہم اس کی نگہبانی کے ذمہ دار ہیں۔ یعقوب علیہ السلام نے کہا: کیا میں اس (بنیامین) کے بارے میں بھی تم پر ویسا ہی اعتبار

کر لوں جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی (یوسف علیہ السلام) کے بارے میں کیا تھا؟ اللہ ہی بہتر محافظ اور وہ سب سے بڑا مہربان ہے اور جب بھائیوں نے اپنا سامان کھولا تو اس میں اپنا وہ سرمایہ بھی موجود پایا جو انہیں واپس کر دیا گیا تھا تو وہ (یہ دیکھ کر) کہنے لگے : اے ابا جان، ہمیں اور کیا چاہئے۔ (دیکھئے) ہمارا سرمایہ بھی ہمیں واپس لوٹا دیا گیا ہے (اب) ہم (جائیں گے اور) اپنے اہل و عیال کے لئے (مزید) غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی نگرانی بھی کریں گے اور ایک اونٹ کا غلہ زیادہ لائیں گے یہ غلہ تو تھوڑا سا ہے۔ یعقوب (علیہ السلام) نے کہا: میں تو اسے اس وقت تک تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا جب تک کہ تم اللہ کو گواہ کر کے مجھ سے یہ پختہ عہد نہ کر لو کہ تم اسے میرے پاس ضرور واپس لے کر آؤ گے سوائے اس کے کہ تم سب گرفتار کر لئے جاؤ پھر جب انہوں نے (اپنے والد سے) پختہ عہد کر لیا تو انہوں (یعقوب علیہ السلام) نے کہا: دیکھو ہم جو کچھ کہتے ہیں اس پر اللہ نگہبان ہے۔“ (یوسف 12: آیات 63-66)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیٹوں کو مصر جاتے ہوئے نصیحت :

جب بیٹے غلہ حاصل کرنے کے لئے کنعان سے مصر کی طرف روانہ ہونے لگے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں یہ نصیحت فرمائی کہ شہر میں ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا۔ آپ علیہ السلام نے انہیں یہ نصیحت اس لئے فرمائی کہ وہ سب کے سب بھائی خوبصورت تھے کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک ہی دروازے سے داخل ہونے سے انہیں کسی کی نظر لگ جائے۔ بیٹے اپنے باپ کی نصیحت کے مطابق مختلف دروازوں سے شہر میں داخل ہو کر حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ علیہ السلام پہلے ہی سے ان کے منتظر تھے جیسے ہی بھائی آپ علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے ان کا پرتپاک استقبال کیا۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

”اور یعقوب (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے بیٹو، (مصر میں) تم سب ایک دروازہ سے داخل

نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔ میں اللہ کی طرف سے آنے والی کسی چیز کو تم سے ٹال نہیں سکتا حکم تو صرف اللہ ہی کا چلتا ہے۔ میرا صرف اسی پر بھروسہ ہے اور ہر بھروسہ کرنے والے کو اسی (اللہ) پر بھروسہ کرنا چاہئے اور جب وہ باپ کے حکم کے مطابق (شہر میں مختلف دروازوں سے) داخل ہوئے تو ان کی یہ احتیاطی تدبیر اللہ کی مشیت کے مقابلہ میں کچھ کام نہ آسکی مگر یعقوب (علیہ السلام) کے دل میں ایک خواہش تھی جو انہوں نے پوری کر لی، بلاشبہ وہ (یعقوب علیہ السلام) صاحب علم تھے، (اس علم کی وجہ سے) جو ہم (اللہ) نے انہیں دیا تھا مگر اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔“ (یوسف: آیات 67 تا 68)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”نظر کا لگ جانا برحق ہے۔“ (مسلم۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر الفلق 113 اور الناس 114﴾

اور ہماری کتاب بیماریاں اور ان کا علاج مع طب نبوی ﷺ

حضرت یوسف علیہ السلام کی بنیامین کو اپنے پاس ٹھہرانے کی تدبیر:

جب تمام بھائی بنیامین سمیت حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ علیہ السلام نے انہیں شاہی مہمان خانہ میں ٹھہرایا اور خوب خاطر تواضع کی پھر اپنے سگے بھائی بنیامین کو تنہائی میں بلا کر بتایا کہ میں تمہارا بھائی یوسف ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑا کرم کیا کہ مجھے کنویں سے نکال کر مصر کا وزیر خزانہ بنا دیا۔ بھائیوں کی باتوں پر غم نہ کرو اور ہماری یہ بات بھی ظاہر نہ ہونے دینا۔ میں ان شاء اللہ العزیز کسی تدبیر سے تمہیں اپنے پاس روک لوں گا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو 3 دن تک اپنے پاس رکھا پھر ہر ایک کو ایک ایک اونٹ غلہ دے کر روانہ کیا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ شاہی پیالہ چپکے سے بنیامین کے سامان میں رکھ دو۔ یہ قافلہ جیسے ہی مصر سے روانہ ہونے لگا تو پیچھے سے ایک آدمی نے آواز لگائی: اے قافلے والو، تم چور ہو۔ بھائیوں نے پوچھا کہ تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے۔ اس نے کہا: بادشاہ کا ایک پیالہ گم ہو گیا ہے۔ بھائیوں نے اپنے آپ سے یہ الزام دور کرنے کی کوشش کی تو شاہی خادموں نے کہا کہ اچھا یہ بتاؤ جس کے سامان سے وہ پیالہ

برآمد ہو اس کی سزا کیا ہوگی؟ سب نے کہا: اس شخص کو اس کے بدلے میں یہیں روک لیا جائے۔ چنانچہ جب تلاشی لی گئی تو بنیامین کے سامان سے وہ پیالہ برآمد ہو گیا۔
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور جب یہ (بھائی) یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے (سگے) بھائی (بنیامین) کو اپنے پاس (الگ) بٹھا لیا (اور اسے) کہا: میں تیرا بھائی (یوسف) ہوں، لہذا تم اس کا غم نہ کرو جو سلوک یہ (بھائی) ہمارے ساتھ کرتے رہے ہیں پھر جب اس (یوسف علیہ السلام) نے ان کا سامان تیار کروا دیا تو اپنے بھائی (بنیامین) کے سامان میں پانی پینے کا پیالہ رکھ دیا پھر ایک آواز دینے والے نے پکار کر کہا: اے قافلے والو، بے شک تم چور ہو۔ انہوں (یوسف علیہ السلام کے بھائیوں) نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا: تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے؟ انہوں (شاہی دربانوں) نے جواب دیا: شاہی پیالہ گم ہو گیا ہے جو اسے لے آئے اسے ایک اونٹ کے بوجھ کا غلہ دیا جائے گا اور میں اس (وعدہ) کا ضامن ہوں۔ انہوں (بھائیوں) نے کہا: اللہ کی قسم، تم کو خوب علم ہے کہ ہم ملک میں فساد پھیلانے کے لئے نہیں آئے اور نہ ہی ہم چور ہیں۔ انہوں (شاہی دربانوں) نے کہا: اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے تو اس (چور) کی کیا سزا ہوگی؟ انہوں (یوسف علیہ السلام کے بھائیوں) نے جواب دیا: اس کی سزا یہی ہے کہ جس کے سامان میں وہ (پیالہ) پایا جائے وہی آدمی اس کے بدلے میں رکھ لیا جائے۔ ہم تو ایسے ظالموں کو یہی سزا دیتے ہیں۔ چنانچہ یوسف (علیہ السلام) نے اپنے بھائی کے سامان کی تلاشی سے پہلے ان (دوسرے بھائیوں) کے سامان کی تلاشی لینا شروع کر دی، آخر کار اپنے بھائی (بنیامین) کے سامان سے وہ (گم شدہ) پیالہ برآمد کر لیا۔ اس طرح ہم نے یوسف (علیہ السلام) کے لئے یہ تدبیر کی۔ وہ اپنے بادشاہ کے قانون کی رو سے تو اپنے بھائی کو (اپنے پاس) نہیں رکھ سکتے تھے مگر یہ کہ اللہ کو منظور ہو۔ ہم جس کے چاہیں درجات بلند کرتے ہیں اور ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا موجود ہے۔“

بھائیوں کا حضرت یوسف (علیہ السلام) پر چوری کا الزام اور آپ (علیہ السلام) کا صبر:

جب بنیامین کے سامان سے شاہی پیالہ برآمد ہوا تو بھائیوں نے فوراً کہا: ہم تو چوری کو بہت ہی بری حرکت سمجھتے ہیں۔ البتہ بنیامین کی چوری پر تعجب نہیں کیونکہ ان سے پہلے ان کے بھائی یوسف (علیہ السلام) نے بھی چوری کی تھی۔ یہ الزام سن کر آپ (علیہ السلام) نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے دل میں کہا کہ تم جس چوری کا مجھ پر الزام لگا رہے ہو اسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”انہوں (بھائیوں) نے کہا: اگر اس (بنیامین) نے چوری کی ہے تو (یہ کوئی تعجب کی بات نہیں) اس کا ایک بھائی (یوسف علیہ السلام) بھی اس سے پہلے چوری کر چکا ہے۔ چنانچہ یوسف (علیہ السلام) نے اس بات کو اپنے دل میں چھپائے رکھا اور ان کے سامنے بالکل ظاہر نہ کیا اور (دل میں) کہا: تم بہت ہی گرے ہوئے درجہ پر ہو اور اللہ ہی اسے خوب جانتا ہے جو تم بیان کر رہے ہو۔“ (یوسف 12: آیت 77)

بھائیوں کی طرف سے پیش کش اور حضرت یوسف (علیہ السلام) کا جواب:

جب چوری کے مقدمہ میں بنیامین کی گرفتاری کا فیصلہ ہو گیا تو بھائیوں کو فوراً خیال آیا کہ اب ہم اپنے والد کو کیا منہ دکھائیں گے، ہم اپنے والد سے پختہ عہد کر کے آئے تھے کہ بنیامین کو ضرور ساتھ لائیں گے مگر یہ کہ ہم پر کوئی آفت آجائے۔ انہوں نے حضرت یوسف (علیہ السلام) سے درخواست کی کہ ان کے والد بہت ہی بوڑھے ہیں، ان سے بہت محبت کرتے ہیں اور ان کی جدائی برداشت نہیں کر سکتے اس لئے آپ (علیہ السلام) ہم میں سے جسے چاہیں ان کے بدلے اپنے پاس رکھ لیں اور انہیں چھوڑ دیں۔ حضرت یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا کہ ان کی گرفتاری تمہارے فیصلہ کے مطابق ہوئی ہے۔ اب اگر میں اصل مجرم کو چھوڑ کر کسی بے گناہ کو گرفتار کر لوں تو یہ بہت بڑا ظلم ہوگا اور میں ایسے ظلم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”انہوں (بھائیوں) نے کہا: ”اے عزیز، بے شک اس کے والد بہت ہی بوڑھے ہیں، لہذا

آپ اس کے بدلہ ہم میں سے کسی کو اپنے پاس رکھ لیجئے، ہم آپ کو بڑا احسان کرنے والا پاتے ہیں۔ یوسف (علیہ السلام) نے کہا کہ ہم نے جس کے پاس اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا دوسرے کو گرفتار کرنے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ ایسا کرنے سے تو ہم یقیناً ناانصافی کرنے والے ہو جائیں گے۔“ (یوسف 12: آیات 78 تا 79)

بھائیوں کا اپنے والد محترم کو مطمئن کرنے کے لئے مشورہ:

حضرت یوسف (علیہ السلام) کا مدلل جواب سننے کے بعد آپ (علیہ السلام) کے بھائی بنیامین کی رہائی سے ناامید ہو کر آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ ہم تو والد سے بنیامین کو واپس لانے کا عہد کر کے آئے تھے۔ اب کیا کریں؟ بڑے بھائی نے کہا کہ ہم تو والد صاحب کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔ ہم اس سے پہلے یوسف (علیہ السلام) کو بھی والد کی نظروں سے اوجھل کر چکے ہیں۔ لہذا میں یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک کہ والد صاحب راضی نہ ہو جائیں یا اللہ تعالیٰ اس بات کا فیصلہ فرما دے یعنی یا تو میں بنیامین کو ساتھ لانے میں کامیاب ہو جاؤں یا مجھے موت آجائے۔ تم والد محترم سے یہ واقعہ بیان کر دو۔ چنانچہ آپس میں مشورہ کرنے کے بعد بھائی مصر سے چل پڑے اور اپنے والد محترم کی خدمت میں جا کر صورت حال بیان کی اور کہا کہ جب ہم نے عہد کیا تھا تو ہمیں علم نہ تھا کہ بنیامین چوری کرے گا۔ ہم سے تو عزیز مصر نے چوری کی سزا پوچھی تھی جو ہم نے اپنے دین کے مطابق بتا دی۔ اگر آپ کو ہماری سچائی کا اعتبار نہیں ہے تو اس قافلہ والوں سے پوچھ لیں جس کے ساتھ ہم آئے ہیں۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”جب وہ اس (یوسف علیہ السلام) سے مایوس ہو گئے تو تنہائی میں بیٹھ کر آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ بڑے بھائی نے کہا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے والد نے تم سے اللہ کی قسم لے کر پختہ عہد لیا ہے اور اس سے پہلے یوسف (علیہ السلام) کے بارے میں تم کو تاہی کر چکے ہو۔ لہذا میں تو یہاں سے (ہرگز) نہیں جاؤں گا جب تک کہ میرے والد خود مجھے حکم نہ دیں یا اللہ میرے لئے (اس معاملہ کا) فیصلہ کر دے، وہی سب سے بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

تم سب والد کی خدمت میں واپس جاؤ اور کہو کہ ابا جان، آپ کے بیٹے نے چوری کی اور ہم نے وہی گواہی دی جو ہم جانتے تھے اور ہم غیب کی نگہبانی کرنے والے نہ تھے۔ آپ اس شہر کے لوگوں سے دریافت فرمائیں جہاں ہم تھے اور اس قافلہ سے بھی پوچھ لیں جس کے ساتھ ہم آئے ہیں اور ہم یقیناً اپنے بیان میں سچے ہیں۔“ (یوسف 12: آیات 80 تا 82)

بنیامین کے واقعہ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا پرانا غم تازہ کر دیا:

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے صورت حال کا پتہ چلنے پر حضرت یعقوب علیہ السلام کا پرانا غم تازہ ہو گیا۔ آپ علیہ السلام نے اس واقعہ پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے وہی جملہ (میں صبر کرتا ہوں) کہا جو حضرت یوسف علیہ السلام کا صدمہ ملنے پر کہا تھا اور اس واقعہ پر صبر کرنے کے ساتھ ساتھ یہ امید بھی ظاہر کی کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب (یوسف اور بنیامین) کو مجھ سے ملوائے گا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”یعقوب (علیہ السلام) نے (یہ داستان سن کر) کہا: (حقیقت یہ نہیں) بلکہ تم نے اپنی طرف سے بات بنالی ہے لہذا اب صبر ہی بہتر ہے۔ قریب ہے کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے۔ وہی خوب علم اور حکمت والا ہے پھر یعقوب (علیہ السلام) نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا: ہائے یوسف، اور ان (یعقوب علیہ السلام) کی آنکھیں غم کی وجہ سے بے نور ہو گئیں اور وہ بہت زیادہ غمگین رہنے لگے تھے۔ بیٹوں نے کہا: اللہ کی قسم، آپ ہمیشہ یوسف (علیہ السلام) کی یاد ہی میں لگے رہیں گے یہاں تک کہ آپ (اس کے غم سے) گھل جائیں یا ہلاک ہی ہو جائیں۔ انہوں (یعقوب علیہ السلام) نے کہا: میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کر رہا ہوں اور مجھے اللہ کی طرف سے وہ باتیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔“

(یوسف 12: آیات 83 تا 86)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا بیٹوں کو یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی تلاش کا حکم:

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے لہذا

تم اس کی رحمت سے ناامید نہ ہو اور حضرت یوسف (علیہ السلام) اور بنیامین کو تلاش کرو۔
 ناامیدی کفار کا شیوہ ہے۔ مسلمان کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے۔
 فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اے میرے بیٹو، تم (دوبارہ) جاؤ یوسف (علیہ السلام) اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ یقیناً اللہ کی رحمت سے تو کفار ہی ناامید ہوا کرتے ہیں۔“

(یوسف 12: آیت 87)

(تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر الزمر 39: آیت 53 اور الحجر 15: آیت 56)

بھائیوں کی حضرت یوسف (علیہ السلام) سے درخواست:

حضرت یعقوب (علیہ السلام) کے کہنے پر تمام بھائی حضرت یوسف (علیہ السلام) اور بنیامین کو تلاش کرنے کے لئے مصر کی طرف چل پڑے۔ بھائیوں نے مصر جا کر حضرت یوسف (علیہ السلام) کے سامنے بنیامین کی رہائی اور مزید غلہ کے حصول کے لئے درخواست پیش کرتے ہوئے کہا:
 اے عزیز مصر، ہم اور ہمارا خاندان مختلف تکالیف کا شکار ہیں، ہمارے والد محترم بوڑھے اور ان کی بینائی بھی ختم ہو چکی ہے۔ لہذا آپ ہمارے ساتھ خصوصی تعاون فرماتے ہوئے ہمیں ہمارا بھائی واپس کر دیجئے اور غلہ بھی دیجئے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”پھر جب یہ (بھائی) یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو کہنے لگے: اے عزیز، ہمیں اور ہمارے خاندان کو بہت تکلیف پہنچی ہوئی ہے اور ہم کچھ حقیر سی پونجی لائے ہیں، چنانچہ آپ ہم پر صدقہ کرتے ہوئے ہمیں پورا غلہ دیجئے۔ بے شک اللہ صدقہ کرنے والوں کو بہترین بدلہ دیتا ہے۔ (یہ سن کر) یوسف (علیہ السلام) نے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی (بنیامین) کے ساتھ اپنی نادانی کی حالت میں کیا کیا تھا؟“ (یوسف 12: آیات 88 تا 89)

بھائیوں کی حضرت یوسف (علیہ السلام) کے سامنے شرمندگی:

حضرت یوسف (علیہ السلام) کے بھائی 3 مرتبہ آپ (علیہ السلام) سے ملاقات کر چکے تھے لیکن وہ

آپ ﷺ کو پہچان نہیں پائے۔ آپ ﷺ نے ان سے سوال کیا: کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے یوسف اور ان کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ یہ سنتے ہی بھائی حضرت یوسف ﷺ کو پہچان گئے اور شرمندہ ہو کر کہنے لگے: یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو چن لیا اور ہم پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ بے شک ہم غلطی پر تھے۔ آپ ہماری غلطی معاف کر دیجئے پھر آپ ﷺ نے انہیں ان کا جرم معاف فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کو کہا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”انہوں نے (چونک کر) کہا: کیا آپ ہی یوسف ہیں؟ اس (یوسف ﷺ) نے جواب دیا: جی ہاں میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی (بنیامین) ہے، یقیناً اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ بے شک جو بھی پرہیزگاری اختیار کرے اور صبر کرے تو اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ انہوں (یوسف ﷺ کے بھائیوں) نے کہا: اللہ کی قسم، اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے اور یہ (بھی بالکل سچ ہے) کہ ہم ہی خطا کار تھے۔“ (یوسف: آیات 90 تا 91)

حضرت یوسف ﷺ کی طرف سے معافی اور والد محترم کے لئے تحفہ:

حضرت یوسف ﷺ کے بھائیوں نے جب آپ ﷺ سے معافی کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے انہیں معاف کرتے ہوئے فرمایا: مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں، تم اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو۔ جب حضرت یوسف ﷺ کے بھائی واپس جانے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری یہ قمیص لے جاؤ اور والد صاحب کے چہرہ پر ڈال دو، ان کی بینائی واپس آجائے گی پھر تمام اہل خانہ کو بھی یہاں لے آؤ تاکہ ہم سب مل کر زندگی گزاریں۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”انہوں (یوسف ﷺ) نے جواب دیا کہ (اے میرے بھائیو) آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں معاف فرمائے، وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے۔ میرا یہ کرتا لے جاؤ اور اسے میرے والد کے چہرہ پر ڈال دو، ان کی بصارت (بینائی) لوٹ آئے گی اور اپنے پورے خاندان کو میرے پاس لے آؤ۔“ (یوسف: آیات 92 تا 93)

حضرت یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی خوشبو اور بینائی کی بحالی:

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جیسے ہی آپ علیہ السلام کی قمیص اور غلہ لے کر مصر سے روانہ ہوئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو آنے لگی۔ آپ علیہ السلام نے اپنے اہل خانہ سے فرمایا: اگر تم مجھے بہکا ہوا نہ کہو تو میں تمہیں بتاؤں کہ مجھے یوسف (علیہ السلام) کی خوشبو آ رہی ہے۔ اہل خانہ نے آپ علیہ السلام کی بات پر یقین نہیں کیا پھر جب خوشخبری دینے والے نے آ کر حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص آپ علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر ڈالی تو آپ علیہ السلام کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ آپ علیہ السلام نے فوراً فرمایا: کیا میں تم سے یہ نہیں کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے وہ باتیں معلوم ہیں جو تمہیں معلوم نہیں ہیں پھر آپ علیہ السلام کے تمام بیٹوں نے عرض کیا کہ اے ابو جان، بے شک ہم سے غلطی ہو گئی ہے آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں تو آپ علیہ السلام نے ان کے لئے استغفار کی حامی بھر لی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”جب یہ قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا تو ان کے والد نے (کنعان میں بہو اور پوتے پوتیوں سے) کہا: مجھے تو یوسف (علیہ السلام) کی خوشبو آ رہی ہے، اگر تم مجھے بہکا ہوا نہ کہو۔ وہ (اہل خانہ) کہنے لگے: اللہ کی قسم، آپ ابھی تک اپنی پرانی غلطی پر ہیں۔ چنانچہ جب خوشخبری دینے والے نے آ کر ان (یعقوب علیہ السلام) کے چہرے پر وہ قمیص ڈالی تو اسی وقت ان کی بینائی لوٹ آئی اور انہوں نے کہا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ انہوں (یوسف علیہ السلام کے بھائیوں) نے کہا: اے ابا جان، آپ ہمارے لئے (اللہ سے) گناہوں کی معافی مانگئے، بے شک ہم ہی قصور وار ہیں۔ یعقوب (علیہ السلام) نے کہا: میں جلد ہی اپنے پروردگار سے تمہارے لئے معافی مانگوں گا بلاشبہ وہ بہت ہی بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“ (یوسف 12: آیات 94 تا 98)

حضرت یعقوب علیہ السلام کے خاندان کی مصر آمد اور حضرت یوسف علیہ السلام کا استقبال:

جب بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے پورے خاندان کو مصر میں لانے کا پیغام

حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہنچایا تو آپ علیہ السلام اپنے پورے خاندان کو لے کر مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے خاندان کی آمد کی خبر ملی تو آپ علیہ السلام ان کے استقبال کے لئے اپنے وزرا اور معززین کے ساتھ شاہی محل سے روانہ ہوئے اور اپنے خاندان کا پر تپاک استقبال کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے کی محبت، عزت اور عظمت کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر:

جب حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے خاندان سمیت مصر پہنچ گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں خوب عزت دی اور اپنے والدین کو تخت شاہی پر اپنے پاس بٹھا کر فرمایا: مصر میں جہاں سے چاہو کھاؤ پیو، یہ تمہارے لئے بڑی پرامن جگہ ہے پھر آپ علیہ السلام نے اپنے والدین (سوتیلی والدہ اور سگے والد) کو اپنے تخت پر بٹھایا آپ علیہ السلام کے والدین اور 11 بھائی آپ علیہ السلام کے سامنے تعظیماً سجدہ (یہ سابقہ امتوں میں جائز تھا لیکن ہماری شریعت میں حرام ہے) میں گر گئے۔ جیسے ہی حضرت یوسف علیہ السلام نے ماں باپ اور 11 بھائیوں کو سجدے کی حالت میں دیکھا تو فوراً کہا: اے اباجان، یہ میرے اسی خواب کی تعبیر ہے جو میں نے بچپن میں دیکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بہت بڑا انعام فرمایا کہ مجھے جیل سے رہائی نصیب فرمائی، میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جو اختلاف تھا اس کو دور فرمایا اور آپ سب کو یہاں لے آیا جس پر میں اللہ رب العزت کا بہت زیادہ شکر گزار ہوں۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”جب یہ پورا خاندان یوسف علیہ السلام کے پاس (مصر) پہنچ گیا تو انہوں (یوسف علیہ السلام) نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس بٹھایا اور (اپنے خاندان سے) کہا: مصر میں رہو، اگر اللہ نے چاہا تو آپ سب امن میں رہیں گے اور اس (یوسف علیہ السلام) نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھادیا اور سب ان (یوسف علیہ السلام) کے سامنے سجدہ (تعظیم) میں گر گئے تو اس وقت یوسف علیہ السلام نے کہا: اے اباجان، یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے

(بچپن میں) دیکھا تھا جسے میرے رب نے سچا کر دکھایا، اس (اللہ) نے مجھ پر عظیم احسان کیا تھا جب مجھے قید خانہ سے نکالا تھا اور آپ سب کو صحرا سے (یہاں) لے آیا۔ اس اختلاف کے بعد جو شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ڈال دیا تھا، بے شک میرا رب باریک بینی سے جو چاہے تدبیر کرتا ہے اور وہ خوب علم، حکمت والا ہے۔“ (یوسف: 12: آیات 99 تا 100)

حضرت یوسف علیہ السلام کا انعامات الہی پر شکر اور آخرت میں کامیابی کی دعا:

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا کہ اللہ رب العزت نے مجھ پر خوب انعام و اکرام عطا فرمایا ہے۔ مجھے اعلیٰ مقام عطا فرماتے ہوئے میرے خاندان کو بھی مجھ سے ملوا دیا اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی خوب حمد و ثناء بیان فرمائی اور ساتھ ہی آخرت کی کامیابی کے لئے بھی دعا مانگی:

فرمان الہی ہے:

رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيَّ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَ الْحَقِّنِي بِالصَّلَاحِينَ (ترجمہ) ”اے میرے پروردگار، بلاشبہ آپ نے مجھے حکومت بھی عطا فرمائی اور خوابوں کی تعبیر بھی سکھائی، اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے، آپ ہی دنیا و آخرت میں میرے سرپرست ہیں، لہذا اسلام پر میرا خاتمہ کیجئے اور مجھے نیک لوگوں میں شامل فرما دیجئے۔“ (یوسف: 12: آیت 101)

حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات:

حضرت یوسف علیہ السلام 110 سال کی عمر میں مصر میں ہی انتقال فرما گئے۔ آپ علیہ السلام نے اپنی وفات سے قبل اپنے بھائیوں کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ میری میت کو میرے والد محترم کے قریب دفن کرنا۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ علیہ السلام کی وصیت کے مطابق بھائیوں نے آپ علیہ السلام کی میت کو کفن دے کر ایک تابوت میں رکھا اور حبرون میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے قریب دفن کر دیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام کا نسب نامہ:

ایوب (علیہ السلام) بن موص بن رازح بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم الخلیل (علیہ السلام) بن تارح (آزر) بن ناحور بن ساروح بن راغو بن فالخ بن عبیر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلایل بن قینان بن یانش بن شیث بن آدم (علیہ السلام)۔ (قصص الانبیاء، لابن کثیر رحمہ اللہ۔ سیرت نبوی علیہ السلام، ابن ہشام رحمہ اللہ)

حضرت ایوب علیہ السلام کا مختصر تعارف:

حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ علیہ السلام کا شمار بھی ان مشہور انبیاء علیہم السلام میں ہوتا ہے جنہوں نے تکالیف پہنچنے پر بڑے صبر کا مظاہرہ کیا۔ اللہ رب العزت نے حضرت ایوب علیہ السلام کو خوب مال و دولت، شان و شوکت اور اولاد سے نواز کر آزمایا، آپ علیہ السلام اس آزمائش میں پورے اترے۔ اللہ رب العزت نے آپ علیہ السلام کا ذکر خیر قرآن مجید کی 4 سورتوں میں کیا ہے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور ان (ابراہیم علیہ السلام) کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون (علیہم السلام) کو بھی (ہدایت دی تھی)۔“ (الانعام: 6: آیت 84)

حضرت ایوب علیہ السلام کی شادی:

حضرت ایوب علیہ السلام جب جوان ہوئے تو آپ علیہ السلام کی شادی محترمہ رحمت بنت افراتیم سے ہوئی۔ اللہ رب العزت نے آپ علیہ السلام کو ان سے اولاد کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی بعثت:

آپ علیہ السلام انتہائی نیک، بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے اور بڑے ہی صابر و شاکر بندے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو لوگوں کی راہ نمائی کے لئے نبوت سے سرفراز فرمایا تھا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان (علیہم السلام) کی طرف بھی وحی بھیجی تھی اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو زبور عطا کی تھی۔“

(النساء: 4: آیت 163)

حضرت ایوب علیہ السلام پر آزمائش اور آپ علیہ السلام کا صبر:

حضرت ایوب علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے خوب مال و دولت اور اولاد سے نوازا تھا۔ ان نعمتوں کے ملنے پر آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر ادا کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو مصائب میں مبتلا کر کے آزمایا۔ آپ علیہ السلام کی ساری دولت جاتی رہی، اولاد بھی فوت ہو گئی اور گھربار بھی ویران ہو گیا لیکن اس کے باوجود بھی آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صبر سے کام لیتے رہے اور کبھی شکوہ نہیں کیا۔ آزمائش کی مدت طویل ہوتی گئی یہاں تک کہ دوست احباب بھی ساتھ چھوڑ گئے اور آپ علیہ السلام سے دور رہنے لگے۔ صرف آپ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ رحمت بنت افراشیم ساتھ رہیں، وہ آپ علیہ السلام کی ضروریات پوری فرماتیں۔ آپ علیہ السلام کی وفادار بیوی اجرت پر دوسروں کے کام کر کے آپ علیہ السلام کے لئے کھانے پینے کا بندوبست کیا کرتی تھیں۔ اسی آزمائش میں 18 سال گزر گئے۔ (تفسیر بیضاوی)

احادیث رسول اکرم ﷺ:

”سب سے سخت آزمائش انبیائے کرام علیہم السلام پر پھر لوگوں میں سب سے زیادہ نیک لوگوں پر اس کے بعد جو ان سے کم درجہ کے ہوں ان پر آتی ہے۔ انسان پر اس کے دین (ایمان) کے مطابق آزمائش آتی ہے اگر وہ دین میں مضبوط ہو تو اس پر آزمائش بھی سخت آتی ہے۔“

(ترمذی۔ عن سعد بن عبد اللہ)

حضرت ایوب علیہ السلام کی اللہ کے حضور دعا:

حضرت ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش پر صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے رہے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام پر آنے والے مصائب اور ان پر صبر ضرب المثل بن گئے۔ آخر کار جب بیماری بہت زیادہ بڑھ گئی تو آپ علیہ السلام نے اللہ عز وجل کے حضور صحت

کے لئے دعا مانگی۔
فرمان الہی ہے:

① (رَبِّ) اَنْیُّ مَسْنٰی الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّحِمِیْنَ

(ترجمہ) ”(یا اللہ) مجھے تکلیف دہ بیماری لگ گئی ہے اور آپ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔“ (الانبیاء: 21: آیت 83)

② (رَبِّ) اَنْیُّ مَسْنٰی الشَّیْطٰنِ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ

(ترجمہ) ”(اے میرے رب) بے شک شیطان نے مجھے سخت تکلیف اور پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے۔“ (ص 38: آیت 41)

حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا کی قبولیت اور بیماری سے شفا:

جب حضرت ایوب علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں گر گڑا کر اپنی صحت اور مصائب دور ہونے کے لئے دعا مانگی تو اللہ رب العزت نے آپ علیہ السلام کی دعا قبول فرماتے ہوئے فرمایا کہ جہاں آپ تشریف فرما ہیں وہیں اپنے پاؤں کو زمین پر ماریں اس سے ایک چشمہ جاری ہو جائے گا جس سے آپ غسل کریں بیرونی سب بیماریاں دور ہو جائیں گی اور اسی چشمہ کے پانی کو پیئیں اندرونی بیماریوں سے شفا مل جائے گی۔ چنانچہ حضرت ایوب علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اللہ رب العزت نے آپ علیہ السلام کو صحت کاملہ عطا فرمائی۔
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”چنانچہ ہم نے ان کی دعا سن لی اور ان کی بیماری دور کر دی۔“ (الانبیاء: 21: آیت 84)

② ”(ہم نے انہیں کہا) اپنا پاؤں (زمین پر) مارو، یہ ٹھنڈا پانی نہانے اور پینے کے لئے ہے۔“ (ص 38: آیت 42)

حدیث رسول اکرم ﷺ:

”حضرت ایوب علیہ السلام (صحت ملنے کے بعد ایک مرتبہ) غسل فرما رہے تھے، اتنے میں سونے کی ٹڈیوں کا ایک جھنڈ آپ علیہ السلام پر آگرا۔ آپ علیہ السلام ان سونے کی ٹڈیوں کو مٹھیاں بھر بھر کر کپڑے میں ڈالنے لگے۔ اللہ رب العزت نے آواز دی۔ اے ایوب: کیا میں

نے تمہیں اس (دولت) سے مستغنی (بے نیاز) نہیں کر دیا جو تم دیکھ رہے ہو؟“
حضرت ایوب علیہ السلام نے عرض کیا: جی ہاں، اے میرے رب لیکن میں آپ کی رحمت اور
برکت سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔“ (بخاری - عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

نوٹ: روحانی اور جسمانی بیماریوں کے علاج کے لئے پڑھئے

ہماری کتاب ”بیماریاں اور ان کا علاج مع طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم“

آزمائش میں کامیابی کے بعد انعامات الہی کی بارش:

حضرت ایوب علیہ السلام نے سخت بیماری کی حالت میں بھی اللہ رب العزت کی عبادت
میں کمی نہیں کی اور مصائب اور بیماری پر بڑے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ اللہ عز وجل نے آپ علیہ السلام
کے صبر کرنے کی خوب تعریف فرمائی اور آپ علیہ السلام کے تمام مصائب دور فرما دیئے اس کے
ساتھ ساتھ آپ علیہ السلام کو خاندان اور مال و دولت سے بھی نوازا اور حضرت ایوب علیہ السلام کے
واقعہ کو بعد میں آنے والوں کے لئے نصیحت بنا دیا۔
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”بے شک ہم نے انہیں (ایوب علیہ السلام) کو صبر کرنے والا پایا۔ وہ بہت ہی نیک بندے اور
(اپنے رب کی طرف) خوب رجوع کرنے والے تھے۔“ (ص 38: آیت 44)

① ”اور انہیں نہ صرف ان کے اہل و عیال دیئے بلکہ ان کے ساتھ اپنی خاص مہربانی سے
ایسے ہی اور بھی عطا فرمائے تاکہ یہ واقعہ (ہماری) عبادت کرنے والوں کے لئے ایک
نصیحت بن جائے۔“ (الانبیاء 21: آیت 84)

② ”اور ہم نے اپنی (خاص) رحمت سے انہیں ان کے اہل و عیال عطا فرمائے اور ان کی مانند
اور بھی عطا فرمائے۔ عقلمندوں کے لئے اس میں (بڑی) نصیحت ہے۔“ (ص 38: آیت 43)

حضرت ایوب علیہ السلام کی اپنی وفادار بیوی کو سو کوڑے مارنے کی قسم:

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی (رحمت) آپ علیہ السلام کی بیماری کی حالت میں بھی آپ علیہ السلام
کے ساتھ رہیں اور آپ علیہ السلام کی خدمت کرتی رہیں۔ آپ علیہ السلام کی وہ بیوی آپ علیہ السلام کی
صحت کی شدید خواہش مند تھیں اور ہر وقت بیماری سے شفا کی تلاش میں رہتی تھیں۔ شیطان نے

ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر انہیں شفا کا ایک شرکیہ عمل بتایا۔ انہوں نے آ کر آپ ﷺ کو وہ عمل بتایا جس پر آپ ﷺ غصہ ہوئے اور کہا کہ وہ شیطان تھا اور تم شیطان کی باتوں میں کیوں آگئیں؟ اور ساتھ ہی قسم اٹھالی کہ مجھے اگر اللہ تعالیٰ نے شفا دی تو میں تجھے 100 کوڑے ماروں گا۔ چنانچہ آپ ﷺ جب تندرست ہوئے تو قسم پوری کرنا چاہی۔ آپ ﷺ کی شریعت میں قسم کا کفارہ نہیں تھا بلکہ قسم توڑنے کی سزا 100 کوڑے تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی قسم پوری کرنے کا ایک ایسا راستہ بتایا جس میں آپ ﷺ کی قسم بھی پوری ہو گئی اور آپ ﷺ کی بیوی بھی سخت سزا سے بچ گئیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آپ ﷺ نے 100 تنکوں والی جھاڑو لی اور اسے ایک مرتبہ اپنی بیوی کے جسم پر مار کر اپنی قسم پوری کر لی اور انہیں تکلیف بھی نہیں ہوئی۔ چونکہ حضرت ایوب ﷺ اور ان کی بیوی، بڑے متقی، پرہیزگار اور اللہ تعالیٰ کی طرف خوب رجوع کرنے والے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسا راستہ نکال دیا جس میں دونوں کے لئے سہولت تھی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

- ① ”اور جو آدمی بھی اللہ (کے عذاب) سے ڈرتا ہے، وہ (اللہ) اس کے لئے (مشکلات سے نکلنے کا) راستہ بنا دیتا ہے۔“ (الطلاق: 65: آیت 2)
- ② ”اور (اللہ نے فرمایا) اپنے ہاتھ میں تنکوں کی ایک مٹھی (جھاڑو) لے کر اس سے (اپنی بیوی کو) مار دو اور اپنی قسم نہ توڑو۔“ (ص: 38: آیت 44)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ وتفسیر الطلاق 65: آیت 3 اور عورتوں سے حسن سلوک سے

متعلق جاننے کے لئے پڑھئے ہماری کتاب ”عورتوں کے مسائل اور ان کا حل“﴾

حضرت ایوب ﷺ کی وفات:

حضرت ایوب ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی آزمائش میں کامیابی کے بعد دین ابراہیم (ﷺ) پر قائم رہے۔ آپ ﷺ 93 سال کی عمر میں اس دنیا فانی سے رخصت ہو گئے۔ آپ ﷺ نے اپنی وفات سے پہلے اپنے بیٹے حول اور ان کے بعد بشر کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔

حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونس علیہ السلام کا لقب ذوالنون اور آپ علیہ السلام کے والد کا نام مٹی تھا۔

حضرت یونس علیہ السلام کی فضیلت :

آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسولوں میں سے ایک رسول تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ علیہ السلام کا قرآن مجید میں 6 سورتوں میں ذکر خیر فرمایا ہے اور ایک پوری سورت (یونس 10) آپ علیہ السلام کے نام سے نازل فرمائی ہے۔

احادیث رسول اکرم ﷺ :

- ① ”کوئی یوں نہ کہے کہ میں یونس بن مٹی سے بہتر ہوں۔“ (بخاری۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)
- ② ”ایک یہودی بازار میں سامان بیچ رہا تھا کسی نے اس کے سامان کی بہت کم قیمت لگائی تو یہودی غصہ ہو کر قسم اٹھاتے ہوئے کہنے لگا: اس ذات کی قسم، جس نے موسیٰ علیہ السلام کو سب آدمیوں پر چن لیا ہے۔ میں اتنی کم قیمت میں یہ سامان نہیں بیچوں گا۔ ایک انصاری نے یہ جملہ سنتے ہی اسے ایک طمانچہ رسید کرتے ہوئے کہا کہ ابھی تو اللہ کے رسول (محمد ﷺ) ہم میں موجود ہیں (اور تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کر رہے ہو)۔ وہ یہودی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے ابو القاسم، میں ذمی ہوں اور میرا (مسلمانوں سے جزیہ دینے کا) عہد ہے پھر مجھے مسلمان نے طمانچہ کیوں رسید کیا؟ (جب آپ ﷺ کو ساری حقیقت معلوم ہوئی تو) آپ ﷺ نے (انصاری کی) اس حرکت پر غصے کا اظہار کیا اور فرمایا: اللہ کے پیغمبروں میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دیا کرو اور میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی یونس بن مٹی سے افضل ہے۔“ (بخاری، مسلم۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

حضرت یونس علیہ السلام کی بعثت، دعوت و تبلیغ اور قوم کا رد عمل :

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

- ① ”بے شک یونس (علیہ السلام) رسولوں میں سے تھے۔“ (الصُّفَّت 37: آیت 139)
- ② ”اور (اس کے بعد) ہم نے انہیں (یونس علیہ السلام کو) ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زائد لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔“ (الصُّفَّت 37: آیت 147)

حضرت یونس علیہ السلام موصل کے قریب نینوا بستی کے مکینوں کی راہ نمائی کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے۔ آپ علیہ السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ آپ علیہ السلام کی قوم بڑی سرکش تھی۔ 33 سال کی تبلیغ کے باوجود بھی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ علیہ السلام نے دل برداشتہ ہو کر اُن کو اللہ کی طرف سے سخت عذاب کی خبر سنائی جس پر قوم کے سرکش لوگوں نے آپ علیہ السلام کی باتوں کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے عذاب آنے والا ہے تو ہمیں اُس کا وقت بتاؤ۔ حضرت یونس علیہ السلام نے انہیں کہا کہ 3 دن کے اندر اندر تم پر عذاب الہی آ جائے گا۔

حضرت یونس علیہ السلام کا اپنے وطن کو چھوڑنا:

حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کو عذاب کا وقت بتانے کے بعد اللہ رب العزت کی طرف سے ہجرت کا حکم ملنے سے پہلے ہی نینوا بستی سے نکل گئے۔ اللہ رب العزت نے اسی بات پر ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے انہیں آزمائشوں میں مبتلا کر دیا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”مچھلی والے (یونس علیہ السلام) کو بھی یاد کیجئے، جب وہ (اپنی) قوم سے ناراض ہو کر چل دیئے اور وہ یہ سمجھے کہ ہم انہیں نہ پکڑ سکیں گے۔“ (الانبیاء 21: آیت 87)

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر عذاب الہی کی آمد اور ان کی توبہ و استغفار:

جب حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کو عذاب الہی کی خبر سنا کر وہاں سے چل پڑے تو آپ علیہ السلام کے جانے کے تیسرے دن چاروں طرف سے عذاب الہی کے آثار نظر آنے لگے۔ آپ علیہ السلام کی قوم کے لوگ حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش میں نکلے تاکہ ان سے درخواست کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے عذاب کو ٹالنے کے لئے دعا مانگیں لیکن حضرت یونس علیہ السلام انہیں نہیں ملے۔ قوم کو یقین ہو گیا کہ اب اللہ تعالیٰ کا عذاب ضرور نازل ہو گا۔ لہذا انہوں نے فوراً اپنے نبی کے ساتھ بدسلوکی پر ندامت کا اظہار کیا، پھٹے پرانے کپڑے پہن لئے، جانوروں کے بچوں کو ان کی ماؤں سے الگ کر دیا۔ مرد عورتیں اور بچے رو رو کر عاجزی اور

انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے عذاب ٹالنے کی دعائیں مانگنے لگے۔ جانور اپنے بچوں سمیت آوازیں نکالنے لگے اور بڑا رقت آمیز منظر پیدا ہو گیا۔ اللہ رب العزت کی رحمت جوش میں آئی اور اس نے قوم یونس پر آنے والے عذاب کو ٹال دیا۔
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”کوئی بستی ایسی نہیں جو (عذاب الہی دیکھ کر) ایمان لائی ہو (اور) اس کا ایمان لانا اس کے لئے فائدہ مند ثابت ہوا ہو سوائے قوم یونس کے۔ جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان سے، دنیا کی زندگی میں، رسوائی کا عذاب ٹال دیا اور انہیں ایک (مقررہ) وقت تک کے لئے دنیاوی زندگی سے فائدہ اٹھانے کا موقع دے دیا۔“ (یونس: 10: آیت 98)

② ”پس وہ لوگ ایمان لے آئے اور ہم نے انہیں ایک مدت تک (دنیا کی زندگی سے) فائدہ اٹھانے کا موقع دیا۔“ (الصُّفَّت 37: آیت 148)

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں:

حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم سے دلبرداشتہ ہو کر بستی سے نکل گئے تو دریا میں سفر کرنے کے لئے مسافروں سے بھری ایک کشتی میں سوار ہو گئے۔ جب کشتی دریا کے درمیان پہنچی تو ڈمگمانے لگی اور قریب تھا کہ وہ ڈوب جائے۔ ملاح نے کہا کہ کوئی ایسا مسافر کشتی میں سوار ہے جو اپنے مالک سے بھاگ کر آیا ہے۔ جب تک وہ کشتی سے نہیں نکلے گا کشتی کنارے پر نہیں پہنچ سکے گی۔ کشتی میں سوار افراد میں سے کوئی بھی اپنے آپ کو مالک سے بھاگنے والا تصور نہیں کر رہا تھا۔ آخر کار مسافروں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ قرعہ اندازی کر لیتے ہیں جس کے نام کا قرعہ نکلے گا، اسے دریا میں پھینک دیں گے تاکہ باقی مسافر اپنی منزل تک پہنچ سکیں۔ چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام نکلا۔ آپ علیہ السلام کو دیکھ کر لوگ کہنے لگے کہ اتنا خوبصورت، حسین و جمیل، پاکیزہ اور معصوم صورت والا اپنے مالک سے بھاگا ہوا نہیں ہو سکتا۔ لہذا دوبارہ قرعہ اندازی کی جائے۔ جب دوسری بار قرعہ اندازی کی گئی تو پھر بھی حضرت یونس علیہ السلام کا ہی نام نکلا۔ لوگوں نے تیسری بار قرعہ اندازی کرنے کو کہا۔ جب تیسری بار قرعہ اندازی کی گئی تو پھر بھی قرعہ میں آپ علیہ السلام کا ہی نام نکلا۔ آپ علیہ السلام فوراً سمجھ گئے کہ اپنے

مالک سے بھاگا ہوا غلام میں ہی ہوں کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اپنی بستی سے نکل آیا ہوں۔ لہذا آپ ﷺ نے خود ہی دریا میں چھلانگ لگا دی۔ جیسے ہی آپ ﷺ نے دریا میں چھلانگ لگائی اللہ تعالیٰ نے دریا کی ایک بڑی مچھلی کو حکم دیا کہ اپنا منہ کھول کر انہیں اس طرح نگل لو کہ ان کے گوشت اور ہڈیوں کو ذرا بھی نقصان نہ پہنچے۔ اس مچھلی نے منہ کھول کر حضرت یونس علیہ السلام کو زندہ سلامت نگل لیا اور دریا کی گہرائی میں چلی گئی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”(یاد کرو) جب وہ (حضرت یونس علیہ السلام) بھاگ کر ایک بھری ہوئی کشتی میں پہنچے پھر قرعہ اندازی ہوئی تو وہ (یونس علیہ السلام) مغلوب ہو گئے۔ آخر کار (ایک) مچھلی نے انہیں نگل لیا اس وقت وہ (اپنے کئے پر) بڑے شرم سار ہوئے۔“ (الصُّفَّٰت: 37: آیات 140 تا 142)

حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی کے پیٹ میں دعا:

حضرت یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں پہنچ گئے اور وہاں اپنے آپ کو زندہ محسوس کیا تو اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ کے حضور گڑ گڑائے اور اللہ عز وجل کی خوب تسبیحات بیان کیں۔ جب آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کے ساتھ دعائیہ کلمات کہے تو اللہ عز وجل نے آپ ﷺ کی دعا کو فوراً قبول فرما کر آپ ﷺ کو غم سے نجات عطا فرمائی۔ اللہ عز وجل نے 40 دن کے بعد مچھلی کو حکم دیا کہ دریا کے کنارے جا کر انہیں اپنے پیٹ سے باہر اُگل دو۔ مچھلی نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ ﷺ کو باہر اُگل دیا۔ اللہ عز وجل نے وہاں آپ ﷺ پر کدو کی بیل اُگا دی۔ آپ ﷺ مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے بہت زیادہ کمزور ہو گئے تھے اور آپ ﷺ کا جسم نرم (پلیلا) ہو گیا تھا اس حالت میں اگر آپ پر ایک مکھی بھی بیٹھ جاتی تو آپ ﷺ اس کی تاب نہ لا سکتے تھے۔ کدو کی بیل کے پتے چوڑے ہونے کی وجہ سے سایہ گھنا ہوتا ہے اور اس کے قریب مکھی نہیں آتی۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے لئے ایک دودھ دینے والی ہرنی کو پابند کر دیا جو صبح و شام آپ ﷺ کو دودھ پلانے آیا کرتی تھی یہاں تک کہ آپ بالکل تندرست ہو گئے اور جب واپس قوم کے پاس آئے تو دیکھا وہ تمام مسلمان ہو چکے تھے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”پس اگر وہ (اللہ کی) پاکی بیان کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو (لوگوں کے) اٹھائے جانے کے دن (قیامت) تک اس مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتے۔ آخر کار ہم نے انہیں ایک چٹیل میدان میں ڈال دیا اور اس وقت وہ بیمار تھے اور ان پر (سایہ کرنے کے لئے کدو کی) بیل اُگا دی۔“ (الصُّفَّت 37: آیات 143 تا 146)

② ”مچھلی والے (یونس علیہ السلام) کو بھی یاد کیجئے جب وہ (اپنی) قوم سے ناراض ہو کر چل دیئے اور وہ یہ سمجھے کہ ہم انہیں نہ پکڑ سکیں گے۔ آخر کار انہوں نے اندھیروں میں اپنے رب کو پکارا کہ الہی آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ تمام عیوب سے پاک ہیں، بے شک میں ہی قصور وار ہوں۔ ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور انہیں غم سے نجات عطا فرمائی اور ہم ایمان والوں کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔“ (الانبیاء 21: آیات 87 تا 88)

③ ”پس آپ اپنے رب کے فیصلے تک صبر کیجئے اور مچھلی والے (یونس علیہ السلام) کی طرح نہ ہو جائیئے جب انہوں نے (اپنے رب سے) دعا مانگی اس حال میں کہ وہ غم سے بھرے ہوئے تھے۔“ (القلم 68: آیت 48)

حدیث رسول اکرم ﷺ:

”آپ ﷺ کو کدو بہت زیادہ پسند تھا آپ ﷺ کھانے کے برتن میں اسے تلاش کر کے کھایا کرتے تھے۔“ (بخاری۔ عن انس رضی اللہ عنہ)

حضرت یونس علیہ السلام کی دعا:

فرمان الہی ہے:

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ

(ترجمہ) ”(اے اللہ) آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، آپ (ہر عیب سے) پاک ہیں۔ بے شک میں ہی ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔“ (الانبیاء 21: آیت 87)

حدیث رسول اکرم ﷺ:

”جو شخص کسی بھی معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ (الانبیاء 21: آیت 87) کے ساتھ دعا مانگتا ہے تو اللہ عز و جل اس کی دعا قبول فرما لیتے ہیں۔“ (ترمذی۔ عن سعد رضی اللہ عنہ)

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام کا نسب نامہ:

شعیب (علیہ السلام) بن نویب بن عیفا بن مدین بن ابراہیم الخلیل (علیہ السلام) بن تارح (آزر) بن ناحور بن ساروح بن راغو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلاییل بن قینان بن یانش بن شیث بن آدم (علیہ السلام) (قصص الانبیاء، لابن کثیر رحمہ اللہ - سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابن ہشام رحمہ اللہ)

حضرت شعیب علیہ السلام کا مختصر تعارف:

حضرت شعیب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر انبیاء میں سے ہیں۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں 16 مقامات پر آپ علیہ السلام کا ذکر خیر فرمایا۔ آپ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان میں سے حضرت لوط علیہ السلام کے نواسے ہیں۔ آپ علیہ السلام دمشق کے رہنے والے تھے پھر اللہ تعالیٰ کا حکم آنے پر حجاز و شام کے درمیان معان کے قریب مدین چلے گئے جو کہ قوم لوط کی بستی کے قریب ہی آباد تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کا نام مدین تھا۔ انہی کے نام پر قبیلہ اور بستی کا نام رکھا گیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت حضرت لوط علیہ السلام کے کچھ عرصے بعد ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو فصاحت و بلاغت کی صلاحیت سے سرفراز فرمایا تھا۔ جب آپ علیہ السلام وعظ و نصیحت کرتے تو ہر کوئی آپ علیہ السلام کے فرمان کو با آسانی سمجھ جاتا تھا اسی لئے آپ علیہ السلام خطیب الانبیاء کے لقب سے مشہور ہوئے۔ (المنتظم فی تاریخ الامم والملوک - جلد 1: صفحہ 324)

حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت:

مدین کا علاقہ بڑا زرخیز اور سرسبز و شاداب تھا۔ عربی زبان میں ”ایکھ“ گھنے درختوں والی زمین کو کہتے ہیں چونکہ اس علاقہ میں بہت زیادہ گھنے درخت تھے اس لئے انہیں

اصحاب الایکہ (ایکہ والے) بھی کہا گیا ہے۔ وہاں کے لوگ خوشحالی کی وجہ سے سرکشی میں مبتلا ہو گئے اور بت پرستی کے ساتھ ساتھ ان میں اور بھی بہت سی برائیاں عام ہو گئیں۔ وہ خفیہ راستوں میں گھات لگا کر بیٹھ جاتے اور آنے جانے والے مسافروں سے مال چھین کر دہشت پھیلاتے، چوری، ڈکیتی کرتے اور ناپ تول میں کمی کرتے تھے۔ مدین کے لوگ جب ظلم و ستم میں حد سے بڑھنے لگے تو اللہ رب العزت نے اس بستی اور اس کے گرد و نواح کے باشندوں کی طرف ان ہی میں سے اونچے حسب و نسب والے ایک شخص حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کی راہ نمائی کے لئے نبی بنا کر بھیجا۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

”اور ہم نے (اہل) مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا۔“ (الاعراف: 7: آیت 85)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر ہود 11: آیت 84﴾

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو وعظ و نصیحت :

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم دیگر برائیوں کے ساتھ ساتھ دھوکا دہی اور ناپ تول میں کمی کی بیماری میں بھی مبتلا تھی۔ نبوت ملنے کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو بڑے مشفقانہ انداز میں وعظ و نصیحت کرتے ہوئے انہیں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے سے منع کیا اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دی اور ساتھ ساتھ ان میں جو برائیاں موجود تھیں ان سے بچنے کی تلقین کی لیکن قوم باز نہ آئی۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں بھی اس قسم کی برائیوں کا ارتکاب کرنے والوں کی مذمت کی ہے اور آپ ﷺ نے بھی ان برائیوں کے نقصانات سے اپنی امت کو آگاہ کیا ہے۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

① ”انہوں (شعیب علیہ السلام) نے کہا: اے میری قوم، تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی (حقیقی) معبود نہیں، تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے۔ پس تم ناپ اور تول پورا پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم مت دیا کرو اور

زمین میں اصلاح (امن) کے بعد فساد مت پھیلاؤ، اگر تم لوگ سچے مومن ہو تو یہی تمہارے لئے بہتر ہے اور تم راستوں میں ایمان والوں کو دھمکیاں دینے اور اللہ کی راہ سے روکنے کے لئے مت بیٹھا کرو اور تم اس (اللہ کی) راہ میں نقص تلاش کرنے میں لگے رہتے رہو اور یاد کرو جب تمہاری تعداد کم تھی پھر اللہ نے تمہاری تعداد زیادہ کر دی اور دیکھو فساد پھیلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔“ (الاعراف: 7: آیات 85 تا 86)

② ”انہوں (شعیب علیہ السلام) نے کہا: اے میری قوم، اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو میں (آج) تمہیں خوشحال دیکھ رہا ہوں (مگر کل) مجھے تمہارے بارے میں ایک ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو تمہیں گھیر کر رہے گا۔ اے میری قوم، ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو، لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں فساد بن کر نہ پھرو۔ اللہ کی (دی ہوئی) بچت (جائز منافع) تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم مومن ہو اور میں تم پر کوئی نگران نہیں ہوں۔“ (ہود: 11: آیات 84 تا 86)

③ ”ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے۔ وہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں اور جب انہیں ناپ یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ کیا انہیں مرنے کے بعد (دوبارہ) اٹھائے جانے کا یقین نہیں ہے؟“ (المطففین: 83: آیات 1 تا 4)

احادیث رسول اکرم ﷺ:

① ”جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اس پر قحط سالی، مشقتیں اور ظالم حکمران مسلط کر دیئے جاتے ہیں۔“ (ابن ماجہ۔ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

② ”بیچنے اور خریدنے والا جدا جدا ہونے سے پہلے (سودا قائم رکھنے یا ختم کرنے کا) اختیار رکھتے ہیں اگر وہ سچ بولیں اور (سودے کی صحیح حقیقت کو) واضح کریں تو دونوں کے لئے اس سودے میں برکت ڈال دی جاتی ہے اور اگر وہ (حقیقت کو) چھپائیں اور (سامنے والے کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہوئے) جھوٹ بولیں تو اس سودے سے برکت مٹا دی جاتی ہے۔“ (بخاری۔ عن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ)

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کی سرکشی:

حضرت شعیب علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو ان کے برے اعمال کی نشاندہی کرتے ہوئے ان سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بن کر زندگی گزارنے کی نصیحت فرمائی تو قوم آپ علیہ السلام کی مخالف ہو گئی اور آپ علیہ السلام کی رسالت کو جھٹلاتے ہوئے آپ علیہ السلام کو مجنون اور دیوانہ کہنا شروع کر دیا اور ساتھ ساتھ آپ علیہ السلام کو جلا وطن کرنے کی دھمکی بھی دی۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”(شعیب علیہ السلام کی قوم) ایکہ والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔“

(الشعراء 26: آیت 176)

② ”انہوں (شعیب علیہ السلام کی قوم) نے کہا: تم پر جادو کر دیا گیا ہے تم تو ہم جیسے ہی ایک انسان ہو اور بلاشبہ ہم تو تمہیں جھوٹا ہی خیال کرتے ہیں۔“

(الشعراء 26: آیات 185 تا 186)

③ ”انہوں نے جواب دیا: اے شعیب، کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے معبودوں کو چھوڑ دیں اور اپنے مالوں میں اپنی مرضی سے جو (تصرف) کرنا چاہیں وہ نہ کریں؟ (اے شعیب) بے شک آپ تو ایک نرم مزاج اور سمجھدار آدمی ہو۔“

(ہود 11: آیت 87)

④ ”ان (شعیب علیہ السلام) کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا: اے شعیب، ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے ضرور نکال دیں گے یا تمہیں ہر صورت (ایمان چھوڑ کر) ہمارے دین میں واپس آنا پڑے گا۔“ (الاعراف 7: آیت 88)

⑤ ”اور ان (شعیب علیہ السلام) کی قوم کے کافر سرداروں نے (ایمان والوں سے) کہا: اگر تم شعیب (علیہ السلام) کی پیروی کرو گے تو یقیناً خسارہ میں پڑ جاؤ گے۔“

(الاعراف 7: آیت 90)

⑥ ”انہوں نے کہا: اے شعیب، تمہاری اکثر باتیں تو ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتیں اور

ہم تو تمہیں اپنے درمیان کمزور پاتے ہیں اگر تمہارے قبیلہ (خاندان) کا خیال نہ ہوتا تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے اور ہماری نظر میں تو تمہاری کوئی عزت نہیں ہے۔“

(ہود: 11: آیت 91)

حضرت شعیب علیہ السلام کا قوم کو دوبارہ مشفقانہ خطاب:

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے آپ علیہ السلام کا پہلی مرتبہ مشفقانہ خطاب سمجھنے کی کوشش نہیں کی وہ الٹا آپ علیہ السلام پر مختلف الزامات عائد کرنے لگے۔ آپ علیہ السلام نے ان پر غصہ کرنے کے بجائے دوبارہ انہیں احسن انداز میں سمجھانے کی کوشش کی اور انہیں یہ بتایا کہ تم ہمیں اپنے دین میں آنے کی دعوت دے رہے ہو ہمارا تمہارے دین میں واپس آنا ناممکن ہے کیونکہ اس طرح کرنے سے تو ہم (نعوذ باللہ) اللہ پر جھوٹی تہمت لگائیں گے۔ تم ہمیں یہ کہتے ہو کہ تمہارے خاندان کی وجہ سے ہم تمہیں برداشت کئے ہوئے ہیں تو کیا میرا خاندان تمہیں اللہ سے بھی زیادہ پیارا ہے؟ یاد رکھو، اگر تمہارا طرز زندگی یہی رہا تو تم عذاب الہی کا شکار ہو جاؤ گے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اگر ہم دوبارہ تمہارے دین میں واپس پلٹ آئیں تو بلاشبہ ہم نے اللہ پر جھوٹی تہمت لگائی جبکہ اللہ نے اس (باطل دین) سے ہمیں نجات عطا فرمادی ہے، ہمارے لئے ممکن نہیں کہ ہم اس (تمہارے دین) میں دوبارہ لوٹ آئیں۔ ہاں اگر اللہ چاہے جو ہمارا رب ہے (تو وہ ہمیں اس دین میں دوبارہ لے جاسکتا ہے) ہمارے رب کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے، ہم اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔“ (الاعراف: 7: آیت 89)

② ”شعیب علیہ السلام نے جواب دیا: اے میری قوم، کیا تمہارے نزدیک میرے خاندان کے لوگ اللہ سے بھی زیادہ باعزت ہیں کہ تم نے (میری برادری کا تو خوف کیا اور) اللہ کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ یقیناً میرا رب جو کچھ تم کر رہے ہو، سب کا احاطہ کئے ہوئے

ہے۔“ (ہود: 11: آیت 92)

③ ”اور اے میری قوم، کہیں ایسا نہ ہو کہ میری مخالفت تمہیں ان عذابوں کا مستحق بنادے جو قوم نوح، قوم ہود اور قوم صالح پر آئے تھے اور قوم لوط (کا علاقہ) تو تم سے کچھ بھی دور نہیں ہے تم اپنے رب سے استغفار کرو اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرو، یقین مانو کہ میرا رب بڑی مہربانی اور (اپنی مخلوق سے) بہت محبت کرنے والا ہے۔“

(ہود 11: آیات 89 تا 90)

حضرت شعیب علیہ السلام کا قوم کو دو ٹوک جواب:

جب حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے آپ علیہ السلام کو اپنے دین میں آنے کی دعوت دی تو آپ علیہ السلام نے انہیں دو ٹوک الفاظ میں کہہ دیا کہ میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا کہ میں ایک بات کہوں اور اس پر عمل نہ کروں۔ قول اور عمل میں تضاد اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”شعیب (علیہ السلام) نے کہا: اے میری قوم، ذرا غور تو کرو کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے بہترین روزی دے رکھی ہے (کیا میں تبلیغ چھوڑ دوں؟) میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہیں منع کر کے خود اس چیز کی طرف مائل ہو جاؤں جس سے تمہیں روک رہا ہوں میرا ارادہ تو اپنی طاقت کے مطابق اصلاح کرنے کا ہے۔ مجھے (اس کی) توفیق دینے والا صرف اللہ ہے، اسی پر میرا بھروسہ ہے اور (ہر معاملہ میں) اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔“ (ہود 11: آیت 88)

② ”کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ حالانکہ تم کتاب کو پڑھتے بھی ہو۔ کیا تم (اتنی بھی) عقل نہیں رکھتے؟“ (البقرہ 2: آیت 44)

③ ”اے ایمان والو، تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے ہو۔ اللہ کے نزدیک بڑی ناراضگی والا ہے (یہ عمل) کہ تم وہ بات کہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے ہو۔“

(الصّٰفّٰت 61: آیات 2 تا 3)

احادیث رسول اکرم ﷺ:

① ”معراج کی رات میرا ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔“ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ بتایا گیا ”یہ آپ کی امت کے دنیا دار واعظ ہیں جو لوگوں کو نیکیاں سکھاتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے۔ حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتے تھے مگر پھر بھی عقل سے کام نہیں لیتے تھے۔“ (مسند احمد۔ عن انس رضی اللہ عنہ)

② ”قیامت کے دن ایک شخص کو لاکر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، اس کی آنتیں باہر نکل پڑیں گی۔ یہ ان آنتوں کو گھسیٹتا ہوا پچکی کی طرح جہنم میں چکر کھاتا رہے گا جہنمی اسے آکر گھیر لیں گے اور کہیں گے کہ آپ کی یہ کیا حالت بنی ہوئی ہے؟ آپ تو ہمیں اچھی باتیں بتایا کرتے تھے اور بری باتوں سے روکا کرتے تھے یہ (سرد آہ بھر کر) جواب دے گا کہ میں تمہیں تو اچھی باتیں بتایا کرتا تھا مگر خود عمل نہیں کرتا تھا اور میں تم کو تو بری باتوں سے روکا کرتا تھا مگر میں خود ان میں گرفتار رہتا تھا۔“ (بخاری، مسلم۔ عن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما)

قوم کا عذاب کے لئے مطالبہ اور حضرت شعیب علیہ السلام کی دعا:

حضرت شعیب علیہ السلام نے مختلف انداز میں اپنی قوم کو سمجھانے کی کوشش کی مگر انہوں نے آپ علیہ السلام کی وعظ و نصیحت کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ قوم کے سرداروں نے آپ علیہ السلام کو زبردست دھمکیاں دیں اور آپ علیہ السلام سے کہا کہ جس عذاب کی ہمیں دھمکی دیتے ہو وہ لے آؤ۔ آپ علیہ السلام نے دلبرداشتہ ہو کر اللہ رب العزت سے مدد کی دعا مانگی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”(اے شعیب علیہ السلام) تم تو ہم جیسے ہی ایک انسان ہو اور بلاشبہ ہم تو تمہیں (بالکل) جھوٹا ہی خیال کرتے ہیں اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا دو۔ شعیب (علیہ السلام) نے کہا: جو کچھ تم کرتے ہو میرا رب اسے خوب جانتا ہے۔“

(الشعراء 26: آیات 186 تا 188)

② ”(اور شعیب علیہ السلام نے کہا: ہم دعا کرتے ہیں کہ) اے ہمارے رب، ہمارے اور ہماری

قوم کے درمیان حق (انصاف) کے ساتھ فیصلہ فرما دیجئے اور آپ تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں۔“ (الاعراف: 7: آیت 89)

③ ”اے میری قوم، اب تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو میں بھی عمل کر رہا ہوں، عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر رُسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور کون جھوٹا ہے؟ اور تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔“ (ہود: 11: آیت 93)

④ ”اور اگر تم میں سے ایک جماعت اس (دین) پر ایمان لے آئی ہے جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی تو صبر کرو یہاں تک کہ ہمارے درمیان اللہ فیصلہ فرمادے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔“ (الاعراف: 7: آیت 87)

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب الہی کی آمد:

جب شعیب علیہ السلام کی قوم نے دعوتِ توحید و اصلاح قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ایمان والوں کو شہر بدر کرنے کی دھمکی دیتے ہوئے آسمان سے کوئی عذاب نازل کرنے کا مطالبہ کیا تو حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کی طرف سے ناامید ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ، اب ان کفار اور مسلمانوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما دیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرما دیا۔ مسلسل 7 دنوں تک ان پر سخت گرمی اور شدید دھوپ مسلط کر دی اس کے بعد بادلوں کا ایک سایہ آیا اور یہ سب گرمی اور دھوپ کی شدت سے بچنے کے لئے اس سائے تلے جمع ہو گئے، چند لمحوں بعد آسمان سے آگ کے شعلے برسنے شروع ہو گئے، زمین زلزلہ سے لرز اٹھی اور ایک زور دار آواز نے انہیں ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سلا دیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے حضرت شعیب علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو اس سخت عذاب سے نجات عطا فرمائی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”چنانچہ انہوں نے اس (شعیب علیہ السلام) کو جھٹلا دیا تو انہیں سایہ والے دن کے عذاب نے

آپکڑا، بلاشبہ وہ بڑے (ہی) سخت دن کا عذاب تھا۔ یقیناً اس میں ایک عبرت ہے اور ان میں اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے۔“ (اشعرآء 26: آیات 189 تا 190)

② ”اور جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا تو ہم نے اپنی رحمت خاص سے شعیب (ؑ) اور ان کے مومن ساتھیوں کو نجات دی اور ظالموں کو زبردست چیخ (کے عذاب) نے آپکڑا جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ گر کر (اس طرح) ہلاک ہو گئے جیسے وہ ان (گھروں) میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ آگاہ رہو، مدین (والوں) کے لئے بھی قوم شمود کی طرح (اللہ کی رحمت سے) دوری (لکھ دی گئی) ہے۔“ (ہود 11: آیات 94 تا 95)

③ ”بلاشبہ ایکہ (بستی) والے بھی بڑے ظالم تھے پس ہم نے ان سے بھی انتقام لیا۔ یہ دونوں (تباہ شدہ بستیاں) کھلی شاہراہ پر (حجاز کے قریب) واقع ہیں۔“

(الحجر 15: آیات 78 تا 79)

④ ”ان لوگوں نے انہیں (شعیب ؑ کو) جھٹلایا۔ آخر کار انہیں ایک سخت زلزلہ نے آپکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ گر کر ہلاک ہو گئے۔“ (العنکبوت 29: آیت 37)

حضرت شعیب ؑ کا قوم کی ہلاکت پر اظہار افسوس:

جب اللہ رب العزت نے اپنے عذاب کے ذریعے قوم شعیب کو ہلاک کر دیا تو آپ ؑ نے اپنی قوم پر بڑے افسوس کا اظہار کیا اور اس بستی سے یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ اے میری قوم، میں نے تمہاری خیر خواہی کرتے ہوئے تمہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچا دیئے، میں نے تمہیں خوب وعظ و نصیحت کی لیکن تم نے میری وعظ و نصیحت سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا، تم نے اپنے خیر خواہ کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

شعیب (ؑ) ان (اپنی قوم) سے منہ موڑ کر چلے اور کہا: اے میری قوم، میں نے تمہیں اپنے رب کے احکام پہنچا دیئے تھے اور میں نے تمہاری خیر خواہی بھی کی تھی۔ اب میں کافر قوم پر کیوں افسوس کروں۔ (الاعراف 7: آیت 93)

حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نسب نامہ:

موسیٰ (علیہ السلام) بن عمران بن قاہث بن عازر بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم (علیہ السلام) بن تارح (آزر) بن ناحور بن ساروح بن راغو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلاییل بن قینان بن یانش بن شیث بن آدم (علیہ السلام)۔ (قصص الانبیاء، لابن کثیر رحمہ اللہ۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابن ہشام رحمہ اللہ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مختصر تعارف:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام میں سے وہ مشہور نبی تھے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل (اولاد یعقوب) کو فرعون کے ظلم و ستم سے نجات دلائی۔ آپ علیہ السلام کے والد کا نام عمران اور والدہ کا نام یو کا بد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر خیر قرآن مجید میں کئی سورتوں میں کیا ہے۔

بنی اسرائیل (اولاد یعقوب) سے سلطنت کا خاتمہ:

حضرت یوسف علیہ السلام کے مصر پر حکمران بننے کے کچھ عرصہ بعد حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے پورے خاندان سمیت مصر میں آکر آباد ہو گئے اور پُر امن زندگی گزارنے لگے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں سے نوازا اور ان کی نسلوں کو خوب بڑھایا۔ آپ علیہ السلام کی اولاد سے جو لوگ وجود میں آئے انہیں بنی اسرائیل کہا جاتا ہے جن کا قرآن مجید میں کئی مقامات پر ذکر آیا ہے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام اس دنیا سے رخصت ہوئے تو بنی اسرائیل کو بہت زیادہ صدمہ ہوا، اہل مصر نے انہیں تسلی دی اور ہر حالت میں ان کا خیال رکھنے کا وعدہ کیا۔ کچھ عرصہ تک تو اہل مصر نے اپنے قول کا پاس رکھا اور بنی اسرائیل کے عزت و شرف کو تسلیم کیا لیکن رفتہ رفتہ بنی اسرائیل کے علمائے

لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا چھوڑ دی اور دنیا کے حصول میں مگن ہو گئے اور لوگ بھی اللہ تعالیٰ سے دور ہو کر امیر سے حسد اور غریب کو حقیر سمجھنے لگے۔ بنی اسرائیل کے اس طرز عمل کو دیکھ کر اہل مصر بھی بنی اسرائیل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگے یہاں تک کہ بعض اہل مصر نے یہ ذہن بنا لیا کہ مصر میں بادشاہت کا حق صرف ہم اہل مصر کو ہے۔ بنی اسرائیل تو کنعان سے آ کر یہاں آباد ہوئے ہیں انہیں ہم پر بادشاہت کرنے کا کوئی حق نہیں۔

مصر میں فرعون کی بادشاہت:

جب بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں شروع کر دیں تو اہل مصر کے دلوں سے ان کا مقام و مرتبہ ختم ہو گیا اور وہ بنی اسرائیل سے نفرت کرنے لگے۔ انہوں نے بنی اسرائیل کی حمایت ختم کر کے اپنی ہی قوم کے ولید بن ریان نامی آدمی (جو فرعون کے لقب سے مشہور ہوا) کی حمایت کرنا شروع کر دی جو بہت جلد مصر کا بادشاہ بن گیا۔ وہ بہت بڑا ظالم، متکبر اور جابر تھا اور اپنی قبیلہ کی قوم کو بادشاہوں کی قسم اور بنی اسرائیل کو غلام قوم سمجھتا تھا۔ وہ اپنی حکومت اور بادشاہت کے غرور میں اتنا آگے نکل گیا کہ اس نے اپنے رب اور معبود ہونے کا دعویٰ کر دیا اور بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا لیا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اور (فرعون نے) کہا کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔“ (النزعت 79: آیت 24)

② ”بے شک فرعون نے زمین (مصر) میں سرکشی اختیار کر رکھی تھی اور اس نے وہاں کے

لوگوں کے کئی گروہ بنا رکھے تھے اور ان میں سے ایک گروہ (بنی اسرائیل) کو بہت کمزور

کر رکھا تھا۔“ (القصص 28: آیت 4)

فرعون کا خواب:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ آئی اور مصر کے تمام قبیلوں کے گھر جلا گئی لیکن بنی اسرائیل کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ بیدار ہونے کے بعد وہ بڑا خوفزدہ تھا کہ اس کی تعبیر کیا ہو سکتی ہے؟ اس

نے اپنے کاہنوں، عالموں اور جادوگروں کو جمع کیا اور اس کی تعبیر پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا کہ اس کے ہاتھوں اہل مصر (قبطی) تباہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ فرعون نے اسی وقت بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنے اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑنے کا حکم جاری کر دیا لیکن تقدیر کے آگے تدبیر نہیں چلتی۔

حضرت موسیٰ ؑ کی انتہائی کشیدہ حالات میں ولادت :

فرعون اپنے خواب کی وجہ سے بہت زیادہ خوفزدہ تھا، اسے اپنی حکومت کے زوال کا خطرہ تھا اس لئے اس نے ہر ممکن کوشش کی کہ بنی اسرائیل میں کوئی ایسا لڑکا پیدا ہی نہ ہو جو میری حکومت کے زوال کا سبب بنے۔ اس نے کچھ مردوں اور عورتوں کی یہ ذمہ داری لگا دی کہ بنی اسرائیل کی عورتوں میں سے جو بھی اُمید سے ہو اس کے پاس جائیں اور پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں معلومات رکھیں۔ اگر لڑکا پیدا ہو تو اسے قتل کر دیں اور لڑکی ہو تو اسے باقی رہنے دیں۔ ادھر فرعون کی یہ چالیں تھیں ادھر تقدیر الہی اس پر ہنس رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ اے ظالم بادشاہ، تجھے اپنی افواج کی کثرت، اپنے اقتدار کی طاقت اور وسیع سلطنت پر غرور ہے لیکن اس عظیم خالق کی طرف سے تو غافل ہے کہ جس کی تقدیر کا کوئی توڑ نہیں، جس کے فیصلوں کو رد کرنے کی کسی میں مجال نہیں۔ وہ ذات یہ فیصلہ کر چکی ہے کہ جس بچے سے تو خوفزدہ ہے، جس کے لئے تو نے بے شمار معصوم بچوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے وہ تیرے ہی گھر میں پرورش پائے گا اور تیری دنیا اور آخرت کی تباہی اسی کے ہاتھوں ہوگی، تجھے معلوم ہو جائے گا کہ آسمان و زمین کے مالک ہی کی یہ شان ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کے پاس مکمل قدرت ہے۔ حضرت موسیٰ ؑ کی ولادت بھی اسی سال ہوئی جس سال بچے قتل کئے جا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور اللہ عزّ وجل کو ان کمزور بندوں پر رحم آیا جو ابراہیم خلیل اللہ ؑ کی نسل میں سے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرعون کی غلامی سے نجات دلا کر آزادی جیسی عظیم نعمت سے نوازا چاہا، فرعون اور اس کے لشکر کو ہلاک کر کے بنی اسرائیل کو اس سرزمین کا وارث بنانا چاہا۔

فرعون، ہامان اور ان کی فوجوں کو یہ دکھانا چاہا کہ جس خوف سے وہ بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کروا رہے ہیں اس کا نتیجہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ آپ ﷺ کی والدہ حمل کے دنوں میں بڑی فکر مند ہوئیں اور انہوں نے حمل کے ابتدائی ایام ہی سے بہت احتیاط کی کہ کہیں حمل کی علامات ظاہر نہ ہوں اور دوسروں کو علم نہ ہو جائے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”وہ ان کے بیٹوں کو بری طرح ذبح کر دیتا اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتا۔ بلاشبہ وہ فساد پھیلانے والوں میں سے تھا اور ہم یہ چاہتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان فرمائیں جنہیں زمین (مصر) میں کمزور بنا دیا گیا تھا اور انہیں کو (دین کا) پیشوا اور (سرزمین مصر کا) وارث بنائیں اور ہم انہیں زمین میں اقتدار عطا کریں اور فرعون، ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ کچھ دکھا دیں جن کا انہیں (بنی اسرائیل سے) خطرہ تھا۔“ (القصص: 28: آیات 4 تا 6)

② ”اور (ان کی جگہ) ہم نے ان لوگوں کو جو بالکل کمزور شمار کئے جاتے تھے، اس سرزمین کی مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی تھی اور (اس طرح اے نبی ﷺ) آپ کے رب کا اچھا وعدہ، بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہوا۔ اس لئے کہ انہوں نے (مصائب پر) صبر کا مظاہرہ کیا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کی بنائی ہوئی چیزوں سمیت اونچی عمارتیں اور محلات تباہ و برباد کر دیئے۔“ (الاعراف: 7: آیت 137)

حضرت موسیٰ ﷺ کے لئے حفاظتی انتظامات:

جب حضرت موسیٰ ﷺ کی ولادت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ ﷺ کی حفاظت کے لئے ان کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اپنے بچے کے لئے ایک صندوق بنا لو اور جب تمہیں یہ خطرہ ہو کہ فرعون کے کارندے آکر اس بچے کو قتل کر دیں گے تو اسے اس صندوق میں ڈال کر دریائے نیل میں بہا دینا۔ ہمارا آپ سے وعدہ ہے کہ ہم اس بچے کو واپس آپ کے پاس لوٹا دیں گے اور اسے اپنا رسول منتخب فرمائیں گے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی والدہ نے اسی طرح کیا۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

① ”اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں کو الہام کیا کہ تم اسے دودھ پلاتی رہو پھر جب تجھے (اس کے قتل کا) خطرہ (محسوس) ہو تو اسے دریا (نیل) میں ڈال دینا اور خوف اور غم نہ کرنا۔ یقیناً ہم اسے تیری طرف لوٹا دیں گے اور اسے اپنے رسولوں میں سے بنائیں گے۔“
(القصاص: 28: آیت 7)

② ”جب ہم نے آپ کی والدہ کو وہ الہام کیا جس کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ تم اس (بچہ) کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دو پھر دریا اس (صندوق) کو ساحل پر پہنچا دے گا، اسے میرا اور اس (موسیٰ) کا دشمن لے لے گا اور میں نے اپنی طرف سے (آپ کے لئے لوگوں میں) خاص محبت پیدا کر دی تاکہ آپ (موسیٰ علیہ السلام) کی پرورش میری نگرانی میں ہو۔“
(طہ: 20: آیات 38 تا 39)

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محلات میں :

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اللہ عز وجل کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے بچہ کو ایک مضبوط صندوق میں ڈال کر دریا میں بہا دیا۔ جب وہ صندوق فرعون کے محل کے قریب سے گزرا تو شاہی خادموں نے اس صندوق کو دریا سے نکال کر شاہی محل میں فرعون کی بیوی آسیہ کے سامنے پیش کر دیا۔ فرعون کی بیوی آسیہ نے جب صندوق کھولا اور کپڑے میں لپٹے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معصوم چہرہ نظر آیا اور اس کے دل میں آپ علیہ السلام کی شدید محبت پیدا ہو گئی۔ اس نے فرعون سے کہا: یہ تو بہت ہی پیارا بچہ ہے، یہ تو میری اور آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس لئے اسے دوسرے بچوں کی طرح قتل نہ کیا جائے۔ بہت ممکن ہے کہ یہ بچہ ہمیں کوئی فائدہ پہنچائے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں۔ فرعون نے جب اس معصوم اور خوب صورت بچہ کو دیکھا تو فوراً چونک پڑا کہ کہیں یہ وہی اسرائیلی بچہ نہ ہو جو میری حکومت کے زوال کا سبب بنے گا۔ یہ سوچ کر اس نے بچے کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس کی بیوی رکاوٹ بن گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہر چیز پر غالب رہتا ہے۔ اس

طرح اللہ تعالیٰ نے ایک دشمن کے گھر میں اس بچہ کو اس طرح محفوظ کیا کہ وہ اسے ذرہ برابر بھی نقصان نہ پہنچا سکے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اس طرح فرعون کے گھر والوں نے اس (بچے) کو (دریا سے) اٹھا لیا تاکہ (آخر کار) وہ ان کے لئے دشمن اور باعث غم بنے۔ بلاشبہ فرعون، ہامان اور ان دونوں کے لشکر بڑے خطا کار لوگ تھے اور فرعون کی بیوی (آسیہ) نے (فرعون سے) کہا یہ (بچہ) تو میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک بنے گا، اسے قتل نہ کرو، بہت ممکن ہے یہ ہمیں کوئی فائدہ پہنچائے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں اور وہ (انجام سے) بے خبر تھے۔“ (القصص: 28: آیات 8 تا 9)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے گھر میں دودھ پینا اور پرورش پانا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جب آپ علیہ السلام کو صندوق میں بند کر کے دریا میں بہا دیا تو اپنی بیٹی (موسیٰ علیہ السلام کی بہن) کو خبر گیری کے لئے ان کے پیچھے روانہ کیا۔ جب وہ صندوق فرعون کے محل کے قریب پہنچا تو فرعون کے نوکر اسے اٹھا کر محل میں لے آئے۔ صندوق میں خوبصورت بچے کو دیکھ کر فرعون کی بیوی آسیہ بہت خوش ہوئی اور بچے کو اپنی پرورش میں لے لیا۔ شہر میں بچوں کو دودھ پلانے والی جتنی بھی دایہ تھیں سب کو بچہ پیش کیا گیا کہ اسے دودھ پلاؤ۔ ہر ایک نے بڑی محبت اور بڑے پیار سے بچے کو دودھ پلانا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی بھی دایہ کے دودھ کا ایک گھونٹ بھی نہ پیا۔ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ اس کا نبی اپنی والدہ کے سوا کسی اور کا دودھ نہ پئے اور اس میں یہ مصلحت بھی تھی کہ اس بہانہ سے آپ علیہ السلام اپنی والدہ تک پہنچ جائیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی بھی دایہ کا دودھ نہ پیا تو آپ علیہ السلام کی بہن نے آگے بڑھ کر کہا: مجھے ایک دایہ کا پتہ معلوم ہے۔ ممکن ہے کہ بچہ اس کا دودھ پی لے اور وہ لوگ بھی بڑے اچھے ہیں، بچہ کی نگہداشت بھی بہت اچھی کریں گے۔ محل والوں نے فوراً اس دایہ (آپ علیہ السلام کی والدہ) کو بلوا لیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی گود میں جاتے ہی دودھ پینا شروع کر دیا اور

اس طرح اللہ عز وجل نے آپ ﷺ کو دریائے نیل سے نکال کر آپ ﷺ کی والدہ تک پہنچا دیا۔ آپ ﷺ اپنی والدہ کی محبت کے زیر سایہ پرورش پانے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی والدہ سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا اور لوگوں کو اس کی خبر بھی نہ ہونے دی۔ حضرت موسیٰ ﷺ کی والدہ کا خوف امن سے، فقیری امیری سے اور بھوک خوشحالی سے بدل گئی۔ آپ ﷺ کی والدہ فرعون سے شاہی انعام و اکرام پاتیں اور اپنے ہی پیارے بچہ کی پرورش کرتیں۔ اس طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ ﷺ کی فرعون کے گھر میں پرورش کروائی۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

① ”(اے موسیٰ ﷺ یاد کرو) جب آپ کی بہن (آپ کی خبر گیری کے لئے) چلتی ہوئی وہاں پہنچی اور وہ کہہ رہی تھی کہ کیا میں تمہیں اس (عورت) کا پتہ بتاؤں جو اس کی صحیح پرورش کر سکے؟ اس تدبیر سے ہم نے تمہیں تمہاری ماں کے پاس لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غمگین نہ ہو۔“ (طہ 20: آیت 40)

② ”اور موسیٰ ﷺ کی والدہ کا دل بے قرار ہو گیا اگر ہم نے اس کا دل مضبوط نہ کر دیا ہوتا تو قریب تھا کہ وہ اس واقعہ کا راز فاش کر دیتیں یہ اس لئے کیا تاکہ وہ (موسیٰ ﷺ کو واپس لوٹانے کے وعدہ پر) یقین کرنے والوں میں سے ہوں اور موسیٰ ﷺ کی والدہ نے ان (موسیٰ ﷺ) کی بہن سے کہا: اس (صندوق) کے پیچھے چلتی جاؤ چنانچہ وہ انہیں دور سے دیکھتی رہی اور وہ (فرعونی) اس سے لاعلم ہی رہے اور ہم نے موسیٰ ﷺ پر پہلے ہی سے دانیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا۔ اس وقت موسیٰ ﷺ کی بہن نے (فرعونینوں سے) کہا: کیا میں تمہیں ایک گھر والوں کا پتہ بتاؤں جو تمہارے لئے اس کی پرورش کریں اور وہ اس (بچہ) کے خیر خواہ بھی ہوں۔ اس طرح ہم نے اسے (موسیٰ ﷺ کو) ان کی والدہ کے پاس لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غمگین نہ رہے اور وہ یہ جان لے کہ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے لیکن اکثر لوگ یہ بات نہیں جانتے۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ایک قبطی کا اتفاقی قتل:

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے ہاں شاہی محل میں پرورش پاتے ہوئے جوانی کی عمر کو پہنچ گئے۔ اس دوران آپ علیہ السلام اپنے والدین اور عزیز واقارب سے اپنے آباؤ اجداد حضرت ابراہیم، اسحاق، یعقوب اور یوسف علیہم السلام کی تعریف سن کر ان سے بہت زیادہ متاثر ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو حکمت و دانائی عطا فرمائی اور اپنی نعمتوں سے نوازا۔ آپ علیہ السلام کو جوانی کی عمر میں پہنچتے ہی یہ معلوم ہو گیا کہ آپ کا تعلق بنی اسرائیل سے ہے اور قبطی قوم سے آپ علیہ السلام کی کوئی رشتہ داری نہیں، فرعون نے بنی اسرائیل پر ظلم و زیادتی کرتے ہوئے انہیں اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ آپ علیہ السلام ایک مرتبہ دوپہر کے وقت جب لوگ آرام کر رہے تھے شاہی محل سے نکل کر شہر آئے۔ آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک اسرائیلی اور ایک قبطی (فرعون کی قوم کا آدمی) آپس میں لڑ رہے ہیں۔ اسرائیلی مظلوم تھا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر اپنی مدد کے لئے پکارا۔ آپ علیہ السلام نے آگے بڑھ کر اس ظالم قبطی کو ایک گھونسا مار دیا۔ آپ علیہ السلام کے ایک ہی گھونسے سے اس قبطی کی موت واقع ہو گئی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور جب وہ (موسیٰ علیہ السلام) اپنی بھرپور جوانی کی عمر کو پہنچ گئے اور مکمل توانا ہو گئے تو ہم نے انہیں حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح اچھا بدلہ دیا کرتے ہیں اور ایک دن وہ (موسیٰ علیہ السلام) شہر میں ایک ایسے وقت میں داخل ہوئے جب شہر کے لوگ (آرام کرنے کی وجہ سے) غفلت میں تھے۔ وہاں موسیٰ علیہ السلام نے 2 آدمیوں کو آپس میں لڑتے ہوئے پایا۔ ایک تو ان کی اپنی قوم میں سے تھا اور دوسرا ان کی دشمن قوم میں سے۔ جو آدمی موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا اس نے آپ علیہ السلام سے اس شخص کے خلاف مدد مانگی جو آپ علیہ السلام کے دشمنوں میں سے تھا آپ علیہ السلام نے اسے مکا مارا، جس

سے وہ مر گیا۔“ (القصص: 28؛ آیات 14 تا 15)

قبطی کی موت پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت:

قبطی کے مرنے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پشیمان ہوئے اور سمجھ گئے یہ شیطانی کام ہو گیا ہے اور شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے پھر آپ علیہ السلام اپنی اس غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو معاف فرما دیا۔
فرمان الہی ہے:

① رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ

(ترجمہ) ”اے میرے رب، بلاشبہ میں اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھا ہوں اس لئے آپ مجھے معاف فرما دیجئے۔“ (القصص: 28: آیت 16)

② ”آپ (علیہ السلام) نے فوراً کہا: یہ تو شیطانی کام ہوا ہے بلاشبہ شیطان (انسان کو) گمراہ کرنے والا، کھلم کھلا دشمن ہے پھر آپ علیہ السلام نے یہ دعا مانگی: اے میرے رب، بلاشبہ میں اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھا ہوں اس لئے آپ مجھے معاف فرما دیجئے۔ چنانچہ اللہ نے انہیں معاف کر دیا بے شک وہ بڑا بخشنے والا، بے حد رحم کرنے والا ہے۔ آپ (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب، آپ نے مجھ پر انعام و احسان کیا ہے، اب میں کبھی مجرموں کا مددگار نہ بنوں گا۔“ (القصص: 28: آیات 15 تا 17)

قبطی کے قتل کا راز فاش:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قبطی قتل ہو گیا تو آپ علیہ السلام اس واقعہ کے بعد بہت زیادہ خوفزدہ ہو گئے کہ اگر فرعون کو اس واقعہ کا علم ہو گیا تو وہ نہ جانے میرے ساتھ کیا سلوک کرے۔ آپ اسی خوف کے عالم میں دوسرے دن شہر میں نکلے تو دیکھا پھر وہی اسرائیلی ایک دوسرے قبطی سے لڑ رہا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی اس نے آپ علیہ السلام کو پھر اپنی مدد کے لئے پکارا۔ آپ علیہ السلام نے اس اسرائیلی سے کہا کہ تم بڑے جھگڑالو آدمی ہو۔ تم سب سے جھگڑتے اور لوگوں کے لئے پریشانی کا سبب بنتے ہو پھر آپ علیہ السلام نے اس قبطی کو روکنے کے لئے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا، اسرائیلی یہ سمجھ بیٹھا کہ شاید آپ علیہ السلام مجھے پکڑنا

چاہتے ہیں لہذا اس نے اپنی جان بچانے کے لئے شور مچانا شروع کر دیا اور کہا: اے موسیٰ، کل بھی تم ایک آدمی (قبطی) کو قتل کر چکے ہو اور آج مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ قبطی یہ سن کر فوراً بھاگا اور فرعون کے دربار میں جا کر مخری کر دی کہ کل جو قتل ہوا ہے وہ موسیٰ (ﷺ) نے کیا ہے۔ چنانچہ فرعون نے فوری طور پر ایک مجلس منعقد کی جس میں قبطی کے قصاص کے متعلق مشاورت کی۔ آخر کار یہ طے پایا کہ قصاص کے طور پر موسیٰ (ﷺ) کو قتل کر دیا جائے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”پھر آپ (ﷺ) نے شہر میں ڈرتے ڈرتے اور انتظار کرتے ہوئے صبح کی۔ اچانک (دیکھا کہ) پھر وہی شخص جس نے کل آپ (ﷺ) سے مدد مانگی تھی آپ (ﷺ) کو پھر مدد کے لئے پکار رہا ہے۔ موسیٰ (ﷺ) نے اس سے کہا: بلاشبہ تو صاف گمراہ شخص ہے پھر جب آپ (ﷺ) نے ارادہ کیا کہ اس (قبطی) شخص کو پکڑیں جو ان دونوں کا دشمن تھا تو وہ (اسرائیلی یہ سمجھ کر کہ آپ (ﷺ) مجھے پکڑنے والے ہیں) کہنے لگا کہ اے موسیٰ (ﷺ) کیا آپ مجھے بھی اس طرح قتل کرنا چاہتے ہیں جیسے کل آپ نے ایک آدمی کو قتل کر ڈالا تھا۔ آپ تو زمین میں ظالم و سرکش بن کر رہنا چاہتے ہیں اور آپ اصلاح کرنے والا نہیں بننا چاہتے۔“ (القصص: 28: آیات 18 تا 19)

ایک مومن آدمی کا حضرت موسیٰ (ﷺ) کو ہمدردانہ مشورہ:

جس مجلس میں فرعون نے حضرت موسیٰ (ﷺ) کو بطور قصاص قتل کروانے کا فیصلہ کیا اسی مجلس میں فرعون کی قوم کا ایک ایسا مرد مومن بھی موجود تھا جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔ مجلس ختم ہونے کے فوراً بعد وہ حضرت موسیٰ (ﷺ) کے پاس آیا اور آپ (ﷺ) کو ہمدردانہ مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ فرعون کی مجلس میں تمہارے قتل کا فیصلہ ہو چکا ہے اس لئے میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ آپ فوراً اس شہر سے نکل کر کسی دوسرے شہر چلے جائیں۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور (موسیٰ (ﷺ) کے قتل کے مشورہ کے بعد) ایک شخص شہر کے دوسرے کنارہ سے دوڑتا ہوا

آیا اور کہنے لگا کہ اے موسیٰ، بے شک (فرعون کے دربار کے) سردار آپ کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں کہ آپ کو قتل کر ڈالیں۔ اس لئے آپ یہاں سے نکل جائیں، یقیناً میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔“ (القصص 28: آیت 20)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدین کی طرف سفر:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے قتل کی سازش کی اطلاع ملتے ہی چھپتے چھپاتے مصر سے مدین کی طرف نکل پڑے تاکہ کہیں فرعون آپ علیہ السلام کو قتل نہ کروا دے۔ سفر کے دوران آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ظالموں کے ظلم سے نجات مانگتے جا رہے تھے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام مدین کے علاقہ میں پہنچ گئے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”چنانچہ آپ (علیہ السلام) اپنے قتل کی خبر سنتے ہی (خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے وہاں سے نکل پڑے اور آپ (علیہ السلام) نے اللہ سے یہ دعا مانگی: اے میرے پروردگار، مجھے ظالم قوم سے نجات عطا فرما اور جب آپ (علیہ السلام) مدین کی طرف روانہ ہوئے تو کہا: امید ہے کہ میرا رب سیدھی راہ کی طرف میری راہ نمائی فرمائے گا۔“ (القصص 28: آیت 21 تا 22)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدین کے کنویں پر آمد اور 2 لڑکیوں سے ہمدردی:

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے چل کر مدین کے علاقہ میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک کنویں پر لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور 2 لڑکیاں اپنی بکریوں کو پانی پلانے کی بجائے انہیں دور ہٹا رہی ہیں۔ آپ علیہ السلام ہمدردی کے جذبہ سے ان کے پاس گئے اور پوچھا: تمہارا کیا معاملہ ہے؟ تم اپنی بکریوں کو پانی پلانے کی بجائے دور کیوں ہٹا رہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم کمزور ہیں اور کنویں سے پانی نہیں نکال سکتیں، ہمارے والد بوڑھے ہیں اور ہمارا کوئی بھائی بھی نہیں، اس لئے ہم ان لوگوں کے پانی پلانے کا انتظار کرتی ہیں۔ جب یہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا لیتے ہیں تو ہم بچا ہوا پانی اپنی بکریوں کو پلاتی ہیں۔ آپ علیہ السلام نے ان سے ہمدردی کرتے ہوئے کنویں سے پانی کھینچ کر ان کی بکریوں کو پلا دیا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور جب آپ (ﷺ) مدین کے پانی (کنویں) پر پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کی جماعت (اپنے جانوروں کو) پانی پلا رہی ہے اور ان کے علاوہ 2 لڑکیوں کو بھی دیکھا جو اپنی بکریوں کو روک رہی ہیں، آپ (ﷺ) نے ان (لڑکیوں) سے پوچھا: تمہیں کیا پریشانی ہے؟ ان دونوں نے جواب دیا: ہم اس وقت تک (اپنی بکریوں کو) پانی نہیں پلا سکتیں جب تک یہ چرواہے لوٹ نہ جائیں اور ہمارے والد بہت ہی بوڑھے آدمی ہیں۔ موسیٰ (ﷺ) نے ان دونوں پر ترس کھاتے ہوئے ان کی بکریوں کو پانی پلا دیا۔“ (القصص: 28: آیات 23 تا 24)

حضرت موسیٰ (ﷺ) کی اللہ تعالیٰ کے حضور دعا:

حضرت موسیٰ (ﷺ) ان لڑکیوں کی بکریوں کو پانی پلانے کے بعد ایک سایہ دار جگہ پر بیٹھ کر یہ دعا مانگنے لگے:

رَبِّ اِنِّیْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرِ فَقِیْرٌ

(ترجمہ) ”اے میرے پروردگار، آپ جو بھلائی بھی مجھ پر نازل فرمائیں میں اس کا محتاج ہوں۔“ (القصص: 28: آیت 24)

حضرت موسیٰ (ﷺ) کی دعا قبول اور حضرت شعیب (ﷺ) کی بیٹی سے نکاح:

حضرت موسیٰ (ﷺ) ایک سایہ دار جگہ پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے بھلائی کی دعا مانگنے لگے۔ وہ دونوں لڑکیاں خلاف عادت اپنی بکریوں کو لے کر جلدی گھر پہنچ گئیں۔ حضرت شعیب (ﷺ) نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا کہ آج بکریاں بھی خوب پیٹ بھرے ہوئے ہیں اور آپ بھی جلدی آگئی ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے پورا واقعہ اپنے والد کو سنایا تو حضرت شعیب (ﷺ) نے دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو بھیجا کہ اس نوجوان سے کہو کہ میرے والد تمہیں تمہاری مزدوری دینے کے لئے بلا رہے ہیں۔ آپ (ﷺ) جب حضرت شعیب (ﷺ) کے پاس پہنچے اور انہیں اپنا پورا واقعہ سنایا تو انہوں نے آپ (ﷺ) کو تسلی دی اور کہا: آپ پر امن ہو جائیے، آپ ظالم قوم سے نجات پا چکے ہیں پھر حضرت شعیب (ﷺ)

نے آپ ﷺ کی شخصیت سے متاثر ہو کر آپ ﷺ کو اپنی بیٹیوں میں سے ایک کے ساتھ اس شرط پر نکاح کی پیشکش کی کہ آپ 8 سال تک میرے ہاں خدمت کریں۔ آپ ﷺ نے اس شرط کو قبول فرماتے ہوئے حضرت شعیب ﷺ کی ایک بیٹی سے نکاح کر لیا۔
فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

”پھر ان عورتوں میں سے ایک عورت شرم و حیا سے چلتی ہوئی آپ (ﷺ) کے پاس آئی اور کہا: میرے والد آپ کو بلارہے ہیں تاکہ وہ آپ کو اس (کام) کی مزدوری دیں جو آپ نے ہماری بکریوں کو پانی پلایا ہے۔ چنانچہ جب موسیٰ (ﷺ) ان (شعیب ﷺ) کے پاس پہنچے اور اپنا واقعہ سنایا تو انہوں نے کہا: آپ ڈریں نہیں آپ نے اس ظالم قوم سے نجات پالی ہے پھر ان دونوں (عورتوں) میں سے ایک نے کہا: اے ابا جان، آپ انہیں خادم رکھ لیجئے، یقیناً بہترین آدمی جسے آپ خادم رکھنا چاہیں وہی ہو سکتا ہے جو طاقتور اور امانت دار ہو۔ شعیب ﷺ نے (حضرت موسیٰ ﷺ سے) کہا: میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی دونوں لڑکیوں میں سے ایک کا نکاح آپ سے (اس شرط پر) کر دوں کہ آپ 8 سال تک میرے ہاں خدمت کریں۔ ہاں اگر آپ 10 سال پورے کر دیں تو یہ آپ کا تعاون اور مہربانی ہوگی۔ میں اس معاملہ میں آپ پر سختی کرنا نہیں چاہتا۔ ان شاء اللہ آپ مجھے نیک لوگوں میں سے پائیں گے۔ موسیٰ (ﷺ) نے کہا: یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے پاگئی ہے، میں ان دونوں مدتوں میں سے جو بھی پوری کر لوں مجھ پر کوئی زیادتی نہیں ہونی چاہئے اور جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں، اس پر اللہ گواہ ہے۔“ (القصص: 28: آیات 25 تا 28)

وضاحت: سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”مجھ سے حیرہ (بستی) کے ایک یہودی نے پوچھا کہ موسیٰ (ﷺ) نے دونوں میں سے کون سی مدت پوری کی تھی؟ میں نے کہا: مجھے معلوم نہیں، میں کسی بڑے عالم سے معلوم کروں گا۔ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ”آپ ﷺ نے زیادہ اور بہتر (یعنی 10 سال کی) مدت پوری کی تھی، اللہ کا نبی جب کوئی بات کہہ دے تو اسے پورا کرتا ہے۔“ (بخاری)

موسیٰ علیہ السلام کی مصر کی طرف روانگی اور طور پہاڑ پر تخبلی الہی :

جب حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاں ملازمت کرتے ہوئے 10 سال پورے ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے وطن جانے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام اپنی بیوی اور محنت مزدوری کر کے اکٹھی کی ہوئی بکریوں کو ساتھ لے کر مصر کی جانب چل دیئے۔ آپ علیہ السلام جب رات کے وقت طور پہاڑ کے قریب پہنچے تو موسم سرما کی سردی اور اندھیری رات میں راستہ بھٹک گئے اور بالکل طور پہاڑ کے دامن میں پہنچ گئے۔ وہاں آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ پہاڑ کی جانب سے روشنی آرہی ہے۔ آپ علیہ السلام یہ سمجھے کہ شاید وہاں کچھ لوگ ہیں جنہوں نے آگ جلا رکھی ہے۔ آپ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے کہا: تم یہیں ٹھہرو، میں وہاں سے راستہ معلوم کر کے یا کم از کم گرمی پہنچانے کے لئے کچھ آگ لے کر آتا ہوں۔ جب آپ علیہ السلام وہاں پہنچے تو معاملہ ہی کچھ اور تھا۔ وہ جگہ تو اللہ تبارک تعالیٰ کے نور کی تجلی کی وجہ سے نور کا ایک ٹکڑا بنی ہوئی تھی جس کے دائیں جانب ایک درخت کے درمیان سے آواز آئی: اے موسیٰ میں ہی اللہ ہوں جو پوری کائنات کو پالنے والا ہوں۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”پھر جب موسیٰ (علیہ السلام) نے (مقررہ) مدت پوری کر لی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلے تو طور (پہاڑ) کی جانب انہوں نے آگ دیکھی۔ انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا: تم یہاں ٹھہرو، میں نے آگ دیکھی ہے۔ شاید میں وہاں سے (راستہ کی) کوئی خبر لاؤں یا آگ کا انگارہ لے آؤں تاکہ تم (آگ) سینک لو۔ پس جب آپ (علیہ السلام) وہاں (آگ کے پاس) پہنچے تو اس بابرکت وادی کے دائیں کنارہ سے ایک درخت سے انہیں آواز دی گئی: اے موسیٰ، یقیناً میں ہی اللہ ہوں، تمام جہانوں کا رب۔“ (القصص: 28: آیات 29 تا 30)

② ”اور (اے نبی ﷺ) کیا آپ کو موسیٰ (علیہ السلام) کی خبر پہنچی؟ جب انہوں نے آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں سے کہا: تم ذرا سی دیر ٹھہرو، مجھے آگ دکھائی دی ہے۔ شاید میں تمہارے لئے اس میں سے کوئی انگارا لے آؤں یا آگ کے پاس (لوگوں) سے

راستہ کے متعلق کوئی اطلاع پاؤں۔“ (طہ 20: آیات 9 تا 10)

③ ”(وہ وقت یاد کیجئے) جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے گھر والوں سے کہا: بلاشبہ مجھے آگ نظر آئی ہے، میں ابھی وہاں سے کوئی خبر یا آگ کا کوئی سلگتا ہوا انگارا لے کر آتا ہوں تاکہ تم گرمی حاصل کرو پھر جب وہ (موسیٰ علیہ السلام) وہاں پہنچے تو آواز آئی کہ بابرکت ہے وہ (آدمی) جو اس آگ (نور) میں ہے اور جو اس کے آس پاس ہے اور اللہ پاک ہے جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔“ (النمل 27: آیات 7 تا 8)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت:

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب طور پہاڑ کے قریب پہنچے تو اللہ رب العزت نے آپ علیہ السلام کو اپنا نبی منتخب فرمالیا اور آپ علیہ السلام پر اپنی وحی کا نزول شروع کر دیا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”پس جب وہ وہاں پہنچے تو انہیں آواز دی گئی: اے موسیٰ (علیہ السلام)۔ یقیناً میں تمہارا رب ہوں، اپنے جوتے اتار دو کیونکہ تم ”طوی“ نام کی مقدس وادی میں ہو اور میں نے تمہیں (اپنا رسول) منتخب کر لیا ہے، لہذا جو وحی کی جاتی ہے اسے غور سے سنو۔“

(طہ 20: آیات 11 تا 13)

② ”اور میں نے تمہیں خاص اپنے (پیغام پہنچانے کے) لئے منتخب فرمالیا ہے۔“ (طہ 20: آیت 41)

اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے نماز کی پابندی کی تعلیم:

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”(اے موسیٰ علیہ السلام) بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری ہی عبادت کرو اور میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔“ (طہ 20: آیت 14)

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر معجزات کا نزول:

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا رسول منتخب کرنے کے بعد آپ علیہ السلام کو نبوت و رسالت کے ثبوت کے لئے معجزے عطا فرمائے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”(اللہ نے پوچھا) اے موسیٰ، تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا: یہ میری لاٹھی ہے، میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں، اس سے اپنی بکریوں کے لئے (درختوں سے) پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے لئے اور بھی بہت سے فوائد ہیں۔ اللہ نے فرمایا: اے موسیٰ، اسے (ہاتھ سے) نیچے پھینک دو پھر جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اسے پھینک دیا تو وہ فوراً سانپ بن کر دوڑنے لگی۔ اللہ نے فرمایا: (اے موسیٰ علیہ السلام) خوف نہ کرو اور اسے پکڑ لو، ہم اسے پھر اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔“ (طہ 20: آیات 17 تا 21)

② ”اور یہ (بھی آواز آئی) کہ اپنی لاٹھی (زمین پر) ڈال دو پھر (اس کے بعد) جب آپ (علیہ السلام) نے دیکھا کہ وہ لاٹھی سانپ کی طرح حرکت کر رہی ہے تو آپ (علیہ السلام) پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ (اللہ نے فرمایا) اے موسیٰ، ادھر آؤ، ڈرو نہیں۔ بلاشبہ آپ ہر طرح سے امن میں ہیں۔ اپنے ہاتھ کو اپنے بغل میں ڈالو، وہ بغیر کسی بیماری (برص وغیرہ) کے سفید (چمکتا ہوا) نکلے گا اور خوف سے (بچنے کے لئے) اپنا بازو اپنے جسم سے لگا لو۔ بس یہ آپ کے رب کی طرف سے 2 معجزے ہیں۔“ (القصص 28: آیات 31 تا 32)

③ ”اور یقیناً ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو 9 واضح معجزات عطا فرمائے۔“ (بنی اسرائیل 17: آیت 101)

وضاحت: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی نبوت کی صداقت کے لئے مندرجہ ذیل 9 سے زائد واضح معجزات عطا فرمائے تھے: ① عصا کا سانپ بننا ② ہاتھ بغل میں لے جانے سے چمکنا ③ بھری مجلس میں بڑے بڑے جادوگروں کی شکست ④ قوم فرعون پر قحط سالی ⑤ قوم فرعون پر طوفان ⑥ قوم فرعون پر ٹڈیوں کا عذاب ⑦ قوم فرعون پر جوؤں کا عذاب ⑧ قوم فرعون پر مینڈکوں کا عذاب ⑨ قوم فرعون پر خون کا عذاب۔ ان کے علاوہ موسیٰ علیہ السلام کو اور بھی کئی معجزات دیئے گئے تھے مثلاً لاٹھی کا پتھر پر مارنا جس سے 12 چشمے جاری ہونا، بادلوں کا سایہ کرنا، من و سلویٰ نازل ہونا، دریا میں راستے بننا وغیرہ۔

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر طہ 20: آیات 22 تا 23 اور النمل 27: آیت 12﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کی قوم کو تبلیغ کا حکم:

ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو 2 معجزے دے کر فرعون اور اس کی قوم کے پاس بھیجا کہ انہیں یہ بتاؤ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، اللہ عز وجل نے مجھے یہ معجزے دے کر بھیجا ہے۔ لہذا تم کفر اور سرکشی کی راہ چھوڑ کر میری بات مانو اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ اپنے خود ساختہ معبودوں کی پوجا چھوڑ دو اور میری قوم بنی اسرائیل کو بھی غلامی سے نکال دو۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

- ① ”آپ کے رب کی طرف سے 2 معجزے ہیں جنہیں آپ فرعون اور اس کی جماعت کے سامنے پیش کریں۔ بے شک وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں۔“ (القصص: 28: آیت 32)
- ② ”یہ (2 نشانیاں) ان 9 نشانیوں میں سے ہیں (جنہیں لے کر آپ) فرعون اور اس کی قوم کی طرف (جائیے) بے شک وہ نافرمان لوگ ہیں۔“ (النمل: 27: آیت 12)
- ③ ”(اے موسیٰ علیہ السلام) اب تم فرعون کے پاس جاؤ، اس لئے کہ وہ بڑا سرکش بن چکا ہے۔“ (طہ: 20: آیت 24)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کے حضور درخواست:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کی قوم کے پاس جانے کا حکم دیا تو آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کی کہ مجھے ڈر ہے کہ مجھے اکیلا دیکھ کر فرعون مجھے قتل نہ کروا دے اور میری زبان میں بھی لکنت ہے، بولنے میں روانی نہ ہونے کی وجہ سے میں انہیں اپنی بات سمجھا نہیں سکوں گا اس لئے آپ میرے بھائی ہارون علیہ السلام کو بھی نبوت عطا فرمائیں اور انہیں میرے ساتھ بھیجیں۔

فرمان الہی ہے:

- ① (ترجمہ) ”(موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی) اے میرے پروردگار، میرے لئے میرا سینہ کھول

دیتے اور میرے کام کو میرے لئے آسان بنا دیتے اور میری زبان کی گرہ بھی کھول دیتے تاکہ وہ لوگ میری بات کو اچھی طرح سمجھ سکیں اور میرے خاندان میں سے میرا ایک وزیر مقرر کر دیتے میرے بھائی ہارون (علیہ السلام) کو (مقرر کر دیتے) اس کے ذریعہ میری قوت کو بڑھا دیتے اور اسے میرے کام (دعوتی مہم) میں شریک بنا دیتے۔“ (طہ 20: آیات 25 تا 32)

② ”موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب، بے شک میں نے ان میں سے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا، اس لئے مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں (اس کے بدلہ میں) وہ مجھے قتل نہ کر ڈالیں اور میرا بھائی ہارون (علیہ السلام) گفتگو میں مجھ سے زیادہ بہتر ہے۔ اس لئے آپ اسے میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج دیتے تاکہ وہ میری تصدیق کرے۔ بلاشبہ مجھے ڈر ہے کہ وہ (فرعون) مجھے جھٹلا دیں گے۔“ (القصص 28: آیات 33 تا 34)

③ ”اور (وہ واقعہ یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کہا کہ آپ ظالم قوم کے پاس جاؤ۔ قوم فرعون کے پاس، کیا وہ (اللہ کی پکڑ سے) ڈرتے نہیں؟ موسیٰ (علیہ السلام) نے عرض کیا: اے میرے پروردگار، مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگ مجھے جھٹلا دیں گے اور میرا سینہ تنگ ہو رہا ہے اور میری زبان بھی (روانی سے) نہیں چلتی، لہذا آپ ہارون (علیہ السلام) کو بھی رسالت عطا فرما دیتے اور ان (فرعونوں) کا مجھ پر ایک گناہ کا الزام بھی ہے۔ اس لئے مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کر ڈالیں۔“ (اشعراء 26: آیات 10 تا 14)

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی دعا کی قبولیت اور حضرت ہارون (علیہ السلام) کی بعثت:

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی دعا قبول فرماتے ہوئے آپ (علیہ السلام) کے بڑے بھائی ہارون (علیہ السلام) کو بھی اپنا نبی منتخب فرما لیا پھر دونوں بھائیوں کو فرعون اور اس کی قوم کو سمجھانے کے لئے بھیجا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اللہ نے فرمایا: اے موسیٰ، جو کچھ آپ نے مانگا ہے وہ آپ کو دیا جاتا ہے۔“

(طہ 20: آیت 36)

② ”اللہ نے فرمایا: ہم آپ کے بھائی کے ذریعہ سے آپ کا بازو مضبوط کر دیں گے اور آپ

دوئوں کو اپنی نشانیوں کے ذریعہ ایسا غلبہ عطا فرمائیں گے کہ وہ (فرعونؑ) تم تک پہنچ ہی نہ پائیں گے۔ آپ دوئوں اور آپ کے پیروکار ہی غالب ہوں گے۔“ (القصص: 28: آیت 35)

③ ”اور ہم نے اپنی خاص مہربانی سے ان کے بھائی (ہارون علیہ السلام) کو (بھی) نبی بنا کر انہیں (مدد کے لئے) دے دیا۔“ (مریم: 19: آیت 53)

④ ”اللہ نے فرمایا: ایسا ہرگز نہ ہوگا، تم دونوں ہماری نشانیاں (معجزات) لے کر جاؤ، یقیناً ہم تمہارے ساتھ ہیں تمہاری (ساری) گفتگو سنیں گے۔ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ بلاشبہ ہم رب العالمین کے رسول ہیں۔ لہذا بنی اسرائیل کو (آزاد کر کے) ہمارے ساتھ جانے دے۔“ (الشعراء: 26؛ آیات 15 تا 17)

حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو دوران تبلیغ نرم لہجہ اختیار کرنے کا حکم:

اللہ عز وجل نے موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کو نبوت عطا کرنے کے بعد فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا اور بڑے نرم انداز میں انہیں نصیحت کرنے کی تعلیم دی۔ اس لئے کہ نرم انداز میں تبلیغ کرنے سے سخت سے سخت دل انسان بھی نرم ہو جاتا ہے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”آپ (لوگوں کو) اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیجئے اور ان (مشرکین) سے بہترین طریقہ سے بحث کیجئے۔“ (انحل 16: آیت 125)

② ”اب آپ اور آپ کے بھائی میری نشانیوں کے ساتھ جائیئے اور خبردار، میرے ذکر میں سستی نہ کرنا۔ آپ دونوں (میرا پیغام لے کر) فرعون کے پاس جائیئے، بے شک وہ بڑا سرکش بن گیا ہے۔ اسے نرمی سے سمجھاؤ، شاید وہ نصیحت قبول کر لے یا (اللہ کے عذاب سے) ڈر جائے۔ دونوں نے کہا: اے ہمارے رب، ہمیں خوف ہے کہ کہیں فرعون ہم پر کوئی زیادتی نہ کرے یا اپنی سرکشی میں بڑھ نہ جائے۔ (اللہ نے) فرمایا تم ڈرو نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں اور سب کچھ سن اور دیکھ رہا ہوں۔ تم اس کے پاس جا کر کہو: ہم تیرے پروردگار کے پیغمبر ہیں، اس لئے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے اور انہیں تکلیف نہ

دے۔ ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے معجزہ لے کر آئے ہیں اور سلامتی ہو اس پر جو راہ حق کی پیروی کرے۔ ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ اللہ کا عذاب اس پر نازل ہوگا جو حق کو جھٹلائے گا اور (حق سے) روگردانی کرے گا۔“ (طہ 20: آیات 42 تا 48)

حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام فرعون کے دربار میں :

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے فرعون کو اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچائے۔ فرعون چونکہ اللہ تعالیٰ کا منکر اور اپنے رب ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اس لئے اس نے دعوت حق کو قبول کرنے کے بجائے بحث مباحثہ کرنا شروع کر دیا۔
فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

① ”اس (فرعون) نے کہا: (اے موسیٰ) کیا ہم نے اپنے پاس بچپن میں تمہاری پرورش نہیں کی تھی؟ اور کیا تم نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے ہاں نہیں گزارے اور پھر (اس کے بعد) تم نے وہ کام (قتل) بھی کیا جو کر کے چلے گئے اور تم تو ناشکروں میں سے ہو۔ انہوں (موسیٰ علیہ السلام) نے جواب دیا: میں نے وہ کام اس وقت نادانستگي (غلطی) میں کیا تھا۔ پھر میں تمہارے خوف کی وجہ سے تمہارے پاس سے بھاگ گیا تھا، اس کے بعد مجھے میرے رب نے حکمت عطا فرمائی اور مجھے اپنا رسول بنا لیا۔ رہا تیرا احسان جو تو مجھ پر جتلا رہا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا۔“

(الشعراء 26: آیات 18 تا 22)

② ”فرعون نے پوچھا: اے موسیٰ، تم دونوں کا رب کون ہے؟ موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا: ہمارا رب وہ ہے، جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر (دنیا میں رہنے کے لئے) ان کی راہ نمائی کی۔ فرعون نے کہا: اچھا گزشتہ (مشرک) قوموں کا انجام کیا ہوگا؟ موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا: ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں موجود ہے، میرا رب نہ تو غلطی کرتا ہے اور نہ ہی بھولتا ہے۔ اسی نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا اور اس میں تمہارے چلنے کے لئے راستے بنائے۔“ (طہ 20: آیات 49 تا 53)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رب العالمین کی پہچان کروانا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کو توحید کی دعوت پیش کی تو اس (فرعون) نے آپ علیہ السلام کی اس دعوت کو رد کر دیا اور اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: میں ہی تمہارا سب سے اعلیٰ رب ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے بتایا کہ تمہارے اندر رب بننے کی صلاحیت نہیں۔ رب تو وہ ہے کہ جس نے آسمان و زمین اور اس کے درمیان کی چیزوں کو پیدا کیا ہے، وہی تمہارا اور تم سے پہلے لوگوں کا رب ہے۔
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اور (فرعون نے) کہا کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔“ (النزعت 79: آیت 24)
② ”فرعون نے کہا: اے سردارو، میں تو اپنے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں جانتا۔ اے ہامان، تو مٹی (کی اینٹوں) کو آگ میں پکا پھر میرے لئے ایک اونچی عمارت تیار کر تا کہ میں (اس پر چڑھ کر) موسیٰ علیہ السلام کے معبود کو دیکھ سکوں اور بلاشبہ میں تو اسے جھوٹوں میں سے ہی سمجھتا ہوں۔“ (القصص 28: آیت 38)

③ ”فرعون نے پوچھا: (یہ) رب العالمین کیا (چیز) ہے؟ انہوں (موسیٰ علیہ السلام) نے جواب دیا: وہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی تمام مخلوقات کا رب ہے، اگر تمہیں یقین آجائے۔ اس (فرعون) نے اپنے ارد گرد والوں سے کہا کہ کیا تم اس کی بات سن نہیں رہے؟ انہوں (موسیٰ علیہ السلام) نے فرمایا: وہی تمہارا اور تمہارے پہلے (گزرے ہوئے) آباؤ اجداد کا رب ہے۔“ (الشعراء 26: آیات 23 تا 26)

④ ”پھر جب ان (فرعونیوں) کے پاس ہماری واضح نشانیاں پہنچیں تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے اور انہوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان (نشیوں) کا انکار کر دیا حالانکہ ان کے دل (ان نشانیوں کا) یقین کر چکے تھے، پس دیکھ لیجئے کہ ان فساد پھیلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟“ (النمل 27: آیات 13 تا 14)

فرعون کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دھمکی:

فرعون اپنے آپ کو لوگوں کا رب سمجھتا تھا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے دلائل کے ساتھ رب العالمین کی پہچان کروا دی اور اس کے شبہات کا ازالہ کر دیا تو اس کے پاس ضد اور دشمنی کے علاوہ کوئی چیز باقی نہ رہی۔ اس نے آپ علیہ السلام کو پاگل ثابت کرنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ یہ دھمکی بھی دی کہ اگر تم نے میرے علاوہ کسی اور کو معبود بنایا تو میں تمہیں قید کر دوں گا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ثابت قدم رہے اور اس کی دھمکیوں کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”(فرعون نے) کہا: (لوگو) بلاشبہ تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے، واقعی دیوانہ (پاگل) ہے۔ (موسیٰ علیہ السلام نے) فرمایا: وہی (اللہ) مشرق و مغرب اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے، اگر تم عقل رکھتے ہو۔ اس (فرعون) نے کہا: سن لو، اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود مانا تو میں تمہیں ضرور قید میں ڈال دوں گا۔“ (اشعراء: 26: آیات 27 تا 29)

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے معجزات کا مطالبہ:

فرعون جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معقول اور مدلل گفتگو سے لاجواب ہو گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی دعوت توحید کو پھیلانے میں پختہ عزم رکھتے ہیں تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے معجزہ پیش کرنے کا مطالبہ کیا۔ آپ علیہ السلام چونکہ پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزات لے کر آئے تھے لہذا آپ علیہ السلام نے اللہ عز و جل کے عطا کردہ 2 معجزات اس کے سامنے پیش کئے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اس (فرعون) نے کہا: اگر تم (اپنے دعویٰ میں) سچے ہو اور کوئی معجزہ لے کر آئے ہو تو اسے پیش کرو۔ پس انہوں (موسیٰ علیہ السلام) نے اپنا عصا (زمین پر) ڈال دیا تو وہ فوراً ایک (جیتا جاگتا) اژدہا بن کر ظاہر ہوا اور (بغل سے) اپنا ہاتھ باہر نکالا تو وہ دیکھنے والوں

کے لئے سفید (چمکتا ہوا) تھا۔“ (الاعراف: 7: آیات 106 تا 108)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ط 20: آیت 22 اور اشعرآء 26: آیات 30 تا 33﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھ کر فرعون کا مکر و فریب:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ معجزات کو فرعون کے سامنے پیش کیا تو فرعون معجزات کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ واقعی موسیٰ (علیہ السلام) اپنی نبوت کی سچائی پر بہت بڑی دلیل لے کر آئے ہیں لیکن پھر بھی اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کی بجائے اپنے درباریوں کو دھوکا دینے کے لئے کہا کہ یہ تو بڑا ماہر جادوگر ہے، یہ چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہاری سرزمین سے نکال کر خود قابض ہو جائے۔ تم ہی بتاؤ اس کے بارے کیا کیا جائے؟ فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا کہ اس کا حل یہ ہے کہ تمام شہروں سے ماہر جادوگروں کو بلا کر ان سے مقابلہ کروا کر انہیں شکست دی جائے۔ یہ دیکھ کر لوگ خود ہی ان کی بات کو نظر انداز کر کے ہمارے حمایتی بن جائیں گے۔ فرعون نے ان کے مشورے کے مطابق اپنے کارندوں کو ہر شہر سے ماہر جادوگر لانے کے لئے بھیج دیا۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”فرعون نے اپنے آس پاس کے سرداروں سے کہا: یہ (شخص) تو یقیناً بڑا ماہر جادوگر ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال دے۔ اب تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ ان سب نے کہا کہ اس (موسیٰ علیہ السلام) اور اس کے بھائی کے معاملہ کو (فی الحال) ملتوی کر دیجئے اور تمام شہروں میں (جادوگروں کو جمع کرنے کے لئے) اہلکار (نمائندے) بھیج دیجئے جو ہر ماہر جادوگر کو آپ کے پاس لے آئیں۔“ (اشعرآء 26: آیات 34 تا 37)

② ”پھر جب موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے واضح معجزات لے کر ان (فرعونیوں) کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا: یہ تو صرف گھڑا ہوا جادو ہے اور ہم نے تو کبھی اپنے پہلے آباؤ اجداد سے بھی یہ باتیں نہیں سنیں اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: میرا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا اور کس کا آخرت میں انجام بہتر ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ ظالم

لوگ کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔“ (القصص: 28: آیات 36 تا 37)

③ ”فرعون نے کہا: اے موسیٰ، میرے خیال میں تجھ پر جادو کر دیا گیا ہے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا: (معجزات دیکھنے کے بعد) یہ تو تجھے معلوم ہو ہی چکا ہے کہ یہ (معجزات) آسمانوں اور زمین کے پروردگار نے ہی (لوگوں کو) سمجھانے کے لئے نازل فرمائے ہیں اور اے فرعون، بے شک میں تو سمجھتا ہوں کہ تو ہلاک ہو کر رہے گا۔“

(بنی اسرائیل: 17: آیات 101 تا 102)

(مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ وتفسیر الاعراف: 7: آیات 130 تا 133)

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا جادوگروں سے مقابلہ:

فرعون نے اپنی قوم کے سرداروں کی بات مانتے ہوئے تمام شہروں میں جادوگروں کو جمع کرنے کے لئے قاصد روانہ کر دیئے اور اپنے ملک کے اہم عہدے داروں سمیت عام لوگوں کو بھی یہ منظر دیکھنے کی دعوت دی۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) خود بھی یہی چاہتے تھے کہ سب لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات، معجزات اور دلائل ظاہر کرنے کا موقع ملے۔ لہذا آپ (علیہ السلام) کو موقع مل گیا اور آپ (علیہ السلام) نے فرمایا: جس دن تمہارا تہوار (خوشی منانے کا دن) ہوتا ہے اس دن کے ابتدائی وقت میں سب کے سامنے جادوگروں سے مقابلہ ہو گا۔ فرعون نے جو جادوگر جمع کئے انہیں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے مقابلے میں کامیابی پر انعامات کا لالچ بھی دیا۔ آخر کار فتح حق کو ہوئی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”تحقیق ہم نے اسے (فرعون کو) اپنی سب نشانیاں دکھا دیں مگر پھر بھی اس نے (حق کو) جھٹلایا اور انکار کر دیا۔ (فرعون نے) کہا: اے موسیٰ، کیا تم اسی لئے ہمارے پاس آئے ہو کہ اپنے جادو کے زور سے ہمیں ہمارے ملک سے باہر نکال دو۔ پس ہم بھی تمہارے مقابلے میں اسی طرح کا جادو ضرور لائیں گے، لہذا تم ہمارے اور اپنے مقابلے کا ایک وقت اور جگہ مقرر کر لو جس کی نہ ہم خلاف ورزی کریں گے نہ تم کرنا۔ صاف میدان

میں مقابلہ ہو۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ تمہارے وعدہ کا وقت، عید کا دن ہے اور لوگوں کو دن چڑھتے ہی جمع ہو جانا چاہئے۔ پس فرعون لوٹ گیا اور اپنے تمام ہتھکنڈے جمع کئے پھر مقابلہ میں آگیا۔“ (طہ 20: آیات 56 تا 60)

② ”چنانچہ ایک معین دن میں مقررہ وقت پر تمام جادوگروں کو جمع کیا گیا اور عام لوگوں سے کہا گیا: کیا تم بھی اس اجتماع میں حاضر ہو گے؟ تاکہ اگر (فرعون کے) جادوگر غالب آجائیں تو ہم انہی کی پیروی کریں پھر جب جادوگر (میدان میں) آ گئے تو انہوں نے فرعون سے پوچھا: اگر ہم جیت گئے تو کیا ہمیں کچھ انعام بھی ملے گا؟ فرعون نے کہا: ”جی ہاں“ بلکہ اس صورت میں تم میرے خاص درباری بن جاؤ گے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے ان (جادوگروں) سے کہا: جو کچھ تم ڈالنا چاہتے ہو، ڈالو۔ چنانچہ انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں اور کہنے لگے: فرعون کی عزت کی قسم، یقیناً ہم ہی غالب رہیں گے پھر موسیٰ (علیہ السلام) نے بھی اپنی لاٹھی (میدان میں) ڈال دی جس نے اسی وقت ان کے جھوٹے کرتب کو ٹنگنا شروع کر دیا۔“ (اشعرآء 26: آیات 38 تا 45)

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی جادوگروں کو نصیحت:

جب فرعون، اس کے ملک کے اہم عہدے دار اور عام لوگ جمع ہو گئے اور جادوگر بھی میدان میں آ گئے تو آپ (علیہ السلام) نے جادوگروں کا مقابلہ کرنے سے پہلے انہیں وعظ و نصیحت فرمائی اور جادو کو اللہ تعالیٰ کی آیات اور دلائل کے مقابلے میں پیش کرنے سے منع کیا لیکن وہ اپنی کامیابی کا گھمنڈ لئے ہوئے تھے اس لئے انہوں نے آپ (علیہ السلام) کی وعظ و نصیحت پر کوئی توجہ نہ دی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”موسیٰ (علیہ السلام) نے (عین موقع پر) جادوگروں سے کہا: تمہاری شامت ہو، تم اللہ پر جھوٹی تہمت نہ لگاؤ ورنہ وہ تمہیں ایک سخت عذاب سے ہلاک کر دے گا کیونکہ جس نے بھی (اللہ پر) جھوٹ باندھا وہ ناکام ہی رہا ہے۔ (یہ سن کر) وہ اپنے اس معاملہ میں اختلاف

اور آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ وہ آپس میں کہنے لگے: یہ دونوں محض جادوگر ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال دیں اور تمہارے بہترین نظام زندگی کو برباد کر دیں۔ لہذا تم اپنے تمام داؤ پیچ اکٹھے کرو اور صف باندھ کر آگے بڑھو اور جو آج کے دن غالب آئے گا وہی کامیاب رہے گا۔“ (طہ 20: آیات 61 تا 64)

جادو کے ذریعہ سے لوگوں کی نظر بندی:

جب جادوگر آپ ﷺ سے مقابلے کے لئے آئے تو وہ صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے اور ان کے سامنے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام بھی کھڑے ہو گئے۔ جادوگروں نے کہا کہ پہلے آپ اپنا کام دکھائیں گے یا ہم؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ پہلے تم دکھاؤ۔ انہوں نے اپنے جادو کا کرتب دکھانے سے پہلے فرعون سے کہا کہ فرعون کے جاہ و جلال کی قسم، یقیناً ہم ہی غالب رہیں گے پھر انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر پھینکتے وقت لوگوں کی نظر بندی کر دی اور ان پر یہ ہیبت طاری کر دی کہ وہ بہت بڑا جادو لے کر آئے ہیں ان کی رسیاں اور لاٹھیاں لوگوں کو سانپ لگنے لگیں۔ ابتدا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی کچھ گھبرائے لیکن اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو کامیابی کی امید دلاتے ہوئے خوف نہ کھانے کی تلقین کی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”پھر وہ (جادوگر) کہنے لگے: اے موسیٰ، تم پہلے (اپنی لاٹھی) ڈالو گے یا ہم (اپنی رسیاں) پہلے ڈالیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: تم ہی پہلے ڈالو، اب موسیٰ علیہ السلام کو ایسا دکھائی دینے لگا جیسے ان کی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر دوڑ رہی ہیں۔“ (طہ 20: آیات 65 تا 66)

② ”موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تم ہی پہلے ڈالو (اپنا جادو دکھاؤ) پس جب انہوں نے اپنا جادو پیش کیا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور لوگوں کو (لاٹھیوں اور رسیوں کے سانپوں سے) ڈرایا اور وہ (جادوگر اپنی طرف سے) بہت بڑا جادو لائے تھے۔“ (الاعراف 7: آیت 116)

③ ”جب انہوں (جادوگروں) نے (اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو) ڈالا تو موسیٰ علیہ السلام نے

فرمایا: تم تو جادو پیش کر رہے ہو، یقیناً اللہ اسے جلد ہی بے اثر بنا دے گا۔ بے شک اللہ فساد کرنے والوں (کے کام) کو کامیاب ہونے نہیں دیتا اور اللہ اپنے حکم سے حق کو ثابت کر دکھاتا ہے اگرچہ مجرم اسے (کتنا ہی) ناپسند کرتے ہوں۔“ (یونس: 10: آیات 81 تا 82)

جادو گروں کی شکست اور قبول اسلام:

جب جادو گروں نے اپنے جادو کا کرتب دکھانے کے لئے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر ڈالیں تو وہ لوگوں کو بہت بڑے سانپوں کی صورت میں نظر آنے لگیں۔ لوگ ان کے جادو سے بہت متاثر ہوئے۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) دل ہی دل میں خوف کھانے لگے کہ کہیں لوگ ان کے کرتب سے متاثر نہ ہو جائیں، اللہ رب العزت نے فوراً آپ (علیہ السلام) پر وحی نازل فرمائی کہ اب آپ بھی اپنی لاٹھی زمین پر ڈالیں۔ لہذا جب آپ (علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی لاٹھی زمین پر ڈالی تو وہ بہت بڑا اژدہا بن کر جادو گروں کی پھینکی ہوئی رسیوں اور لاٹھیوں کی طرف آیا اور ایک ایک کر کے سب کو تیزی سے نکلنے لگا۔ لوگ یہ منظر دیکھ کر تعجب کرنے لگے اور جادو گر بھی اس صورت حال کو دیکھ کر حیران ہو گئے اور وہ یہ سمجھ گئے کہ یہ جادو یا وہم و خیال نہیں بلکہ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے حق ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ حقیقت کو سمجھتے ہی تمام جادو گر اور فرعون کی قوم کے بہت سارے لوگ بغیر کسی خوف کے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر گئے اور سب کے سامنے حضرت موسیٰ و ہارون (علیہ السلام) کے رب پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ آپ بھی اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دیں۔ پس وہ (عصا) اچانک (اژدہا بن کر ان کے سانپوں کو) نکلنے لگا جو وہ (جادو گر) بنا کر لائے تھے۔ آخر کار حق غالب آ گیا اور جو کچھ جادو گروں نے کیا تھا، وہ باطل (میا میٹ) ہو گیا۔ پس وہ (فرعون اور اس کی قوم کے لوگ) اس موقع پر مغلوب ہو گئے اور ذلیل و خوار ہو کر (میدان سے) واپس لوٹے اور سارے جادو گر (بے اختیار اللہ کے حضور) سجدہ میں

گر گئے۔ کہنے لگے: ہم کائنات کے رب پر ایمان لے آئے۔ جو موسیٰ اور ہارون (علیہ السلام) کا رب ہے۔“ (الاعراف: 7: آیات 117 تا 122)

② ”یہ دیکھ کر موسیٰ (علیہ السلام) اپنے دل ہی دل میں ڈر محسوس کرنے لگے۔ ہم نے فرمایا: اے موسیٰ، ڈرو نہیں یقیناً آپ ہی غالب رہیں گے اور آپ کے دائیں ہاتھ میں جو (لاٹھی) ہے اسے (زمین پر) ڈال دیجئے۔ وہ ان کے تمام (بناوٹی سانپوں) کو ہڑپ کر جائے گی۔ انہوں نے جو بنایا ہے وہ صرف جادو گروں کا مکر و فریب ہے اور جادو گر کہیں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ پھر تمام جادو گر سجدہ میں گر پڑے اور پکار اٹھے کہ ہم تو ہارون اور موسیٰ (علیہ السلام) کے رب پر ایمان لے آئے ہیں۔“ (طہ: 20: آیات 67 تا 70)

فرعون کی جادو گروں کو دھمکی:

فرعون نے جب یہ دیکھا کہ جادو گر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے معجزہ سے مغلوب ہو کر مسلمان ہو چکے ہیں اور حضرت موسیٰ اور ہارون (علیہ السلام) کی عوام کی نظروں میں قدر و منزلت بڑھ گئی ہے تو وہ بہت گھبرا گیا۔ اس نے سوچا کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو شکست دینے کی میری جو آخری چال تھی وہ بھی ناکام ہو گئی لہذا اس نے مکر و فریب کا سہارا لیتے ہوئے جادو گروں کو دھمکی دی کہ تم نے میری رعایا ہونے کے باوجود میری اجازت کے بغیر موسیٰ (علیہ السلام) کے رب پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا ہے، مجھے تو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ موسیٰ (علیہ السلام) تمہارا استاد ہے اور تم سب نے مل کر یہ سازش تیار کی ہے کہ یہاں کے رہنے والوں کو باہر نکال کر خود آرام سے رہو۔ میں تمہیں ایسی عبرت ناک سزا دوں گا تاکہ آئندہ کسی کو ایسی غداری کرنے کی جرأت ہی نہ ہو۔ پہلے تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کٹواؤں گا اور پھر تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”فرعون نے کہا: کیا تم میری اجازت سے پہلے ہی اس پر ایمان لے آئے ہو؟ یقیناً

یہی تمہارا بڑا (استاد) ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا ہے (سن لو) میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کٹوا کر تم سب کو کھجور کے تنوں میں سولی پر لٹکوا دوں گا اور تمہیں اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کی سزا زیادہ سخت اور دیرپا ہے۔ جادوگروں نے جواب دیا: ہم تجھے کبھی ترجیح نہیں دیں گے ان (روشن) دلائل پر جو ہمارے سامنے آچکے ہیں اور اس ذات پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے لہذا تو جو چاہتا ہے کر گزر اور تو جو کچھ بھی کرے گا وہ صرف اس دنیا کی حد تک ہی ہوگا۔“ (طہ: 20: آیات 71 تا 72)

② ”فرعون نے (جادوگروں سے) کہا: تم میری اجازت کے بغیر اس (موسیٰ علیہ السلام) پر ایمان لے آئے ہو؟ یقیناً یہ تمہاری بہت بڑی (سوچی سمجھی) سازش تھی جو تم نے (مل کر) اس شہر میں کی ہے تاکہ تم اس شہر کے باشندوں کو یہاں سے نکال دو۔ تمہیں (اس کا انجام) بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دوں گا پھر تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا۔“ (الاعراف: 7: آیات 123 تا 124)

③ ”فرعون نے کہا: تم میری اجازت سے پہلے ہی اس (موسیٰ علیہ السلام) پر ایمان لے آئے ہو؟ یقیناً یہی تمہارا بڑا (استاد) ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا ہے۔ اس کا انجام تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کٹوا دوں گا اور تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا۔“ (الشعراء: 26: آیت 49)

فرعون کی دھمکی کے مقابلے میں جادوگروں کی استقامت:

فرعون نے جب جادوگروں کو سخت ترین سزا کی دھمکی دی تو انہوں نے اس دھمکی کی کوئی پرواہ نہیں کی اس لئے کہ وہ ایمان کی مٹھاس کو چکھ چکے تھے اور جس کے دل میں ایمان کی مٹھاس بیٹھ جائے کائنات کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی اس کو ایمان سے نہیں ہٹا سکتی۔ وہی جادوگر جو چند لمحے پہلے فرعون سے انعام و اکرام اور عزت کے طلبگار تھے، ایمان لانے کے بعد ایسے بے خوف ہوئے کہ سخت ترین دھمکی بھی ان کے ایمان کو متزلزل نہ کر سکی۔ انہوں نے اس انتقامی کارروائی کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ سے صبر و استقامت کی

دعا مانگی تو اللہ رب العزت نے قبول فرماتے ہوئے ان میں صبر و استقامت پیدا کر دیا۔
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اور (اے فرعون) تو ہمیں صرف اس بات کی سزا دے رہا ہے کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لے آئے ہیں جبکہ وہ ہمارے پاس آگئی ہیں۔ اے ہمارے رب، ہمیں صبر (کی توفیق) عطا فرمائیے اور ہمیں حالت اسلام میں موت دیجئے۔“ (الاعراف: 7: آیت 126)

② ”انہوں (جادوگروں) نے کہا: کوئی حرج نہیں۔ بے شک ہمیں آخر کار اپنے رب کے حضور حاضر ہونا ہے۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری سب خطائیں معاف فرما دے گا اس لئے کہ ہم سب سے پہلے ایمان لائے ہیں۔“ (الشعراء: 26: آیات 50 تا 51)

③ ”جادوگروں نے جواب دیا: ہم تجھے کبھی ترجیح نہیں دیں گے ان (روشن) دلائل پر جو ہمارے سامنے آچکے ہیں اور اس ذات پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے لہذا تو جو چاہتا ہے کر گزر اور تو جو کچھ بھی کرے گا وہ صرف اس دنیا کی حد تک ہی ہوگا۔ بلاشبہ ہم اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے ہیں تاکہ وہ ہماری خطائیں معاف فرما دے اور (خاص کر) جادو (کا گناہ) جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا۔ اللہ ہی بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔“

(طہ: 20: آیات 72 تا 73)

فرعون کے درباریوں کا فرعون کو بھڑکانا:

فرعون اور اس کی قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روحانی قوت کا مظاہرہ دیکھ کر مرعوب ہو گئی اور فرعون نے جادوگروں اور دیگر ایمان والوں پر اپنے شدید غصہ کا اظہار کرتے ہوئے انہیں سولی پر چڑھا دیا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ کوئی نقصان نہ پہنچا سکا۔ فرعون کے درباریوں کو اس پر شدید صدمہ پہنچا انہوں نے فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے خلاف خوب بھڑکایا۔ فرعون نے انتقامی کارروائی کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنے کا دوبارہ حکم جاری کر دیا جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بڑی پریشانی کا شکار ہوئی اور آپ علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ کی ولادت سے پہلے بھی

ہمارے لڑکوں کو قتل کیا جاتا رہا اور اب دوبارہ یہ سلسلہ شروع ہو گیا ہے، کیا کریں؟ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے فرعون کے مقابلے میں اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنے اور صبر کرنے کی تلقین کی اور ساتھ ساتھ یہ خوشخبری بھی سنائی کہ بہت جلد اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمہیں فرعون کے ظلم و ستم سے نجات عطا فرمائیں گے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اور قوم فرعون کے سرداروں نے (فرعون سے) کہا: کیا تم موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کی قوم کو یوں ہی (آزاد) چھوڑ دو گے تاکہ وہ ملک میں فساد پھیلائیں اور وہ تمہیں اور تمہارے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ فرعون نے کہا: ہم ان کے (نومولود) بیٹوں کو قتل کر دیں گے اور بچیوں کو زندہ رہنے دیں گے اور ہم ان پر مکمل غلبہ رکھتے ہیں۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا: اللہ سے مدد طلب کرو اور صبر و کرو، بے شک یہ زمین تو اللہ ہی کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور اچھا انجام تو پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے۔ انہوں (بنی اسرائیل) نے (موسیٰ علیہ السلام سے) کہا: آپ کے آنے (پیدا ہونے) سے پہلے بھی ہمیں تکالیف دی گئیں اور آپ کے آنے کے بعد بھی۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: بہت جلد اللہ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور ان کی جگہ تمہیں اس سرزمین کا مالک بنا دے گا پھر دیکھے گا کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو۔“ (الاعراف: 7: آیات 127 تا 129)

② ”اور موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا: اے میری قوم، اگر تم اللہ پر (واقعی) ایمان رکھتے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم (سچے) مسلمان ہو۔ پس انہوں (سچے مومنوں) نے کہا: ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا ہے، اے ہمارے پروردگار، ہمیں ان ظالموں کے ذریعہ آزمائش (فتنہ) میں نہ ڈالنا اور آپ ہمیں اپنی رحمت سے کافر قوم سے نجات عطا فرمائیے۔“

(یونس: 10: آیات 84 تا 86)

③ ”پھر جب موسیٰ (علیہ السلام) ہماری طرف سے (دین) حق لے کر ان کے پاس گئے تو وہ (فرعون اور اس کے ساتھی) کہنے لگے: جو لوگ ایمان لا کر موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ مل گئے

ہیں، ان سب کے بیٹوں کو قتل کر دو اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دو مگر کفار کی یہ چال ناکام ہی رہی۔“ (المومن 40: آیت 25)

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ:

فرعون بنی اسرائیل کی زینہ اولاد کے قتل کا حکم دے چکا تھا لیکن اس کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روحانی غلبہ کا خیال اسے اندر ہی اندر گھلائے جا رہا تھا، اس کے دل کو سکون نہیں تھا آخر کار اس نے یہ فیصلہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کئے بغیر یہ معاملہ ختم نہیں ہوگا۔ اس نے اپنے درباریوں کو بلا کر کہا کہ اگر موسیٰ (علیہ السلام) کو ہم نے یونہی چھوڑے رکھا تو مجھے یہ خوف ہے کہ یہ آہستہ آہستہ تمہارے دین کو بدل دے گا اور مصر میں فساد پھیلانے کا لہذا موسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جیسے ہی فرعون کی سازش کا علم ہوا تو آپ اللہ رب العزت سے ہر متکبر اور ظالم کے ظلم سے نجات کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”فرعون کہنے لگا: مجھے چھوڑو، میں موسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کر دیتا ہوں اور وہ (موسیٰ علیہ السلام) اپنے رب کو پکار کر دیکھ لے، مجھے یہ ڈر ہے کہ یہ (موسیٰ علیہ السلام) تمہارے دین کو بدل دے گا یا ملک میں فساد برپا کر دے گا اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آتا ہوں، ہر اس تکبر کرنے والے شخص (کی برائی) سے جو حساب کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔“ (المومن 40: آیات 26 تا 27)

فرعون کی قوم کے ایک مومن کا اعلان حق:

جس مجلس میں فرعون اور اس کے درباری حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اسی مجلس میں فرعون کی قوم میں سے ایک ایسا مومن بھی موجود تھا جو ابھی تک اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔ اس نے جیسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ سنا تو اپنی قوم کو سمجھایا کہ تم ایک ایسے آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو صرف یہ کہتا ہے کہ میرا

رب اللہ ہے اور وہ اپنی رسالت پر دلائل بھی لے کر آیا ہے۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا نقصان اسے ہی پہنچے گا اگر وہ سچا ہے تو پھر جس عذاب کی وہ دھمکی دے رہا ہے وہ تمہیں ضرور پہنچ کر رہے گا۔ لہذا تم یہ نہ سمجھو کہ ہمیشہ تمہاری بادشاہت رہے گی اس کو زوال بھی آ سکتا ہے اور مجھے تو تمہارے بارے میں یہ خطرہ ہے کہ کہیں تمہارا حال بھی تم سے پہلے کی نافرمان قوموں جیسا نہ ہو۔ جیسے قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ۔ یاد رکھو، قیامت کے دن تمہیں کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا نہیں ہوگا پھر اس نے اپنی قوم کو اور بھی کئی نصیحتیں کیں۔ فرعون اور اس کے درباریوں نے جب اس مومن کی گفتگو سنی تو ان کا رخ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہٹ کر اس مومن کی طرف ہو گیا اور انہوں نے چاہا کہ پہلے اسے قتل کریں مگر اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے درباریوں کی چال کو ناکام بنا دیا۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

① ”اور (اس موقع پر) آل فرعون میں سے ایک مومن آدمی جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا، بول اٹھا: کیا تم لوگ ایک آدمی کو صرف اس لئے قتل کرو گے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلائل لے کر آیا ہے۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال (خود) اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہے تو جس عذاب کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے، اس کا کچھ حصہ تمہیں ضرور پہنچ کر رہے گا۔ بے شک اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے بڑھنے والا، بہت بڑا جھوٹا ہو۔ (اس مرد مومن نے کہا) اے میری قوم کے لوگو، آج تمہاری حکومت ہے اور ملک میں تم غالب ہو لیکن اگر اللہ کا عذاب ہم پر آ جائے تو کون ہماری مدد کرے گا؟ فرعون نے کہا: میں تو تمہیں وہی رائے دے رہا ہوں جو میں مناسب سمجھ رہا ہوں اور میں تمہیں بھلائی کی راہ بتا رہا ہوں۔ اس مومن نے (پھر) کہا: اے میری قوم، مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر بھی ایسا (برا) دن نہ آ جائے جو بہت سی (نا فرمان) قوموں پر آیا تھا۔ جیسے قوم نوح، عاد، ثمود اور ان کے بعد والی قوموں پر آیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر کسی طرح کا ظلم

کرنا نہیں چاہتا۔ اے میری قوم، مجھے تمہارے بارے میں ایسے (قیامت کے) دن کا خوف ہے جس دن فریادی آوازیں بلند ہوں گی۔ اس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھرو گے مگر تمہیں اللہ کے علاوہ کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔“ (المومن: 40: آیات 28 تا 33)

② ”اور اس مومن شخص نے کہا: اے میری قوم، میری بات مانو، میں تمہیں بھلائی کا راستہ بتاتا ہوں۔ اے میری قوم، یہ دنیا کی زندگی تو بس چند دن کی زندگی ہے اور ہمیشہ کا گھر تو آخرت ہی ہے۔ جو شخص برائی کرے گا اسے اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا جتنی اس نے برائی کی ہوگی اور جو نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے، وہاں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا اور اے میری قوم، حیرت ہے کہ میں تو تمہیں (جہنم سے) نجات کی طرف بلا رہا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلا رہے ہو۔ تم مجھے یہ دعوت دے رہے ہو کہ میں اللہ کا انکار کر دوں اور اس کا شریک ان (خود ساختہ معبودوں) کو بناؤں جن کے متعلق مجھے کوئی علم نہیں (حالانکہ) میں تمہیں ہر چیز پر غالب، خوب بخشے والے (اللہ) کی طرف بلا رہا ہوں۔ یہ یقینی بات ہے کہ تم مجھے جن (خود ساختہ معبودوں) کی بندگی کی دعوت دے رہے ہو وہ تو اس قابل ہی نہیں کہ انہیں دنیا میں یا آخرت میں پکارا جائے۔ بے شک ہم سب کو اللہ ہی کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور حد سے بڑھ جانے والے لوگ ہی یقیناً جہنمی ہیں۔ جو کچھ میں تمہیں کہہ رہا ہوں عنقریب تم اسے یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ بے شک اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے۔ ان لوگوں (آل فرعون) نے اس مرد (مومن) کے خلاف جو بھی بری چالیں چلی تھیں اللہ نے ان (سب) سے اسے بچا لیا اور آل فرعون خود ہی بدترین عذاب میں گھر گئے۔ وہ (عذاب) آگ ہے جس پر وہ (آل فرعون) صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (تو حکم ہوگا کہ) آل فرعون کو سخت عذاب میں داخل کرو۔“ (المومن: 40: آیات 38 تا 46)

فرعون کی اپنی قوم کو مطمئن کرنے کی کوشش:

جب فرعون کی قوم میں سے ایک مومن آدمی نے اعلان حق کیا اور دلائل کے ساتھ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی حمایت میں گفتگو کی تو فرعون کے پاس اس کی باتوں کا کوئی جواب نہیں تھا اس کے باوجود فرعون نے اپنی قوم کو مطمئن کرتے ہوئے کہا کہ میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں اسی کے مطابق تمہیں رائے دے رہا ہوں۔ کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ مصر کی حکومت میرے ہاتھ میں ہے اور تم یہاں کتنے پرسکون زندگی گزار رہے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ فرعون اپنے دل ہی دل میں یہ جانتا تھا کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں اور جو کچھ وہ لے کر آئے ہیں یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن کفر، تکبر اور ظلم و زیادتی کی بنا پر وہ اس کے برعکس گفتگو کرتا رہا اسی لئے اس کا انجام بھی بہت برا ہوا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور (ایک دن) فرعون نے اپنی قوم کو پکار کر کہا: اے میری قوم، کیا مصر کی بادشاہت میری نہیں ہے؟ اور یہ نہریں جو میرے (محلات کے) نیچے بہہ رہی ہیں کیا تم لوگوں کو نظر نہیں آتیں؟ کیا میں بہتر ہوں یا یہ شخص (موسیٰ علیہ السلام) جو ایک کمتر آدمی ہے اور یہ تو صاف بول بھی نہیں سکتا۔ (اگر یہ واقعی رسول ہے تو) اس کے لئے سونے کے کنگن کیوں نہیں اتارے گئے یا پھر اس کے ساتھ فرشتوں کا ایک دستہ (اس کی حفاظت کے لئے) کیوں نہیں آیا؟ پس اس نے اپنی قوم کو بے وقوف بنا لیا اور وہ اس کی بات مان گئے۔ درحقیقت وہ سب تھے ہی نافرمان لوگ۔“ (الزخرف: 43: آیات 51 تا 54)

محل تعمیر کرنے کا فرعونوی مذاق:

فرعون ہر وقت اس کوشش میں رہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو لوگوں کی نظروں سے گرا کر خود ان کی نظروں میں معزز بنے۔ اسی لئے وہ آپ (علیہ السلام) کو مختلف انداز میں مذاق کا نشانہ بناتا تھا۔ اس نے ایک مرتبہ اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ میرے لئے ایک بہت ہی اونچا محل بناؤ جس پر چڑھ کر میں موسیٰ (علیہ السلام) کے معبود کو دیکھ سکوں۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”فرعون نے کہا: اے ہامان، میرے لئے ایک بلند و بالا عمارت بناؤ، تاکہ میں ان راستوں تک پہنچ سکوں جو آسمانوں کے راستے ہیں تاکہ میں موسیٰ (علیہ السلام) کے معبود کی طرف جھانک کر دیکھوں اور میں تو اسے (موسیٰ علیہ السلام کو) جھوٹا ہی سمجھتا ہوں اور اس طرح فرعون کی نظروں میں اس کے برے اعمال خوبصورت بنا دیئے گئے اور اسے سیدھی راہ سے روک دیا گیا اور فرعون کی (ساری) چال کو تو ناکام ہونا ہی تھا۔“ (المومن: 40: آیات 36 تا 37)

② ”فرعون نے کہا: اے سردارو، میں تو اپنے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں جانتا۔ اے ہامان تو مٹی (کی اینٹوں) کو آگ میں پکا پھر میرے لئے ایک اونچی عمارت تیار کر تاکہ میں (اس پر چڑھ کر) موسیٰ (علیہ السلام) کے معبود کو دیکھ سکوں اور بلاشبہ میں تو اسے جھوٹوں میں سے ہی سمجھتا ہوں۔“ (القصص: 28: آیت 38)

فرعون کی قوم پر مختلف قسم کے عذاب:

فرعون نے جب حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کی قوم کو تکالیف پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنے اور صبر کرنے کی تلقین کی اور ساتھ ہی ساتھ انہیں یہ بھی تعلیم دی کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے اپنے گھروں کو مسجد بنا لو اور زیادہ سے زیادہ اس کی عبادت کرو پھر آپ اور ہارون (علیہ السلام) نے مل کر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حضور دعا مانگی: اے اللہ، آپ نے فرعون اور اس کی قوم کو اس لئے دولت، قوت اور حکومت عطا فرمائی ہے کہ وہ آپ کے بندوں پر ظلم و زیادتی کریں لہذا آپ ہی ان کے مظالم کا انہیں مزہ چکھائیں اور ان کے مال و دولت کو تباہ و برباد کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ہارون (علیہ السلام) کی دعا کو قبول فرما کر فرعون اور اس کی قوم پر مختلف عذاب نازل فرمائے تاکہ وہ سیدھی راہ پر آسکیں۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور بلاشبہ ہم نے آل فرعون کو کئی سال تک قحط سالی اور پھلوں کی پیداوار میں کمی کے ذریعہ آزمایا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں پھر جب ان (قوم فرعون) پر خوشحالی آتی تو وہ کہتے کہ یہ

تو ہمارے مقدر میں لکھی ہوئی تھی اور جب انہیں کوئی بد حالی پیش آتی تو کہتے کہ یہ موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے ساتھیوں کی نحوست کی وجہ سے ہے۔ یاد رکھو، اللہ کے ہاں تو ان (قوم فرعون) کی اپنی نحوست ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے اور وہ (فرعون اور اس کے درباری موسیٰ علیہ السلام سے) کہنے لگے: آپ ہمیں سحر زدہ کرنے کے لئے جو بھی نشانی لے آؤ ہم پھر بھی آپ پر ایمان نہیں لائیں گے۔“ (الاعراف: 7: آیات 130 تا 132)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر یونس: 10: آیات 87 تا 89﴾

قوم فرعون پر پے در پے عذاب اور ان کی وعدہ شکنی:

جب فرعون اور اس کی قوم سرکشی میں مبتلا ہو گئی تو اللہ رب العزت نے ان پر عذاب نازل فرمائے۔ سب سے پہلے قحط آیا، فرعون اور اس کی قوم کے باغات میں پھلوں کی کمی ہو گئی لیکن بجائے اس کے وہ اس سے نصیحت حاصل کرتے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ الزام عائد کر دیا کہ یہ آپ اور آپ کے ساتھیوں کی وجہ سے مصیبت آئی ہے پھر ان پر طوفان آیا کئی دن تک مسلسل ان پر بارش برستی رہی۔ قوم فرعون کے گھروں میں پانی جمع ہو گیا مگر بنی اسرائیل کے گھر اس سے محفوظ رہے پھر ٹڈیوں کا عذاب آیا، ٹڈیوں نے قبطیوں کے باغات، کھیت اور ہر قسم کی سبز چیزیں چاٹ لیں مگر بنی اسرائیل کا کوئی نقصان نہ ہوا۔ 7 دن تک مسلسل قبطی اسی عذاب میں مبتلا رہے پھر جوؤں کا عذاب آیا جو قبطیوں کے خون کو چوس رہی تھیں۔ لوگوں کے لئے کھانا پینا، سونا اور آرام کرنا مشکل ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے مینڈکوں کا عذاب نازل کیا۔ کھانے پینے کی چیزوں میں بھی مینڈک ہی مینڈک نظر آنے لگے پھر خون کا عذاب آیا قبطیوں کے استعمال کا سارا پانی خون بن گیا۔ جب بھی ایک عذاب آتا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کرتے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ یہ دور ہو جائے ہم بھی مومن بن جائیں گے مگر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دعا مانگنے سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ وہ عذاب ٹال دیتے تو وہ دوبارہ سرکشی کرنے لگتے۔

فرمان الہی ہے: - (ترجمہ)

① ”پھر ہم نے ان پر طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک اور خون (کا عذاب الگ الگ)

واضح نشانیوں کے طور پر بھیجا پھر بھی انہوں نے تکبر کیا اور وہ بڑے مجرم لوگ تھے اور جب ان (آل فرعون) پر کوئی عذاب آتا تو وہ کہتے: اے موسیٰ (علیہ السلام) آپ اپنے رب سے ہمارے لئے دعا کریں جیسا کہ اس (اللہ) نے آپ سے (دعا کی قبولیت کا) عہد کر رکھا ہے۔ اگر آپ یہ عذاب ہم سے دور کر دیں تو ہم آپ پر ضرور ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی (رہا کر کے) ضرور آپ کے ہمراہ روانہ کر دیں گے پھر جب ہم ان سے ایک مقررہ وقت تک جس تک انہیں پہنچنا تھا اس عذاب کو ہٹا لیتے تو وہ (اسی وقت) عہد شکنی کرنے لگتے۔“ (الاعراف: 7: آیات 133 تا 135)

② ”اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے بھیجا ہوا رسول ہوں پھر جب موسیٰ (علیہ السلام) نے ہماری نشانیاں ان کے سامنے پیش کیں تو وہ ان کا مذاق اڑانے لگے اور ہم انہیں جو بھی نشانی دکھاتے تھے، وہ پہلی نشانی سے بڑھ کر ہوتی تھی اور (جب انہوں نے ہماری نشانوں کا انکار کر دیا تو) ہم نے انہیں عذاب میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ (اپنی حرکتوں سے) باز آ جائیں اور انہوں نے (موسیٰ علیہ السلام سے) کہا: اے جادوگر، اپنے رب کی طرف سے جو منصب تجھے حاصل ہے، اس کی بنا پر ہمارے لئے (عذاب اٹھا لینے کی) دعا کرو، ہم ضرور سیدھی راہ پر آ جائیں گے پھر جب (موسیٰ علیہ السلام کی دعا پر) ہم نے ان سے عذاب ہٹا لیا تو وہ فوراً اپنی بات سے پھر گئے۔“ (الزخرف: 43: آیات 46 تا 50)

بنی اسرائیل کی مصر سے ہجرت اور فرعون کا تعاقب:

اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی دعا پر قوم فرعون پر مختلف عذاب نازل فرمائے تاکہ وہ غفلت سے بیدار ہو کر اپنی اصلاح کر سکیں مگر وہ پھر بھی بیدار نہ ہوئے اور اپنے ظلم و زیادتی میں مصروف رہے۔ اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم دیا کہ آپ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکل جائیں اور اپنے باپ دادا کی سرزمین فلسطین یا کنعان چلے جائیں۔ وہاں جانے کے صرف 2 ہی راستے ہیں۔ ایک خشکی کا راستہ جو بالکل قریب ہے اور

دوسرا بحر احمر (قلزم) کا راستہ جو کچھ دور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ بنی اسرائیل خشکی کا راستہ چھوڑ کر دریائی راستہ اختیار کریں۔ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر راتوں رات بحر احمر کے راستے سے اتنی جلدی روانہ ہوئے کہ بنی اسرائیل کی عورتوں نے قبلی عورتوں سے جو زیورات عاریتاً لئے تھے وہ بھی واپس نہ کر سکے۔ جیسے ہی فرعون کو بنی اسرائیل کے مصر سے روانہ ہونے کی اطلاع ملی اس نے فوراً اپنی فوج کو ساتھ لے کر ان کا تعاقب کیا اور صبح ہونے سے پہلے ہی ان کے قریب جا پہنچا۔ بنی اسرائیل نے جب پیچھے مڑ کر دیکھا کہ فرعون اپنی فوجوں کو لے کر آ رہا ہے تو وہ گھبرا کر کہنے لگے : اب تو ہم گرفتار ہو جائیں گے کیونکہ آگے دریا ہے اور پیچھے دشمن کی فوج۔ فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

① ”پھر اس (رسول) نے اپنے رب سے دعا کی : بلاشبہ یہ سب مجرم لوگ ہیں (ہم نے اس رسول سے کہا کہ) راتوں رات میرے بندوں کو لے کر نکل جاؤ، یقیناً تمہارا پیچھا کیا جائے گا اور دریا کو ٹھہرا ہوا چھوڑ دو۔“ (الدخان: 44: آیات 22 تا 23)

② ”اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر (یہاں سے) نکل جاؤ، بلاشبہ تمہارا پیچھا کیا جائے گا پھر فرعون نے (تعاقب کے لئے) شہروں میں اہلکار بھیج دیئے اور (کہلا بھیجا کہ) بے شک یہ (بنی اسرائیل) تھوڑے لوگوں کا گروہ ہے اور بلاشبہ یہ (بنی اسرائیل) ہمیں (بہت) غصہ دلا رہے ہیں اور یقیناً ہم (ایک) چوکس اور ہوشیار جماعت ہیں۔ آخر کار ہم (اللہ) نے انہیں (فرعونین کو) باغات اور چشموں سے نکال باہر کیا اور خزانوں اور اچھے اچھے مقامات سے بھی (محروم کر دیا)۔ اس طرح ہم نے بنی اسرائیل کو ان چیزوں کا وارث بنا دیا۔ پس وہ (فرعونی) سورج نکلتے ہی ان (بنی اسرائیل) کے تعاقب میں نکلے پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھیوں نے کہا: یقیناً اب تو ہم پکڑ لئے گئے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا: ہرگز نہیں، بلاشبہ میرا رب میرے ساتھ ہے جو ضرور میری راہ نمائی فرمائے گا۔“

(اشعرآء 26: آیات 52 تا 62)

فرعون اور اس کی فوج کا دریا میں غرق ہونا:

فرعون اپنے لشکروں سمیت جب حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے قریب پہنچا اور بنی اسرائیل انہیں دیکھ کر پریشان ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: تم خوف نہ کھاؤ اللہ کا وعدہ یقیناً سچا ہے وہ تمہیں ضرور نجات دے گا۔ پس اپنی لاٹھی کو پانی پر مارو اس سے دریا میں راستے بن جائیں گے۔ جب آپ (علیہ السلام) نے اپنی لاٹھی کو پانی پر مارا تو وہ پھٹ کر 12 راستے بن گئے اور ہر 2 راستوں کے درمیان پہاڑوں کی طرح پانی کھڑا ہو گیا۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے حکم سے بنی اسرائیل ان راستوں پر چل دیئے اور دریا سے پار ہو گئے۔ فرعون نے جب یہ دیکھا کہ دریا میں راستے بنے ہوئے ہیں اس نے اپنی قوم سے کہا: میری کرشمہ سازی دیکھی کہ دریا نے بھی راستے دے دیئے لہذا تم بڑھتے جاؤ اور بنی اسرائیل کو جا کر پکڑ لو۔ فرعون بھی اپنی فوجوں کے ساتھ دریا کے راستوں میں داخل ہوا جب تمام فوجیں دریا کے اندر پہنچ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے پانی کو حکم دیا وہ اپنی اصل حالت میں آ گیا اور فرعون اپنی فوجوں سمیت غرق ہونے لگا۔ اس نے فوراً کہا میں اب اسی رب پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں اب فرمانبردار بن کر رہوں گا لیکن اللہ کی طرف سے اسے کہا گیا کہ اس سے پہلے تو اللہ کی نافرمانی کرتا رہا اور اب تیری اس توبہ کا کوئی فائدہ نہیں۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”پھر ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی دریا پر مارو۔ پس اسی وقت دریا پھٹ گیا اور پانی کا ہر حصہ بڑے پہاڑ کی طرح (کھڑا) ہو گیا اور اسی جگہ ہم دوسرے گروہ (فرعون اور اس کے لشکر) کو بھی قریب لے آئے اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) اور جو ان پر ایمان لائے تھے سب کو بچا لیا پھر ہم نے دوسرے گروہ (فرعون اور اس کے لشکر) کو غرق کر دیا۔ بلاشبہ اس (واقعہ) میں بڑی عبرت ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ ایمان والے نہیں اور بلاشبہ آپ کا رب ہر چیز پر غالب، بے حد رحم کرنے والا ہے۔“ (اشعراء: 26: آیات 63 تا 68)

② ”اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف وحی کی کہ تم میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل جاؤ پھر (اپنی لاٹھی کے ذریعہ) ان کے لئے دریا میں خشک راستہ بناؤ۔ تمہیں نہ تو کسی کے تعاقب کا خوف ہونا چاہئے اور نہ ہی (ڈوب جانے کا) ڈر۔ فرعون نے اپنے لشکروں سمیت ان کا پیچھا کیا۔ دریا نے ان سب کو (اپنی موجوں میں) ڈھانپ لیا جیسے ڈھانپنے کا حق تھا اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور سیدھا راستہ نہ دکھایا۔“ (طہ 20: آیات 77 تا 79)

③ ”بے شک یہ (فرعون کا) پورا لشکر غرق کر دیا جائے گا۔ وہ (کفار) کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے اور (بہت سی) کھیتیاں اور عمدہ محل بھی اور (عیش و عشرت کے) سامان بھی، جن سے وہ لطف اندوز ہوا کرتے تھے۔ اسی طرح (ہم نے فرعونوں کو وہاں سے نکالا) اور ہم نے ان (چیزوں) کا وارث دوسری قوم کو بنا دیا پھر نہ تو ان (قوم فرعون) پر آسمان رویا اور نہ ہی زمین اور انہیں ذرا سی مہلت بھی نہیں ملی اور بلاشبہ ہم نے بنی اسرائیل کو (سخت) رُسوا کرنے والے عذاب سے نجات عطا فرمائی (یعنی) فرعون (کے ظلم و ستم) سے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ بڑا سرکش اور حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے تھا اور بلاشبہ ہم نے (اپنے) علم کی بنا پر ان (بنی اسرائیل) کو دنیا والوں پر فضیلت دی اور ہم نے انہیں ایسی نشانیاں بھی دیں جن میں واضح آزمائش تھی۔“ (الدخان 44: آیات 24 تا 33)

④ ”پھر ہم نے قوم فرعون سے (ان کے جرائم کا) بدلہ لیا اور انہیں دریا میں غرق کر دیا کیونکہ وہ ہماری آیات کو جھٹلاتے اور ان سے بالکل ہی بے پرواہ ہو گئے تھے۔“

(الاعراف 7: آیت 136)

فرعون کی لاش کا نشان عبرت بنانا:

اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کرنے سے پہلے ہی یہ طے کر لیا تھا کہ یہ اپنے آپ کو رب اعلیٰ کہلاتا ہے میں اسے ہلاک کرنے کے بعد اس مغرور و متکبر کی نعش کو قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے نشان عبرت بناؤں گا تاکہ اس کے انجام کو دیکھ کر آئندہ کوئی بھی اپنے معبود ہونے کا دعویٰ نہ کرے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”لہذا آج ہم تیری لاش کو (دریا سے) باہر نکال لیں گے تاکہ تو اپنے بعد آنے والوں کے لئے نشان عبرت بن جائے اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔“ (یونس 10: آیت 92)

فرعون کی ہلاکت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا شکر ادا کرنا: جس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو غرق کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون کے ظلم و ستم سے نجات دلائی وہ یوم عاشور (10 محرم) تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم نے فرعون سے نجات پانے کے بعد شکرانہ کے طور پر اس دن کا روزہ رکھنا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے یہود کو اس دن روزہ رکھتے ہوئے پایا، ان سے وجہ پوچھی تو انہوں نے یہی وجہ بتائی۔

حدیث رسول اکرم ﷺ:

”جب رسول اکرم ﷺ (ہجرت کر کے) مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے یہودی عاشورہ (10 محرم) کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: تم اس دن کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: یہ بڑا (مبارک) دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو (فرعون کے ظلم و ستم سے) نجات عطا فرمائی تھی۔ فرعون اور اس کی فوج کو (دریا میں) غرق کیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے شکر کے طور پر اس دن روزہ رکھا تھا اس لئے ہم (یہود) بھی اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے (صحابہ رضی اللہ عنہم سے) فرمایا: ہم موسیٰ علیہ السلام سے (تعلق رکھنے کا) زیادہ حق رکھتے ہیں اور ان سے زیادہ قریب ہیں پھر آپ ﷺ نے خود بھی یوم عاشور کا روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔“ (بخاری، مسلم۔ عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما)

وضاحت: یہود کی مخالفت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو 10 محرم

کے ساتھ 9 محرم کا روزہ رکھنے کی بھی تعلیم دی

فرعون کے ظلم و ستم سے نجات کے بعد بنی اسرائیل کا پہلا مطالبہ:

جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بحفاظت دریا پار کروا دیا، فرعون اور اس کی قوم کو غرق کر کے ان کی جائیدادوں کا بنی اسرائیل کو وارث بنا دیا۔ بنی اسرائیل نے اپنی آنکھوں سے فرعون اور اس کی فوج کو غرق ہوتے ہوئے بھی دیکھ لیا، اس کے باوجود بھی انہیں اللہ تعالیٰ پر وہ اعتماد اور یقین کامل نہ ہوا جو ہونا چاہئے تھا۔ دریا پار کرنے کے بعد ان کا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جو بتوں کی پوجا کرنے میں مشغول تھی اس قوم کو دیکھتے ہی بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے مطالبہ کر دیا کہ ہمارے لئے بھی ایسے ہی معبود بنا دیجئے جیسے ان کے (خود ساختہ) معبود ہیں۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے جب قوم کا یہ مطالبہ سنا تو ان پر بہت زیادہ ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ تم اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کی پوجا کرنے والوں کا انجام دیکھ چکے ہو اس کے باوجود اسی چیز کا مطالبہ کر رہے ہو جسے اختیار کر کے وہ تباہ ہوئے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”پھر ہم نے قوم فرعون سے (ان کے جرائم کا) بدلہ لیا اور انہیں دریا میں غرق کر دیا کیونکہ وہ ہماری آیات کو جھٹلاتے اور ان سے بالکل ہی بے پرواہ ہو گئے تھے اور (ان کی جگہ) ہم نے ان لوگوں کو جو بالکل کمزور شمار کئے جاتے تھے، اس سرزمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی تھی اور (اس طرح اے نبی ﷺ) آپ کے رب کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہوا۔ اس لئے کہ انہوں نے (مصائب پر) صبر کا مظاہرہ کیا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کی بنائی ہوئی چیزوں سمیت اونچی عمارتیں اور محلات تباہ و برباد کر دیئے اور (جب) ہم نے بنی اسرائیل کو دریا عبور کرا دیا تو ان کا ایک ایسی قوم پر گزر ہوا جو اپنے بتوں کی عبادت میں مصروف تھے۔ انہوں (بنی اسرائیل) نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کہا: جس طرح ان کے معبود ہیں ہمارے لئے بھی ایسا ہی کوئی معبود مقرر کر دیجئے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: یقیناً تم بڑی نادان قوم ہو۔ بے شک یہ (بتوں کی عبادت کرنے والے) لوگ جس کام میں لگے ہوئے ہیں یقیناً وہ تباہ و برباد ہوگا۔ ان کا

یہ سارا کام محض بے بنیاد ہے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے (مزید) کہا: کیا میں اللہ کے سوا تمہارے لئے کوئی (اور) معبود تلاش کروں؟ حالانکہ اس (اللہ) نے تم کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے اور (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا: اے بنی اسرائیل، یاد کرو) جب ہم نے تمہیں قوم فرعون سے نجات دلائی جو تمہیں بڑی سخت تکالیف پہنچاتے تھے، تمہارے بیٹوں کو بری طرح قتل کر دیتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہاری بڑی آزمائش تھی۔“ (الاعراف: 7: آیات 136 تا 141)

بنی اسرائیل کا دوسرا مطالبہ:

دریا پار کرنے کے بعد بنی اسرائیل جس سرزمین پر پہنچے وہاں دور دور تک پانی موجود نہیں تھا۔ بنی اسرائیل فوراً گھبرا گئے اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے مطالبہ کرنے لگے کہ ہمارے لئے پانی کا انتظام کیجئے ورنہ ہم پیاسے مر جائیں گے۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ کے حضور پانی کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ (علیہ السلام) کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو۔ جیسے ہی آپ (علیہ السلام) نے اپنی لاٹھی پتھر پر ماری تو اس سے 12 چشمے جاری ہو گئے۔ بنی اسرائیل کے 12 قبیلے تھے اس لئے ہر ایک نے ایک ایک چشمہ سے پانی پینے کا انتظام کر لیا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے حکم دیا کہ اپنے عصا (لاٹھی) کو پتھر پر مارو تو اس سے 12 چشمے جاری ہو گئے۔ تحقیق ہر گروہ نے اپنے پینے کی جگہ معلوم کر لی (ہم نے کہا) اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ، پیو اور زمین میں فساد برپا نہ کرو۔“

(البقرہ: 2: آیت 60)

② ”اور ہم نے ان (بنی اسرائیل) کو 12 قبیلوں کے لحاظ سے 12 جماعتوں میں تقسیم کر دیا اور جب قوم نے ان (موسیٰ (علیہ السلام)) سے پانی مانگا تو ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم دیا کہ اپنے عصا کو پتھر پر مارو (انہوں نے ایسا ہی کیا) تو اس (پتھر) سے 12 چشمے پھوٹ پڑے۔ ہر قبیلہ نے اپنے پانی پینے کی جگہ معلوم کر لی۔“ (الاعراف: 7: آیت 160)

بنی اسرائیل کا تیسرا مطالبہ:

اللہ رب العزت نے جب موسیٰ علیہ السلام کے پتھر پر لاٹھی مارنے سے 12 چشمے جاری کر دیئے تو بنی اسرائیل پانی کی طرف سے مطمئن ہو گئے لیکن انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تیسرا مطالبہ یہ کیا کہ اب ہمیں کھانے کی بھی ضرورت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ اللہ رب العزت نے ان کے کھانے کے لئے من اور سلویٰ نازل فرما دیئے۔ ”من“ ایک قسم کا میٹھا گوند اور شبنم کی مانند گاڑھی چٹنی جیسا تھا جو شہد سے زیادہ میٹھا اور دودھ سے زیادہ سفید تھا یہ درختوں پر شبنم کی طرح پڑا ہوتا تھا۔ ہر آدمی اپنی ضرورت کے مطابق اسے اٹھا لیتا۔ ”سلویٰ“ بیڑ کے مشابہ سرخی مائل پرندے تھے جو درختوں پر آکر جمع ہو جاتے تھے۔ بنی اسرائیل روزانہ ضرورت کے مطابق انہیں پکڑ کر بھون کر کھا لیا کرتے تھے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

- ① ”اور ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا اور تم پر (تمہارے کھانے کے لئے) من و سلویٰ اتارا۔ یہ پاکیزہ چیزیں کھاؤ جو ہم نے تم کو بطور رزق دی ہیں اور انہوں (بنی اسرائیل) نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنے آپ پر ہی ظلم کرتے تھے۔“ (البقرہ 2: آیت 57)
- ② ”اور ان (بنی اسرائیل) پر من و سلویٰ اتارا (اور حکم دیا کہ) جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں بطور رزق دی ہیں ان میں سے کھاؤ۔ (اس کے بعد) ان لوگوں نے (برے اعمال کر کے) ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا بلکہ وہ اپنے اوپر ہی ظلم کرتے رہے۔“

(الاعراف 7: آیت 160)

- ③ ”اے بنی اسرائیل، دیکھو ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی اور تم سے طور پہاڑ کی دائیں طرف (آنے) کا وعدہ لیا اور تم پر (تمہارے کھانے کے لئے) من اور سلویٰ اتارا۔“ (طہ 20: آیت 80)

بنی اسرائیل کا چوتھا مطالبہ:

جب بنی اسرائیل کو کھانے اور پینے کی اشیاء وافر مقدار میں ملنے لگیں اور وہ اس

حوالے سے مطمئن ہو گئے تو انہوں نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے مزید یہ مطالبہ کر دیا کہ یہاں گرمی بہت زیادہ ہے اور سایہ دار درخت بھی موجود نہیں ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اس گرمی کی شدت سے ہماری موت واقع ہو جائے۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو ان پر سایہ کرنے کا حکم دیا۔ بنی اسرائیل جہاں بھی جاتے بادل ان پر سایہ کئے رہتے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور ہم نے ان (بنی اسرائیل) پر بادلوں کا سایہ کیا۔“ (الاعراف: 7: آیت 160)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ وتفسیر البقرہ 2: آیت 57﴾

بنی اسرائیل کا پانچواں مطالبہ:

جب بنی اسرائیل کے لئے کھانے پینے اور سائے کا انتظام ہو گیا تو انہوں نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے ایک اور مطالبہ کر دیا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)، ہم روزانہ ایک ہی کھانا (من وسلوی) نہیں کھا سکتے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لئے دیگر سبزیوں کا انتظام بھی کریں۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے قوم سے کہا کہ تم اچھی چیز کو چھوڑ کر گھٹیا چیز کا مطالبہ کیوں کر رہے ہو؟ اگر تمہیں یہ چیزیں درکار ہیں تو پھر کسی شہر میں چلے جاؤ وہاں تمہیں یہ چیزیں وافر مقدار میں مل جائیں گی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ (علیہ السلام)، ہم ایک ہی کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔ آپ ہمارے لئے اپنے رب سے ان چیزوں کی دعا کیجئے جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں جیسے ساگ، لکڑی، گندم، مسور اور پیاز۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: کیا تم اچھی چیز کے بدلہ گھٹیا چیز لینا چاہتے ہو؟ (ایسی بات ہے) تو کسی شہر کی طرف چلے جاؤ جو تم چاہتے ہو وہاں تمہیں مل جائے گا۔ (آخر کار) ان پر ذلت و محتاجی مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گھر گئے جس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ مسلسل اللہ کی آیات کا انکار اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے رہے۔ اس کا سبب یہ بھی تھا کہ یہ اللہ کی نافرمانی کرتے اور حد سے گزر جاتے تھے۔“ (البقرہ 2: آیت 61)

بنی اسرائیل کا جہاد سے انکار:

جب حضرت موسیٰ (علیہ السلام) بنی اسرائیل کے ہمراہ بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے تو ان کا سامنا ایک طاقتور قوم عمالقہ سے ہوا۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے بنی اسرائیل کو جہاد کا شوق دلاتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا اصل وطن بیت المقدس ہے جو تمہارے جد امجد حضرت یعقوب (علیہ السلام) کے زمانہ میں تمہارے قبضہ میں تھا اب وہاں پر قوم عمالقہ نے قبضہ کر لیا ہے تم انہیں وہاں سے نکال کر خود وہاں آباد ہو جاؤ اور ساتھ ساتھ انہیں کامیابی کی خوشخبری بھی سنائی لیکن بنی اسرائیل نے آپ (علیہ السلام) کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ناراض ہو کر ان پر خوف مسلط کر دیا اور انہیں 40 سال کی طویل مدت کے لئے میدان تیہ میں بھٹکنے دیا۔ وہ ساری رات سفر کرتے جب صبح ہوتی تو وہ اسی میدان کے اندر ہی ہوتے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور (یاد کرو) جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم کے لوگو، اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ اس نے تم میں سے بہت سے انبیاء پیدا کئے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ سب کچھ عطا فرمایا جو جہاں والوں میں سے کسی کو نہیں دیا۔ اے میری قوم، اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے نام لکھ دی ہے اور تم پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو ورنہ ناکام و نامراد لوٹو گے۔ انہوں نے جواب دیا: اے موسیٰ (علیہ السلام)، بے شک وہاں تو زور آور سرکش لوگ (رہتے) ہیں اور جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہم تو ہرگز وہاں نہ جائیں گے۔ ہاں اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو پھر ہم ضرور (بخوشی) چلے جائیں گے۔ اللہ سے ڈرنے والے 2 آدمیوں نے جن پر اللہ کا فضل ہوا تھا، کہا کہ تم ان پر (حملہ کرتے ہوئے) دروازہ میں تو پہنچ جاؤ۔ جب تم اندر دروازہ میں قدم رکھ لو گے تو یقیناً تم ہی غالب آ جاؤ گے اور تم اگر (سچے) مومن ہو تو صرف اللہ پر بھروسہ رکھو۔ قوم نے (پھر یہی) جواب دیا: اے موسیٰ (علیہ السلام)، جب تک وہ وہاں (موجود) ہیں تب تک ہم ہرگز وہاں نہ جائیں گے اس لئے تم اور تمہارا رب جا کر دونوں ان سے جنگ کرو ہم یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب، مجھے تو اپنے اور اپنے بھائی کے علاوہ

کسی اور پر کوئی اختیار نہیں ہے۔ پس آپ ہمارے اور ان نافرمانوں کے درمیان جدائی ڈال دیجئے۔ اللہ نے فرمایا: اب یہ زمین ان (یہود) پر 40 سال تک حرام کر دی گئی ہے۔ یہ زمین میں سرگردان پھرتے رہیں گے اس لئے آپ (ﷺ) ان فاسقوں کے بارے میں غمگین نہ ہوں۔“ (المائدہ: 5: آیات 20 تا 26)

حضرت موسیٰ (ﷺ) کی دیدار الہی کی خواہش:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ (ﷺ) کو خصوصی ملاقات کا شرف اور احکام شریعت دینے کے لئے 40 دنوں کے لئے کوہ طور پر بلایا۔ جب آپ (ﷺ) وہاں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) سے گفتگو کی۔ آپ (ﷺ) نے جیسے ہی اللہ تعالیٰ کی گفتگو سنی تو اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ، آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے لیکن حضرت موسیٰ (ﷺ) نے پھر بھی اصرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی پہاڑ پر ڈالی وہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ (ﷺ) بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور ہم نے موسیٰ (ﷺ) سے 30 راتوں کا وعدہ لیا (کہ وہ اتنی راتیں طور پہاڑ پر عبادت میں گزاریں) اور پھر 10 راتوں کا مزید اضافہ کر کے اسے پورا کیا۔ اس طرح اس کے رب کا مقرر کردہ وقت پوری 40 راتوں کا ہو گیا اور موسیٰ (ﷺ) نے (جاتے ہوئے) اپنے بھائی ہارون (ﷺ) سے کہا تھا کہ میری غیر موجودگی میں میری قوم کا انتظام تم سنبھالنا اور ان کی اصلاح کرتے رہنا اور فساد پھیلانے والوں کی راہ پر مت چلنا اور جب موسیٰ (ﷺ) ہمارے مقررہ وقت پر (طور پہاڑ پر) آئے اور ان (موسیٰ (ﷺ)) سے ان کے رب نے کلام کیا تو موسیٰ (ﷺ) نے کہا: اے میرے رب، مجھے اپنا دیدار نصیب فرما کہ میں آپ کو (ایک نظر) دیکھ سکوں۔ اللہ نے فرمایا: تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکو گے لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ پر برقرار رہا تو تم بھی مجھے دیکھ سکو گے پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس (تجلی) نے پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ (ﷺ) بے ہوش ہو کر (زمین پر) گر پڑے پھر جب ہوش میں آئے تو عرض کیا: بلاشبہ آپ کی ذات (ہر

عیب سے) پاک ہے، میں آپ کے حضور توبہ کرتا ہوں اور میں (اس دور میں) سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں۔ اللہ نے فرمایا: اے موسیٰ، میں نے لوگوں میں سے پیغمبری اور ہم کلامی کے لئے تمہیں منتخب کر لیا ہے لہذا جو کچھ میں نے تمہیں عطا کیا ہے اس کو لے لو اور میرے شکر گزاروں میں شامل ہو جاؤ۔“ (الاعراف: 7: آیات 142 تا 144)

بنی اسرائیل کا پچھڑے کی عبادت کرنا:

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کوہ طور پر تشریف لے جاتے ہوئے اپنے بھائی ہارون (علیہ السلام) کو اپنا جانشین بنا گئے تھے۔ آپ (علیہ السلام) کی قوم میں سے سامری نامی ایک آدمی نے بنی اسرائیل کی عورتوں سے زیورات لے کر پگھلائے اور اس سے ایک پچھڑا بنایا جسے ہوا کی سمت رکھنے سے ایک قسم کی آواز نکلتی تھی۔ شیطان نے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ یہی پچھڑا تمہارا معبود ہے۔ موسیٰ (علیہ السلام) تو بھٹک کر کوہ طور پر چلے گئے ہیں لہذا قوم پچھڑے کی پوجا میں مصروف ہو گئی۔ حضرت ہارون (علیہ السلام) نے انہیں سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر انہوں نے آپ (علیہ السلام) کی بات نہ مانی۔ جب حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کوہ طور سے واپس آئے تو قوم کو گمراہی میں دیکھ کر بڑے ناراض ہوئے اور اپنے بھائی ہارون (علیہ السلام) سے کہا: آپ نے میرے بعد قوم کو گمراہی میں مبتلا ہونے سے کیوں نہیں روکا؟ حضرت ہارون (علیہ السلام) نے فرمایا کہ میں نے تو انہیں روکنے کی بھرپور کوشش کی لیکن ان لوگوں نے میری بات نہیں مانی پھر موسیٰ (علیہ السلام) کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو آپ (علیہ السلام) نے اپنے اور اپنے بھائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اور موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم نے ان کے (طور پر جانے کے) بعد اپنے زیورات جمع کر کے اس سے ایک پچھڑا (بنا کر اسے اپنا معبود) بنا لیا جس سے (گائے جیسی) آواز نکلتی تھی۔ کیا انہوں (بنی اسرائیل) نے یہ نہیں دیکھا کہ وہ (پچھڑا) نہ تو ان سے کوئی بات کر سکتا ہے اور نہ ہی انہیں سیدھی راہ دکھا سکتا ہے؟ پھر بھی انہوں نے اسے اپنا معبود بنا لیا اور وہ (شرک کا ارتکاب کر کے) ظالم ہو گئے اور جب وہ نادم ہوئے اور انہیں معلوم ہو گیا

کہ وہ تو گمراہ ہو گئے ہیں تو کہنے لگے: اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہمیں معاف نہ کیا تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے اور جب موسیٰ (علیہ السلام) غصہ اور رنج کی حالت میں اپنی قوم کی طرف واپس آئے تو ان سے کہنے لگے: تم لوگوں نے میرے بعد بہت ہی بری حرکت کی ہے۔ کیا تم نے اپنے رب کا حکم آنے سے پہلے ہی (بچھڑے کی عبادت کر کے) جلد بازی کر لی؟ پھر (تورات کی) تختیاں ایک طرف (زمین پر) ڈال دیں اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر ان کو اپنی طرف گھسیٹنے لگے۔ ہارون (علیہ السلام) نے کہا: اے میری ماں کے بیٹے، بے شک ان لوگوں نے مجھے کمزور سمجھا (میری بات نہ مانی) اور قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر ڈالیں، چنانچہ آپ دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیں اور مجھے ان ظالموں میں شمار نہ کریں۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب، مجھے اور میرے بھائی کو بخش دیجئے اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل فرمائیے اور آپ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) بے شک جن لوگوں نے بچھڑے کی عبادت کی، ان پر بہت جلد دنیا کی زندگی ہی میں ان کے رب کی طرف سے غضب اور ذلت نازل ہو گی اور ہم بہتان باندھنے والوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں اور جو لوگ گناہ کے کام کرنے کے بعد (فوراً) توبہ کر لیں اور ایمان لے آئیں تو آپ کا رب اس (توبہ) کے بعد گناہ معاف کر دینے والا، بے حد رحم کرنے والا ہے اور جب موسیٰ (علیہ السلام) کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو انہوں نے (تورات کی) تختیوں کو اٹھا لیا اور ان (تختیوں) کی تحریر میں ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت تھی جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔“ (الاعراف: 7: آیات 148 تا 154)

② ”اور (ہم نے پوچھا) اے موسیٰ، تمہیں کون سی چیز اپنی قوم سے پہلے یہاں لے آئی؟ موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا: وہ لوگ بھی میرے پیچھے ہی آرہے ہیں اور اے میرے رب، میں نے آپ کی طرف آنے میں جلدی اس لئے کی تاکہ آپ خوش ہو جائیں۔ اللہ نے فرمایا: (اے موسیٰ) ہم نے آپ کی قوم کو آپ کے پیچھے آزمائش میں ڈال دیا ہے اور انہیں

سامری نے گمراہ کر دیا۔ (پس) موسیٰ (علیہ السلام) غصہ سے بھرے ہوئے، افسوس کرتے ہوئے اپنی قوم کی طرف واپس آئے اور ان سے کہا: اے میری قوم، کیا تم سے تمہارے رب نے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟ کیا یہ مدت لمبی ہو گئی تھی یا تم یہ چاہتے تھے کہ تم پر تمہارے رب کا غضب نازل ہو۔ تم نے مجھ سے کئے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی کی۔ انہوں نے جواب دیا: ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ (قبیل) قوم کے زیورات کے بوجھ ہم پر لاد دیئے گئے تھے جنہیں ہم نے (آگ میں) ڈال دیا تھا اور اسی طرح سامری (کے پاس جو زیورات تھے اس) نے بھی ڈال دیئے پھر اس (سامری) نے لوگوں کے لئے (ان زیورات سے) ایک بچھڑا (بت) بنا کر کھڑا کیا جس سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی پھر انہوں (سامری کے پیروکاروں) نے کہا: یہی تمہارا معبود ہے اور موسیٰ کا بھی۔ لیکن موسیٰ (علیہ السلام) اسے بھول گئے ہیں۔ کیا وہ (گمراہ لوگ) یہ نہیں دیکھتے تھے کہ وہ (بچھڑا) نہ تو ان کی بات کا جواب دے سکتا ہے اور نہ ہی انہیں نفع یا نقصان پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے اور ہارون (علیہ السلام) تو اس (موسیٰ علیہ السلام کے آنے) سے پہلے ہی ان سے کہہ چکے تھے کہ اے میری قوم، اس (بچھڑے) سے تمہاری آزمائش کی گئی ہے تمہارا حقیقی پروردگار تو رحمن (اللہ تعالیٰ) ہی ہے پس تم میری پیروی کرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو۔ انہوں (سامری کے پیروکاروں) نے جواب دیا کہ جب تک موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے پاس واپس نہیں آ جاتے ہم تو اسی کی عبادت پر جمے رہیں گے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اے ہارون، جب آپ نے انہیں گمراہ ہوتے ہوئے دیکھا تو آپ کو کس چیز نے روک دیا کہ آپ میری پیروی نہ کریں، کیا آپ نے بھی میرے حکم کی خلاف ورزی کی؟ انہوں (ہارون علیہ السلام) نے جواب دیا: اے میری ماں کے بیٹے، میری داڑھی اور میرا سر نہ پکڑو، مجھے تو یہ خطرہ تھا کہ کہیں آپ آ کر یہ (نہ) فرمائیں کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میرے حکم کا انتظار نہ کیا۔“ (طہ: آیات 83 تا 94)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پچھڑے کو نذر آتش کرنا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب لوگوں کو پچھڑے کی پوجا کرتے دیکھا تو ان پر بہت زیادہ ناراض ہوئے اور پھر لوگوں کی نظروں کے سامنے اس پچھڑے کو نذر آتش کر دیا۔ یہ بتانے کے لئے کہ یہ تمہارا معبود نہیں ہو سکتا اگر یہ معبود ہوتا تو اپنے آپ کو جلنے سے بچا لیتا۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”موسیٰ (علیہ السلام) نے پوچھا: اے سامری، تیرا کیا معاملہ ہے؟ اس (سامری) نے جواب دیا: میں نے وہ چیز دیکھی جو ان لوگوں کو نظر نہ آئی، میں نے قاصد (جبرئیل علیہ السلام) کے پاؤں تلے کی ایک مٹھی اٹھالی پھر وہ (پچھڑے کے ڈھانچے میں) ڈال دی۔ میرے دل نے مجھے اس طرح کرنے کو اچھا سمجھا۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا (تو) جا، اب تیرے لئے زندگی بھر یہ سزا ہے کہ تو کہتا رہے کہ مجھے مت چھونا اور تیرے لئے عذاب کا ایک وقت (مقرر) ہے جو تجھ سے کبھی نہیں ٹل سکتا اور اب تو اپنے اس معبود کو بھی دیکھ جس کی عبادت پر تو جما ہوا تھا، ہم یقیناً اسے جلا دیں گے پھر اس کی راکھ کو ریزہ ریزہ کر کے دریا میں بکھیر دیں گے۔ بے شک تم سب کا معبود برحق صرف اللہ ہی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا علم تمام چیزوں پر حاوی ہے۔“ (طہ: 20: آیات 95 تا 98)

بنی اسرائیل کو پچھڑے کی عبادت کرنے پر سزا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے جن لوگوں نے بھی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پچھڑے کی پوجا کی اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر انہیں آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم، تم نے پچھڑے کو (معبود) بنا کر اپنے آپ پر بڑا ظلم کیا ہے، اب تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو۔ اسی میں تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہاری بہتری ہے۔ چنانچہ اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔ بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا، بے حد

رحم کرنے والا ہے۔“ (البقرہ 2: آیت 54)

﴿وضاحت: بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے پچھڑے کی پوجا کی تھی انہیں ان لوگوں نے قتل کیا جو توحید پر قائم تھے جو لوگ باقی بچے اللہ تعالیٰ نے ان سب کی توبہ قبول فرمائی۔ پڑھے ترجمہ و تفسیر البقرہ 2: آیت 54﴾

② ”بے شک جن لوگوں نے پچھڑے کی عبادت کی، ان پر بہت جلد دنیا کی زندگی ہی میں ان کے رب کی طرف سے غضب اور ذلت نازل ہوگی اور ہم بہتان باندھنے والوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں اور جو لوگ گناہ کے کام کرنے کے بعد (فوراً) توبہ کر لیں اور ایمان لے آئیں تو آپ کا رب اس (توبہ) کے بعد گناہ معاف کر دینے والا، بے حد رحم کرنے والا ہے۔“ (الاعراف 7: آیات 152 تا 153)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کے 70 علما کو کوہ طور پر لے جانا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جو پچھڑے کی پوجا کی تھی اس پر اجتماعی توبہ کے لئے اپنی قوم کے 70 علما کا انتخاب کیا اور انہیں ساتھ لے کر کوہ طور پر گئے تاکہ وہاں پوری قوم کے لئے اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کریں۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً ایک زلزلہ بھیجا جس کی وجہ سے وہ تمام افراد ہلاک ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے اللہ، اگر آپ نے انہیں ہلاک کر دیا تو میں قوم کو کیا جواب دوں گا؟ ہم میں سے بے سمجھ لوگوں نے جو عمل کیا ہے اس کی سزا ہمیں نہ دیجئے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ زندہ کر دیا اور وہ توبہ کے بعد بحفاظت واپس آ گئے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے 70 آدمیوں کو (توبہ کے لئے) منتخب کیا تاکہ وہ (ان کے ساتھ) ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر حاضر ہوں پھر جب انہیں زلزلہ نے آ پکڑا تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب، اگر آپ کو انہیں ہلاک کرنا ہی منظور تھا تو اس (وقت) سے پہلے ہی ان کو اور مجھے ہلاک کر دیتے۔ کیا آپ ہم میں سے چند

بے وقوفوں کی حرکت کی وجہ سے ہم سب کو ہلاک کر دیں گے؟ یہ (واقعہ) تو صرف آپ کی طرف سے آزمائش ہے جس کے ذریعے آپ جسے چاہیں گمراہی میں ڈال دیں اور جسے چاہیں ہدایت پر قائم رکھیں۔ آپ ہی ہمارے کارساز ہیں۔ پس ہمیں بخش دیجئے، ہم پر رحم فرمائیے اور آپ تو بہترین معاف کرنے والے ہیں اور ہمارے حق (مقدر) میں دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی لکھ دیجئے، ہم آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا: میں جسے چاہتا ہوں اپنے عذاب میں مبتلا کرتا ہوں مگر میری رحمت ہر چیز سے وسیع ہے۔ عنقریب میں وہ رحمت ان لوگوں کے نام ضرور لکھ دوں گا جو پرہیزگار ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔“ (الاعراف: 7: آیات 155 تا 156)

بنی اسرائیل کا ایک گائے ذبح کرنے کا واقعہ:

بنی اسرائیل میں سے ایک مالدار آدمی کو اس کے بھتیجے نے اس لالچ میں قتل کر دیا کہ اسے مالدار کا چھوڑا ہوا مال مل جائے گا۔ اس آدمی کو قتل کرنے کے بعد اس کی لاش کسی اور کے دروازے پر پھینک دی اور صبح کے وقت وہ بھتیجا روتا پیٹتا آ گیا اور جن کے دروازے پر لاش پڑی تھی ان سے لڑنے جھگڑنے لگا۔ یہ معاملہ طول پکڑ گیا آخر کار یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس لایا گیا۔ آپ (علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ سے اس کے حل کے لئے دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ایک گائے ذبح کر کے اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم پر لگانے کا حکم دیا۔ بنی اسرائیل نے اس گائے کے بارے میں کئی سوالات کئے کہ وہ کس عمر کی ہو؟ رنگ کیسا ہو؟ جس قدر وہ سوال کرتے گئے اس قدر مشکل میں پھنستے چلے گئے۔ آخر کار انہوں نے بھاری قیمت ادا کر کے اس گائے کو حاصل کیا اور اس کو ذبح کر کے اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم کو لگایا تو وہ وقتی طور پر زندہ ہو گیا اور اس نے بتا دیا کہ میرا قاتل کون تھا؟ اس طرح ایک مشکل مسئلہ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے ذریعے حل کر دیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور (اس وقت کو بھی یاد کرو) جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا: بے شک، اللہ تمہیں

ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دے رہا ہے تو انہوں نے کہا: کیا آپ (ﷺ) ہم سے مذاق کر رہے ہیں؟ موسیٰ (ﷺ) نے کہا: میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں کی سی باتیں کروں۔ انہوں نے کہا: (اے موسیٰ ﷺ) اپنے رب سے درخواست کیجئے کہ وہ ہم پر واضح کر دے کہ وہ گائے کیسی ہو؟ موسیٰ (ﷺ) نے کہا: اللہ فرماتا ہے وہ گائے نہ بوڑھی ہو، نہ بچھیا، بلکہ درمیانی عمر کی (جوان) ہو۔ پس جو تمہیں حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرو۔ انہوں نے کہا: اپنے رب سے (یہ بھی) درخواست کیجئے کہ وہ ہمارے لئے اس (گائے) کے رنگ کی وضاحت کر دے۔ موسیٰ (ﷺ) نے کہا: اللہ فرماتا ہے کہ وہ (گائے) ایسے زرد رنگ کی ہو جو دیکھنے والوں کو خوش کر دے۔ انہوں نے کہا: (اے موسیٰ ﷺ) اپنے رب سے ہمارے لئے اس کی مزید وضاحت کی درخواست کیجئے۔ کیونکہ ایسی گائے کا فیصلہ (کرنا) ہم پر متشابہ (مشکل) ہو گیا ہے اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور اس کا پتہ لگا لیں گے۔ موسیٰ (ﷺ) نے کہا کہ وہ گائے زمین میں نہ مل جوتنے والی ہو، نہ کھیتوں کو پانی پلانے والی ہو، صحیح سالم اور بے داغ ہو۔ (یہ سن کر) وہ کہنے لگے: اب آپ (ﷺ) نے ٹھیک ٹھیک وضاحت کی ہے۔ پس انہوں نے گائے کو ذبح کر دیا حالانکہ امید نہ تھی کہ وہ (گائے) کو ذبح کر پائیں گے اور (اے بنی اسرائیل یاد کرو) جب تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا پھر تم اس میں جھگڑنے لگے اور اللہ اسے ظاہر کرنے والا تھا جو تم چھپا رہے تھے پھر ہم نے کہا: تم اس (گائے) کا کوئی ٹکڑا اس (مقتول) کے جسم پر لگا دو۔ اللہ اسی طرح مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔“ (البقرہ 2: آیات 67 تا 73)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”اگر وہ لوگ کوئی عام گائے بھی ذبح کر دیتے تو مقصد حاصل ہو جاتا لیکن انہوں نے (بار بار سوالات کر کے) اپنے اوپر سختی کی تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی) ان پر سختی کر دی گئی۔“ (تفسیر طبری)

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات:

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کو خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اسی دوران

آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں“ اللہ رب العزت کو آپ ﷺ کی یہ بات ناگوار گزری اور آپ ﷺ کی طرف وحی نازل فرمائی: 2 دریاؤں کے ملنے کی جگہ پر میرا ایک ایسا بندہ ہے جو آپ سے بھی زیادہ علم رکھتا ہے۔ حضرت موسیٰ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی میں اس سے کیسے مل سکتا ہوں؟ اللہ رب العزت نے فرمایا: ایک مچھلی کو ٹوکری میں رکھ لو جہاں وہ گم ہو جائے وہاں وہ بندہ ملے گا۔ چنانچہ آپ ﷺ اپنے ساتھ خادم یوشع بن نون ﷺ کو لے کر چل پڑے۔ جہاں اللہ رب العزت نے نشان دہی کی تھی وہیں پر حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور پھر آپ اور حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ چند واقعات پیش آئے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور (یاد کیجئے) جب موسیٰ (ﷺ) نے اپنے نوجوان خادم (یوشع بن نون ﷺ) سے کہا: میں تو اس وقت تک چلتا ہی رہوں گا جب تک 2 دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں خواہ مجھے برسوں ہی چلنا پڑے۔ پس جب وہ 2 دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچ گئے تو وہاں اپنی مچھلی بھول گئے اور مچھلی نے دریا میں ایک سرنگ کی طرح اپنا راستہ بنا لیا پھر جب وہ دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے تو موسیٰ (ﷺ) نے اپنے خادم سے کہا: ہمارا (دوپہر کا) کھانا لاؤ۔ ہم تو اس سفر سے بہت تھک گئے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ آپ کو عجیب بات بتاؤں کہ جب ہم چٹان پر ٹیک لگائے آرام کر رہے تھے تو وہیں میں مچھلی بھول گیا تھا۔ دراصل شیطان نے مجھے آپ سے اس مچھلی کا ذکر کرنا بھلا دیا۔ اس (مچھلی) نے تو عجیب طریقہ سے دریا میں اپنا راستہ بنایا۔ موسیٰ (ﷺ) نے کہا کہ اسی جگہ کی تو ہمیں تلاش تھی۔ چنانچہ وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے واپس پلٹے۔ وہاں انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ (خضر علیہ السلام) کو پایا، جسے ہم نے اپنی رحمت سے نوازا تھا اور اپنی طرف سے ایک خاص علم عطا کیا تھا۔ موسیٰ (ﷺ) نے ان (خضر علیہ السلام) سے کہا: اگر میں آپ کے ساتھ رہوں تو کیا آپ اس علم کا کچھ حصہ مجھے بھی سکھا دیں گے جو آپ کو سکھایا گیا ہے؟ انہوں (خضر علیہ السلام) نے جواب دیا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے اور جس کی حقیقت کا آپ کو علم نہ ہو آپ اس پر کیسے صبر کر سکتے ہیں۔

موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اگر اللہ نے چاہا تو آپ ضرور مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں کسی بات میں بھی آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ انہوں (خضر علیہ السلام) نے کہا: اگر آپ میرے ساتھ رہنا ہی چاہتے ہیں تو پھر مجھ سے اس وقت تک کسی چیز کے بارے میں کوئی سوال نہ کرنا جب تک کہ میں خود ہی اس کے بارے میں آپ کو بتا دوں۔ چنانچہ وہ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ ایک کشتی میں سوار ہو گئے تو انہوں (خضر علیہ السلام) نے کشتی میں سوراخ کر دیا جس پر موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: کیا آپ نے اس (کشتی) میں اس لئے سوراخ کیا ہے تاکہ اس کے سواروں کو (دریا میں) غرق کر دیں؟ یہ تو آپ نے بڑا خطرناک کام کیا ہے۔ انہوں (خضر علیہ السلام) نے جواب دیا: کیا میں نے تمہیں یہ نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکو گے؟ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: مجھ سے جو بھول ہو گئی ہے اس پر میری پکڑ نہ کیجئے اور میرا کام میرے لئے مشکل نہ بنائیے۔ پھر وہ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ وہ دونوں (راستے میں) ایک لڑکے سے ملے جسے انہوں (خضر علیہ السلام) نے قتل کر دیا۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: آپ نے ایک بے گناہ شخص کو بغیر قصاص کے (ناحق) قتل کر ڈالا۔ بے شک آپ نے بہت ہی ناپسندیدہ کام کیا ہے۔ اس (خضر علیہ السلام) نے کہا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ رہ کر ہرگز صبر نہیں کر سکو گے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ اگر میں اس کے بعد آپ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کروں تو بے شک آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا، یقیناً آپ میری طرف سے عذر (کی انتہا) کو پہنچ چکے پھر دونوں چل پڑے یہاں تک کہ وہ ایک بستی والوں کے پاس آئے اور ان سے کھانا طلب کیا مگر انہوں نے (ان کی) مہمان نوازی سے صاف انکار کر دیا۔ وہاں انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرنے کے قریب تھی اس (خضر علیہ السلام) نے اسے سیدھا کر دیا۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اگر آپ چاہتے تو اس کام پر مزدوری لے سکتے تھے۔ اس (خضر علیہ السلام) نے کہا: اب میرا اور آپ کا ساتھ ختم ہوا، اب میں آپ کو ان باتوں کی حقیقت بتا دیتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہیں ہو سکا۔ اس کشتی کا معاملہ تو یہ تھا کہ وہ چند مسکینوں کی ملکیت تھی جو دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے۔ میں نے چاہا کہ اس کشتی کو عیب دار بنا دوں کیونکہ ان کے آگے ایک

ایسا بادشاہ تھا جو ہر (صحیح سالم) کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا اور لڑکے کا قصہ یہ ہے کہ اس کے والدین مومن تھے، ہمیں خوف ہوا کہ یہ لڑکا اپنی سرکشی اور کفر کی وجہ سے ان کے لئے کوئی مصیبت کھڑی نہ کر دے۔ اس لئے ہم نے چاہا کہ ان کا رب انہیں اس کے بدلہ میں اس سے بہتر (اولاد) عطا کرے جو پاکیزہ اور زیادہ محبت کرنے والی ہو اور دیوار کا قصہ یہ ہے کہ وہ 2 یتیم بچوں کی تھی جو اس شہر میں رہتے تھے، اس (دیوار) کے نیچے ان کے لئے خزانہ دفن تھا، ان کا باپ بڑا نیک شخص تھا۔ لہذا آپ کے رب کی چاہت تھی کہ یہ دونوں (یتیم بچے) اپنی جوانی کی عمر کو پہنچ کر اپنا یہ خزانہ آپ کے رب کی مہربانی اور رحمت سے نکال لیں۔ یہ کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کئے تھے۔ یہ ہے ان واقعات کی اصل حقیقت جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔“ (الکہف: 18: آیات 60 تا 82)

احادیث رسول اکرم ﷺ:

① ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خطبہ سنانے کے لئے کھڑے ہوئے کسی نے ان سے پوچھا: لوگوں میں سب سے زیادہ علم کون رکھتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ”میں“ اللہ عز وجل کو یہ بات ناگوار گزری کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے زیادہ علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا ایک بندہ (خضر علیہ السلام) آپ سے زیادہ علم رکھتا ہے اور وہ 2 دریاؤں (فارس اور روم) کے ملنے کی جگہ پر موجود ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب، میں اس تک کیسے پہنچ سکتا ہوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک مچھلی کو ایک ٹوکری میں رکھ لو۔ جہاں یہ مچھلی گم ہو جائے وہاں وہ میرا بندہ موجود ہو گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی لے کر ٹوکری میں رکھی اور اپنے خادم یوشع بن نون کو ساتھ لے کر چل دیئے۔ جب ایک چٹان پر پہنچے تو (آرام کرنے کے لئے) دونوں اپنے سر پتھر سے ٹکا کر سو گئے۔ اسی دوران مچھلی تڑپ کر دریا میں جا گری، جہاں وہ مچھلی گری اللہ تعالیٰ نے پانی کی روانی روک دی اور وہ جگہ سرنگ کی طرح بن گئی۔ بیدار ہو کر دونوں حضرات آگے چل پڑے جب کافی سفر طے کر لیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوشع سے کہا: ہم سفر کرتے کرتے تھک چکے ہیں لہذا کھانا لاؤ تاکہ ہم کھائیں۔ یوشع نے کہا: جب ہم چٹان

کے پاس ٹھہرے تھے، وہیں مچھلی گم ہو گئی تھی اور مجھے شیطان نے آپ سے اس کا ذکر کرنا بھلا دیا تھا۔ مچھلی نے دریا میں عجیب طور پر راہ لی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ہم تو اسی فکر میں تھے کہ مچھلی کہاں غائب ہوتی ہے پھر دونوں آپس میں گفتگو کرتے ہوئے اپنے قدموں کے نشان پر واپس چل دیئے۔ جب چٹان پر پہنچے تو وہاں ایک کپڑا لپیٹے ہوئے آدمی (حضرت خضر علیہ السلام) کو دیکھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں موسیٰ ہوں اور آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ کو جو عمدہ باتیں سکھائی گئی ہیں وہ مجھے بھی سکھا دیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے کیونکہ جس چیز کی پوری حقیقت تمہیں معلوم ہی نہیں تم اس پر کیسے خاموش رہ سکتے ہو۔ آخر کار حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہ السلام مل کر دریا کے کنارے چل دیئے اتنے میں ایک کشتی پاس سے گزری انہوں نے کہا: ہم کو بھی سوار کر لو۔ کشتی والوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بغیر کرایہ کے ہی سوار کر لیا۔ اسی دوران ایک چڑیا نے کشتی کے ایک کونے پر بیٹھ کر دریا میں سے ایک یا دو چونچ پانی لیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: میرا اور تمہارا علم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اتنا ہے جتنا پانی اس چڑیا نے اپنی چونچ میں لیا ہے۔ اس کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے ایک کلباڑی لے کر اس کشتی کا ایک تختہ توڑ ڈالا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رہا نہ گیا فوراً کہنے لگے کہ ان کشتی والوں نے بغیر کرایہ کے ہمیں سوار کیا اور آپ نے ان کی کشتی کا تختہ توڑ کر انہیں ڈبونے کی کوشش کی یہ تو بڑا غلط کام کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: میں نے تو پہلے ہی تمہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کی کہ بھول چوک پر میری گرفت نہ کریں اور میرا کام مشکل نہ بنائیں پھر جب دریا سے خشکی پر آئے تو راستے میں ایک لڑکا دیکھا جو بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا حضرت خضر علیہ السلام نے اس کا سر پکڑ کر اسے قتل کر ڈالا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ نے تو ایک ناحق خون بہا دیا یہ تو آپ نے بہت ہی بری حرکت کی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: کیا میں نے پہلے یہ نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اگر اب میں کوئی سوال

کروں تو آپ میرا ساتھ چھوڑ دینا کیونکہ آپ کا عذر معقول ہوگا آخر کار دونوں چلتے چلتے ایک بستی والوں کے پاس آئے اور ان سے کھانا مانگا۔ انہوں نے کھانا دینے سے انکار کر دیا۔ اتفاق سے اسی بستی میں ایک دیوار دیکھی جو گرنے کے قریب تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اسے سیدھا کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ہم ان بستی والوں کے پاس آئے تو انہوں نے ہمیں کھانا تک نہیں دیا اور آپ نے (بغیر کسی معاوضہ کے) ان کی دیوار درست کر دی، آپ کو اس پر مزدوری لینی چاہئے تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: بس اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آ پہنچا ہے۔ اب میں تمہیں ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر تم سے صبر نہیں ہو سکا۔ وہ کشتی جو میں نے خراب کی وہ 2 یتیم لڑکوں کی ملکیت تھی اور بادشاہ کو نئی کشتیوں کی ضرورت تھی اگر وہ کشتی میں نہ خراب کرتا تو بادشاہ اس کشتی کو لے لیتا اور یہ لڑکے اپنے روزگار سے محروم ہو جاتے۔ جس لڑکے کو میں نے قتل کیا وہ کافر تھا لیکن اس کے والدین مومن تھے اگر وہ زندہ رہتا تو والدین کو بھی فتنہ میں مبتلا کر دیتا اور جو دیوار بنائی اس کے نیچے 2 یتیم بچوں کا دفینہ تھا اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ تھی کہ بڑے ہونے کے بعد ان تک وہ دفینہ پہنچ جائے۔ یہ میری وہ باتیں تھیں جن پر آپ سے صبر نہیں ہو سکا۔ (بخاری۔ عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ)

② ”اللہ تعالیٰ نیک آدمی کی اولاد، ان کی اولاد کی اولاد، اس کے خاندان اور اس کے ارد گرد کے خاندانوں کی حفاظت فرماتے ہیں۔ وہ ان میں جب تک ہوتا ہے، سب اس کی وجہ سے اللہ عز وجل کی حفظ و امان میں ہوتے ہیں۔“ (ترمذی۔ عن محمد بن المنکدر رضی اللہ عنہ)

اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ

(اے اللہ، اے تمام جہانوں کے رب، ہمیں بھی ان نیک لوگوں میں شامل فرما لیجئے)

قارون کا تکبر اور اس کا انجام:

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا۔ وہ بہت خوش الہامی سے تورات کی تلاوت کرتا اور انتہائی خوبصورت تھا اس لئے لوگ اسے منور کہتے تھے۔ یہ ان 70 لوگوں میں سے تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے مناجات (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی باتیں سننے) کے لئے چنا تھا۔ اس کے پاس بہت زیادہ خزانے تھے یہاں تک کہ ان خزانوں کی

چابیاں طاقتور نو جوانوں کی جماعت بمشکل اٹھاتی تھی۔ دولت کے گھمنڈ میں آکر قارون نے اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنا شروع کر دی اور تکبر کرنے لگا۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اسے بہت سمجھانے کی کوشش کی لیکن آپ (علیہ السلام) کی وعظ و نصیحت کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کا غرور اور تکبر ناگوار گزرا اور اسے نشان عبرت بنا دیا۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

① ”بے شک قارون موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم (بنی اسرائیل) میں سے تھا مگر وہ اپنی قوم پر سرکشی کرنے لگا اور ہم نے اسے اتنے خزانے دے رکھے تھے کہ ان کی چابیاں ایک طاقتور جماعت بمشکل اٹھا سکتی تھی۔ جب اس کی قوم (کے لوگوں) نے اس سے کہا: اتنا مت اتر او، بے شک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا اور اللہ نے جو مال و دولت تجھے دے رکھا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دنیا میں سے بھی اپنا حصہ مت بھول اور لوگوں سے ایسے ہی احسان کر جیسے اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش نہ کر۔ بے شک اللہ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ قارون نے جواب دیا: یہ جو کچھ بھی مجھے ملا ہے اس علم کی بدولت ملا ہے جو میرے پاس ہے۔ کیا اسے یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ اس سے پہلے بہت سے ایسے لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے جو اس سے زیادہ طاقتور اور زیادہ مال و دولت والے تھے اور (ہلاکت کے وقت) مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جاتا پھر وہ قارون (ایک دن) اپنی قوم کے لوگوں کے سامنے بڑی زیب و زینت کے ساتھ نکلا۔ جو لوگ دنیاوی مال و دولت کے طلبگار تھے انہوں نے کہا: کاش، ہمیں بھی وہ کچھ مل جاتا جو قارون کو دیا گیا ہے۔ بلاشبہ وہ تو بڑی قسمت والا ہے اور جن لوگوں کو (دین کا) علم دیا گیا تھا انہوں نے کہا: تم پر افسوس ہے، بہتر چیز تو وہ ہے جو بطور ثواب (اللہ کی طرف سے) انہیں ملے گی جو اللہ پر ایمان لائیں، نیک عمل کریں اور یہ چیز (ثواب) صرف صبر کرنے والوں ہی کو ملتی ہے۔ آخر کار ہم نے اسے (قارون کو) اس کے محلات سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ اس کے حامیوں کی کوئی ایسی جماعت نہ تھی جو اللہ کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتی اور نہ ہی وہ خود اپنی کچھ مدد کر سکا۔

اب وہی لوگ جو کل تک قارون کے رتبہ کی تمنا کر رہے تھے، کہنے لگے: (افسوس، ہم بھول گئے تھے کہ) اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق وسیع اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ اگر اللہ نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو وہ ہمیں بھی یقیناً (زمین میں) دھنسا دیتا۔ افسوس (ہمیں یاد نہ رہا) کہ کافر لوگ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ یہ آخرت کا اچھا گھر تو ہم ان لوگوں کے لئے مخصوص کر دیتے ہیں جو زمین میں نہ تو اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور نہ ہی فساد اور (آخرت میں) بہترین انجام تو متقین ہی کا ہے۔“

(القصص: 28: آیات 76 تا 83)

② ”اور قارون، فرعون اور ہامان کو بھی (ہم نے ہلاک کیا) بلاشبہ ان کے پاس موسیٰ (ﷺ) کھلی نشانیاں (معجزات) لے کر آئے تھے پھر بھی انہوں نے زمین میں تکبر کیا حالانکہ وہ ہم سے بچ کر نکل ہی نہیں سکتے تھے۔ پس ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کی پاداش میں پکڑ لیا ان میں سے بعض پر ہم نے پتھروں کی بارش برسائی، بعض کو زوردار سخت آواز نے آپکڑا، بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور بعض کو ہم نے غرق کر دیا اور اللہ ایسا نہیں کہ ان پر ظلم کرے لیکن یہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کر رہے تھے۔“ (العنکبوت: 29: آیات 39 تا 40)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ وتفسیر المؤمن: 40: آیات 23 تا 24﴾

حضرت موسیٰ (ﷺ) کا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام و مرتبہ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ (ﷺ) کو بہت سے معجزات سے نوازا اور انہیں بلند مرتبہ عطا فرمایا۔ اللہ عزّ وجل نے انہیں خود سے ہمکلام ہونے کا شرف بخشا اور بنی اسرائیل نے ان پر جو الزامات لگائے ان سے انہیں بری قرار دیا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اللہ نے فرمایا: اے موسیٰ، میں نے لوگوں میں سے اپنی پیغمبری اور ہم کلامی کے لئے تمہیں منتخب کر لیا ہے لہذا جو کچھ میں نے تمہیں عطا کیا ہے اس کو لے لو اور میرے شکر گزاروں میں شامل ہو جاؤ۔“ (الاعراف: 7: آیت 144)

② ”اے ایمان والو، تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰ (علیہ السلام) کو تکلیف دی تھی۔ پس اللہ نے انہیں اس (جھوٹی) بات سے بری فرما دیا جو انہوں نے کہی تھی اور وہ (موسیٰ علیہ السلام) اللہ کے نزدیک بڑے محبوب تھے۔“ (الاحزاب: 33: آیت 69)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر النساء: 4: آیت 164﴾

احادیث رسول اکرم ﷺ:

① ”مجھے موسیٰ (علیہ السلام) پر فضیلت نہ دو کیونکہ قیامت کے دن جب تمام لوگ بے ہوش ہو جائیں گے تو سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا۔ میں موسیٰ (علیہ السلام) کو عرش کا پایہ پکڑے ہوئے پاؤں گا اور مجھے معلوم نہیں کہ وہ بے ہوش ہی نہیں ہوئے ہوں گے یا وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آجائیں گے یا انہیں طور کی بے ہوشی کا بدلہ دیا جائے گا (کہ قیامت کے دن شاید وہ بے ہوش ہی نہیں ہوں گے)۔“ (بخاری، مسلم۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

﴿وضاحت: آپ ﷺ کا یہ ارشاد انکساری پر مبنی ہے۔ آپ ﷺ کا حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے سب سے زیادہ مقام والا ہونا قطعی اور یقینی بات ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں﴾

② اللہ کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑی شرم و حیا والے، بدن ڈھانپ کر رکھنے والے تھے۔ بنی اسرائیل کے بعض لوگوں نے ان کو ستایا کہنے لگے: حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اس قدر اپنا بدن چھپاتے ہیں، ان میں ضرور کوئی عیب ہے یا تو برص (کوڑھ) یا فتن (نوطے بڑھ جانا) یا کوئی اور بیماری ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بے عیب ہونا ظاہر کیا جائے۔ لہذا ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اکیلے نہانے کے لئے گئے، انہوں نے اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے اور نہانا شروع کیا جب نہا چکے اور پتھر پر سے کپڑے لینے لگے تو پتھر (بقدرت الہی) ان کے کپڑے لے کر بھاگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پکڑا اور کہنے لگے: اے پتھر، میرے کپڑے دے دو۔ وہ پتھر (رکا ہی نہیں) بنی اسرائیل کے لوگ جہاں تھے وہاں پہنچ کر (پتھر) رکا۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو برہنہ دیکھ کر کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں بہت ہی اچھے ہیں اور ہم ان پر جو عیب لگاتے تھے، وہ ان سے پاک و صاف ہیں۔ (جب قوم مطمئن ہو گئی تو) حضرت موسیٰ علیہ السلام

نے اپنے کپڑے لے کر پہنے اور پتھر کو اپنی لاشی سے مارنا شروع کیا۔ اللہ کی قسم، پتھر میں ان کی مار کے نشان پڑ گئے تھے۔ الاحزاب (33) کی آیت 69 کا یہی مطلب ہے۔“

(بخاری۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

③ ”ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم میں کوئی چیز تقسیم فرما رہے تھے ایک آدمی نے کہا: اس تقسیم سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہیں یعنی اس نے آپ ﷺ پر بے انصافی کا الزام لگایا۔ آپ ﷺ اس کی اس بات پر غصہ میں آ گئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر رحم فرمائے انہیں تو اس سے بھی زیادہ تکلیف دی گئی تھی مگر انہوں نے صبر کیا۔“ (بخاری۔ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات:

حدیث رسول اکرم ﷺ:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موت کا وقت قریب آیا تو ملک الموت (موت کا فرشتہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تھپڑ مار دیا وہ واپس اللہ تعالیٰ کے پاس گئے اور عرض کی: اے اللہ، آپ نے مجھے اپنے ایک ایسے بندے کی طرف بھیجا ہے جو مرنا نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دوبارہ ان کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ کسی بیل کی پشت پر ہاتھ رکھیں اس ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے اتنے سال مزید عمر مل جائے گی۔ ملک الموت نے آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچایا تو آپ نے عرض کیا: اے میرے رب، اس کے بعد کیا ہو گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر موت آ جائے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اگر پھر بھی موت ہی آئی ہے تو پھر ابھی موت کا حکم قبول ہے پھر آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے ارض مقدس (بیت المقدس کی سرزمین) کے اتنا قریب کر دیجئے جتنی دور پتھر پھینکا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی یہ درخواست قبول فرمائی اور آپ کو ارض مقدس کے قریب پہنچا دیا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں وہاں ہوتا تو تمہیں موسیٰ (علیہ السلام) کی قبر دکھا دیتا جو راستے کے کنارے سرخ ٹیلے کے قریب ہے۔ (بخاری۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

حضرت ہارون علیہ السلام

حضرت ہارون علیہ السلام کا نسب نامہ:

ہارون (علیہ السلام) بن عمران بن قاہث بن عازر بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم (علیہ السلام) بن تارح (آزر) بن ناحور بن ساروح بن راغو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلاییل بن قینان بن یانیش بن شیت بن آدم (علیہ السلام)۔ (قصص الانبیاء، لابن کثیر رحمہ اللہ۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابن ہشام رحمہ اللہ)

حضرت ہارون علیہ السلام کی بعثت:

حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سگے بڑے بھائی تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت دے کر فرعون کے پاس جا کر اسے اللہ تعالیٰ کی توحید پیش کرنے کا حکم دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کی کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں فرعون اور اس کی قوم کے لوگ مجھے قتل نہ کر دیں اور میری زبان میں بھی کچھ لکنت (بولنے میں روانی نہیں) ہے میں اپنی بات فرعون کو اچھی طرح نہیں سمجھا پاؤں گا لہذا آپ میرے بھائی ہارون علیہ السلام کو بھی نبوت عطا فرمائیں اور انہیں میرے ساتھ فرعون کے پاس بھیجیں تاکہ ہم مل کر آپ کا پیغام پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی درخواست قبول فرماتے ہوئے حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی نبوت عطا فرمائی اور دعوت و تبلیغ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاون بنا دیا۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور میرے خاندان میں سے میرا ایک وزیر مقرر کر دیجئے۔ میرے بھائی ہارون (علیہ السلام) کو (مقرر کر کے) اس کے ذریعہ میری قوت کو بڑھا دیجئے اور اسے میرے کام (دعوتی مہم) میں شریک بنا دیجئے تاکہ ہم خوب آپ کی تسبیح بیان کریں اور خوب آپ کا ذکر کریں۔ بلاشبہ آپ ہمیں خوب دیکھ رہے ہیں۔ (اللہ نے) فرمایا: اے موسیٰ، جو کچھ آپ نے مانگا ہے وہ آپ کو دیا جاتا ہے۔“ (طہ: 20: آیات 29 تا 36)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طور پر جانے کے بعد ہارون علیہ السلام کی نیابت :

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لئے طور پہاڑ پر گئے تو اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنا کر گئے اور یہ نصیحت فرمائی کہ قوم کو وعظ و نصیحت کرتے رہنا تاکہ کہیں قوم گمراہی میں مبتلا نہ ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طور پر جانے کے بعد قوم نے ایک پچھڑا بنا کر اس کی پوجا شروع کر دی حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر انہوں نے یہ جواب دیا کہ جب تک موسیٰ (علیہ السلام) خود نہ آجائیں ہم پچھڑے کی عبادت کرتے رہیں گے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو قوم کو گمراہی میں مبتلا دیکھ کر حضرت ہارون علیہ السلام پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ حضرت ہارون علیہ السلام چونکہ نرم مزاج تھے اس لئے آپ علیہ السلام نے بڑی نرمی سے اپنے بھائی کو مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

”اور ہارون (علیہ السلام) تو اس (موسیٰ علیہ السلام کے آنے) سے پہلے ہی ان سے کہہ چکے تھے کہ اے میری قوم، اس (پچھڑے) سے تمہاری آزمائش کی گئی ہے، تمہارا حقیقی پروردگار تو رحمن ہی ہے۔ پس تم میری پیروی کرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو۔ انہوں (سامری کے پیروکاروں) نے جواب دیا کہ جب تک موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے پاس واپس نہیں آجاتے ہم تو اسی کی عبادت پر جے رہیں گے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اے ہارون، جب آپ نے انہیں گمراہ ہوتے ہوئے دیکھا تو آپ کو کس چیز نے روک دیا کہ آپ میری پیروی نہ کریں، کیا آپ نے بھی میرے حکم کی خلاف ورزی کی؟ انہوں (ہارون علیہ السلام) نے جواب دیا: اے میری ماں کے بیٹے، میری داڑھی اور میرا سر نہ پکڑو، مجھے تو یہ خطرہ تھا کہ کہیں آپ آکر یہ (نہ) فرمائیں کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میرے حکم کا انتظار نہ کیا۔“

(طہ: 20: آیات 90 تا 94)

حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات :

حضرت ہارون علیہ السلام عمر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے مگر آپ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہی اس دنیا فانی سے رحلت فرما گئے۔

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام

حضرت یوشع علیہ السلام کا نسب نامہ:

یوشع (علیہ السلام) بن نون بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم (علیہ السلام) بن تارح (آزر) بن ناحور بن ساروح بن راغو بن فالخ بن عبیر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلاییل بن قینان بن یانیش بن شیث بن آدم (علیہ السلام)۔ (قصص الانبیاء، لابن کثیر رحمہ اللہ - سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابن ہشام رحمہ اللہ)

اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ 2 دریاؤں کے ملنے کی جگہ پر میرا ایک ایسا بندہ ہے جو آپ سے زیادہ علم رکھتا ہے، آپ ان سے ملاقات کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام روانہ ہونے لگے تو اپنے نوجوان خادم حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام ایک مقام پر کچھ دیر آرام کرنے کے لئے رُکے تو ساتھ لی ہوئی مچھلی اچھل کر دریا میں چلی گئی پھر کچھ دور آگے جانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوشع علیہ السلام سے پوچھا کہ کھانے کے لئے کچھ (مچھلی) لاؤ۔ حضرت یوشع علیہ السلام نے عرض کیا کہ جہاں ہم رکے تھے وہاں مچھلی پانی میں چلی گئی تھی لہذا دونوں اپنے قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے واپس چلے گئے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور (یاد کیجئے) جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے نوجوان (خادم یوشع بن نون علیہ السلام) سے کہا: میں تو اس وقت تک چلتا ہی رہوں گا جب تک 2 دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں خواہ مجھے برسوں ہی چلنا پڑے۔ پس جب وہ 2 دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچ گئے تو وہاں اپنی مچھلی بھول گئے اور مچھلی نے دریا میں ایک سرنگ کی طرح اپنا راستہ بنا لیا پھر جب وہ دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے تو موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے نوجوان خادم سے کہا: ہمارا کھانا لاؤ ہم تو اس سفر سے بہت تھک گئے ہیں۔“ (الکہف: 18: آیات 60 تا 62)

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی بعثت:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں انہیں اپنا جانشین بنا دیا اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی۔ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے ہر قبیلے کی مردم شماری کریں اور ہر قبیلے کا ایک سردار مقرر کریں تاکہ یہ لوگ ایک طاقتور قوم (قوم عمالقه) سے مقابلے کی تیاری کریں جن سے میدان تہ سے نکلنے کے بعد مقابلہ ہونے والا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بنی اسرائیل کے قبائل کے سردار مقرر کئے اور یوشع بن نون علیہ السلام کو تمام قبائل کا سردار بنایا۔ حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ علیہما السلام میدان تہ میں ہی فوت ہو گئے تھے ان کی وفات کے بعد بنی اسرائیل کو بیت المقدس لانے والے حضرت یوشع علیہ السلام ہی تھے۔

حضرت یوشع علیہ السلام کا جہاد اور معجزے کا ظہور:

اریحا ایک خوبصورت شہر تھا جس میں بڑی شاندار عمارتیں تھیں۔ حضرت یوشع علیہ السلام نے اپنے فوجیوں کو لے کر اس شہر کا محاصرہ کیا لیکن دشمن مرعوب نہ ہوا آخر کار آپ علیہ السلام کی فوج نے شہر کو چاروں طرف سے گھیر کر نعرہ تکبیر بلند کیا تو شہر کی فصیل (چار دیواری) ٹوٹ گئی اور وہ اپنی فوجوں کو لے کر فاتحانہ انداز میں شہر میں داخل ہو گئے اور بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔

حدیث رسول اکرم ﷺ:

ایک نبی (یوشع علیہ السلام) جہاد کے لئے نکلنے لگے تو انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا: وہ آدمی میرے ساتھ نہ آئے جس نے نئی نئی شادی کی ہے اور ابھی اپنی بیوی سے ہم بستر نہیں ہوا۔ وہ بھی میرے ساتھ نہ آئے جس نے کوئی عمارت تعمیر کی ہے لیکن ابھی چھت نہیں ڈالی۔ وہ بھی میرے ساتھ نہ آئے جس کی بکری یا اونٹنی حاملہ ہے اور وہ بچہ پیدا ہونے کا انتظار کر رہا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی فوجوں کو لے کر جہاد کے لئے نکلے اور شہر کے قریب وہ اس وقت پہنچے جب عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ اس نبی نے سورج سے کہا: تم بھی اللہ کے حکم کے پابند ہو اور میں بھی۔ اے اللہ، اسے کچھ دیر کے لئے روک دے، چنانچہ سورج رکا رہا یہاں تک کہ فتح

حاصل ہو گئی۔ جہاد کے بعد انہوں نے مال غنیمت جمع کیا، اسے آگ جلانے کے لئے آئی لیکن جلائے بغیر واپس چلی گئی۔ نبی (ﷺ) نے کہا: تم میں سے کسی نے خیانت کی ہے؟ (اس لئے تمہارا جہاد قبول نہیں ہوا) لہذا ہر قبیلے کا ایک ایک آدمی میرے ہاتھ پر بیعت کرے جب قبیلے کے نمائندے بیعت کرنے کے لئے آئے تو ان میں سے ایک آدمی کا ہاتھ نبی کے ہاتھ سے چپک گیا۔ نبی نے فرمایا: تمہارے اندر ہی خیانت ہے، تمہارا پورا قبیلہ مجھ سے بیعت کرے۔ اس قبیلہ کے تمام افراد نے بیعت کی تو 3 آدمیوں کے ہاتھ نبی کے ہاتھ سے چپک گئے۔ نبی نے فرمایا: خیانت کا مال تمہارے پاس ہے لہذا لے آؤ۔ وہ گائے کے سر کے برابر سونا لے کر آئے اور اس سونے کو دوسرے مال غنیمت کے ساتھ رکھ دیا گیا آگ آئی اور اسے جلا کر چلی گئی (جو جہاد کے قبول ہونے کی علامت تھی) آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ہم سے پہلے لوگوں کے لئے مال غنیمت حلال نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوری دیکھ کر ہمارے لئے حلال کر دیا ہے۔ (بخاری، مسلم۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

بلعام بن باعور کا واقعہ:

جب حضرت یوشع (ﷺ) بنی اسرائیل کو لے کر بیت المقدس کو فتح کرنے کے لئے نکلے تو راستے میں بلعام بن باعور کا واقعہ پیش آیا۔ یہ آدمی اللہ کا اسم اعظم جانتا تھا جس کے ذریعے سے کی ہوئی ہر دعا قبول ہوتی۔ اس کی قوم نے اس سے مطالبہ کیا کہ موسیٰ (ﷺ) اور اس کی قوم کے خلاف بددعا کرو، اس نے انکار کر دیا۔ لوگوں نے بہت زیادہ اصرار کیا آخر کار یہ اپنی گدھی پر سوار ہو کر بنی اسرائیل کے لشکر کی طرف چل پڑا۔ جب وہ قریب پہنچا تو گدھی بیٹھ گئی اس نے اسے کھڑا کرنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ کھڑی ہو کر پھر بیٹھ گئی آخر کار قدرت الہی سے گدھی بولی کہ اے بلعام تو کہاں جا رہا ہے؟ کیا تو نہیں دیکھ رہا کہ فرشتے مجھے اس طرف جانے سے روک رہے ہیں؟ کیا تو اللہ کے نبی اور مومنوں کے خلاف بددعا کرے گا؟ وہ پھر بھی گدھی سے نیچے نہ اترا اور اسے مار پیٹ کر آگے چلانے کی کوشش کرتا رہا آخر کار وہ چل پڑی۔ جب وہ ہسان نامی پہاڑ کے قریب پہنچا اور موسیٰ (ﷺ) کی قوم کو دیکھا تو بددعا کرنے لگا لیکن اس کی زبان اس کے قابو میں نہ رہی۔ اس

کی بددعا خود اس کی قوم کے لئے نکلنے لگی لوگوں نے اسے ملامت کی۔ اس نے کہا: میں کیا کر سکتا ہوں۔ میری زبان سے یہی کچھ نکل رہا ہے پھر اس کی زبان لمبی ہو کر سینے سے لٹک گئی پھر اس نے قوم سے کہا: میری تو دنیا بھی برباد ہو گئی اور آخرت بھی۔ اب موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے خلاف کوئی مکر و فریب ہی کیا جاسکتا ہے۔ اپنی عورتوں کو خوب زیب و زینت کروا کر کچھ اشیاء دے کر بیچنے کے لئے بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دو، وہ مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اگر بنی اسرائیل کا ایک آدمی بھی بدکاری کر لے گا تو تمہیں لڑنے کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ قوم نے اس کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے اپنی عورتوں کو بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دیا ایک اسرائیلی سردار نے ایک عورت کے ساتھ خلوت کی اسی وقت اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر طاعون کی وبا بھیج دی۔ جب معلوم ہوا تو بنی اسرائیل کے ایک شخص نے اس خیمے میں جا کر دونوں کو قتل کر دیا اور کہنے لگا: اے اللہ، ہم تیرے نافرمانوں کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہیں۔ پھر طاعون کی وبا ختم ہو گئی۔ (تفسیر ابن کثیر)

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور (اے نبی ﷺ) ان لوگوں کو اس شخص کا حال سنائیے کہ جس کو ہم نے اپنی آیات دیں تو وہ ان (احکام کی پابندی) سے بالکل ہی نکل گیا پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور وہ گمراہ لوگوں میں شامل ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیات کی بدولت بلند مرتبہ عطا کر دیتے لیکن وہ تو زمین (دنیا) کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا۔ پس اس کی مثال کتے جیسی ہے کہ اگر آپ اس پر کوئی بوجھ ڈال دیں تب بھی وہ ہانپتا ہے یا اس کو چھوڑ دیں تب بھی ہانپتا ہے۔ یہی مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان واقعات کو (لوگوں کے سامنے) بیان کر دیجئے تاکہ وہ غور و فکر کریں۔ ان لوگوں کی مثال بھی (بہت ہی) بری ہے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں اور وہ اپنے آپ پر ہی ظلم کرتے ہیں۔“ (الاعراف: 7: آیات 175 تا 177)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ بیماری (طاعون) ایک عذاب ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلے کی کچھ امتوں کو سزا دی تھی۔“ (بخاری۔ عن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ)

قوم کی نافرمانی پر عذاب الہی:

جب حضرت یوشع علیہ السلام قوم کو لے کر بیت المقدس کے دروازے پر پہنچے تو انہیں حکم دیا کہ شہر میں سجدہ کرتے ہوئے یعنی عاجزی کے ساتھ رکوع کی حالت میں جھک کر داخل ہوں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے وہ عظیم فتح عطا فرمائی ہے جن کا ان سے وعدہ کیا تھا لیکن وہ شہر میں بڑے غلط انداز میں داخل ہوئے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اور جب ان (بنی اسرائیل) کو حکم دیا گیا کہ اس بستی (بیت المقدس) میں آباد ہو جاؤ اور جہاں سے تمہارا جی چاہے کھاؤ اور حِطَّة (ہمیں معاف کر دیجئے) کہتے رہو اور سجدہ کرتے ہوئے (بیت المقدس کے) دروازہ میں داخل ہو جاؤ۔ ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے۔ نیک کام کرنے والوں کو ہم اور زیادہ (اجر) دیں گے۔ ان میں سے ظالموں نے اس کلمہ (حِطَّة) ہی کو بدل ڈالا جسے پڑھنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔ ہم نے ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر آسمان سے عذاب بھیج دیا۔“ (الاعراف: 7: آیات 161 تا 162)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے البقرہ 2: آیات 58 تا 59﴾

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ شہر کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور زبان سے یہ کہو کہ حِطَّة ”ہماری خطائیں معاف فرما دیں“ وہ سرین کے بل گھٹے ہوئے اور زبان سے یہ کہتے ہوئے داخل ہوئے حِطَّة ”بالی میں دانہ۔“ (بخاری۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

حضرت یوشع علیہ السلام کی وفات:

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی قیادت میں بنی اسرائیل اپنے آباء اجداد کی سرزمین بیت المقدس پر قابض ہو گئے اور وہاں سکون کے ساتھ رہنے لگے۔ حضرت یوشع علیہ السلام انہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب تورات کے مطابق چلاتے رہے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام 127 سال کی عمر میں اس دنیا فانی سے رحلت فرما گئے۔

حضرت خضر علیہ السلام

حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں اکثر علما کا قول ہے کہ آپ علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ علیہ السلام کے نام کے بارے میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”آپ (علیہ السلام) کا نام خضر اس لئے مشہور ہوا کہ ایک بار آپ خشک گھاس پر بیٹھے تھے جب اُٹھے تو گھاس ”خضر“ یعنی سرسبز ہو کر لہلا رہی تھی (اس وقت سے آپ علیہ السلام کا نام خضر مشہور ہو گیا)۔“ (بخاری۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کرنے کا حکم دیا تھا۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”وہاں انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ (خضر علیہ السلام) کو پایا جسے ہم نے اپنی رحمت سے نوازا تھا اور اپنی طرف سے ایک خاص علم عطا کیا تھا۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے ان (خضر علیہ السلام) سے کہا: اگر میں آپ کے ساتھ رہوں تو کیا آپ اس علم کا کچھ حصہ مجھے بھی سکھا دیں گے جو آپ کو سکھایا گیا ہے؟ انہوں (خضر علیہ السلام) نے جواب دیا: آپ میرے ساتھ رہ کر ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے اور جس کی حقیقت کا آپ کو علم نہ ہو آپ اس پر کیسے صبر کر سکتے ہیں۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اگر اللہ نے چاہا تو آپ ضرور مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں کسی بات میں بھی آپ کی نافرمانی نہیں کروں۔ انہوں (خضر علیہ السلام) نے کہا: اگر آپ میرے ساتھ رہنا ہی چاہتے ہیں تو پھر مجھ سے کسی چیز کے بارے میں کوئی سوال نہ کرنا یہاں تک کہ میں خود ہی اس کے بارے میں آپ کو بتا دوں۔“

(الکہف: 18: آیات 65 تا 70)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر الکہف 18: آیات 71 تا 78﴾

اگر حضرت خضر علیہ السلام نبی نہ ہوتے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے اس انداز میں بات

نہ کرتے اور حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے کاموں کی حقیقت بتائی، اس وقت بھی انہوں نے یہی کہا کہ یہ تمام کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کئے ہیں۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

”اس کشتی کا معاملہ تو یہ تھا کہ وہ چند مسکینوں کی ملکیت تھی جو دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے۔ میں نے چاہا کہ اس کشتی کو عیب دار بنا دوں کیونکہ ان کے آگے ایک ایسا بادشاہ تھا جو ہر (صحیح سالم) کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا اور لڑکے کا قصہ یہ ہے کہ اس کے والدین مومن تھے، ہمیں خوف ہوا کہ یہ لڑکا اپنی سرکشی اور کفر کی وجہ سے ان کے لئے کوئی مصیبت کھڑی نہ کر دے اس لئے ہم نے چاہا کہ ان کا رب انہیں اس کے بدلہ اس سے بہتر (اولاد) عطا کرے جو پاکیزہ اور زیادہ محبت کرنے والی ہو اور دیوار کا قصہ یہ ہے کہ وہ 2 یتیم بچوں کی تھی جو اس شہر میں رہتے تھے۔ اس (دیوار) کے نیچے ان کے لئے خزانہ دفن تھا۔ ان کا باپ بڑا نیک شخص تھا۔ لہذا آپ کے رب کی چاہت تھی کہ یہ دونوں (یتیم بچے) اپنی جوانی کی عمر کو پہنچ کر اپنا یہ خزانہ آپ کے رب کی مہربانی اور رحمت سے نکال لیں۔ یہ کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کئے تھے۔ یہ ہے ان واقعات کی اصل حقیقت جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔“ (الکہف: 18: آیات 79 تا 82)

حضرت خضر علیہ السلام کی اس وقت زندہ رہنے کے بارے میں جتنی بھی روایات یا اقوال ہیں وہ سب ضعیف یا موضوع (من گھڑت) ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا :- ”آج جو لوگ روئے زمین پر موجود ہیں 100 سال کے بعد ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہے گا۔“ (بخاری۔ عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما)

﴿وضاحت: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام اس وقت زندہ نہیں ہیں﴾

حضرت الیاس علیہ السلام

حضرت الیاس علیہ السلام کا نسب نامہ:

الیاس (علیہ السلام) بن یاسین بن قنحاص بن العیزار بن ہارون (علیہ السلام) بن عمران بن قاہث بن عازر بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم (علیہ السلام) بن تارح (آزر) بن ناحور بن ساروح بن راغو بن فالخ بن عبیر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلایل بن قینان بن یانش بن شیث بن آدم (علیہ السلام) - (قصص الانبیاء، لابن کثیر رحمہ اللہ - سیرت نبوی ص ۱۲۸، ابن ہشام رحمہ اللہ)

حضرت الیاس علیہ السلام کی نبوت:

حضرت الیاس علیہ السلام کو دمشق کے شمال مشرق کے شہر ”بال مشد“ کے باشندوں کی طرف بھیجا گیا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام نے بادشاہ اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف بلایا اور انہیں یہ نصیحت کی کہ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بعل نامی بت کی پوجا چھوڑ کر اللہ عزوجل کی عبادت کرو جس نے بڑے اچھے انداز میں تمہیں پیدا کیا، وہی تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا رب ہے۔ بادشاہ اور لوگوں نے آپ علیہ السلام کی نصیحت ماننے سے انکار کرتے ہوئے آپ علیہ السلام کو جھٹلایا اور مخالفت کی بلکہ آپ علیہ السلام کو شہید کرنے کا منصوبہ بنا لیا۔ آپ علیہ السلام روپوش ہو گئے۔ 10 سال تک آپ علیہ السلام روپوش رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے بادشاہ کو موت دی اور دوسرا بادشاہ بن گیا پھر حضرت الیاس علیہ السلام لوگوں کے سامنے آئے اور اس بادشاہ اور عام لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ آپ علیہ السلام کی دعوت پر بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

”اور بے شک الیاس (ؑ) بھی رسولوں میں سے تھے۔ (یاد کرو) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم لوگ (اللہ کے عذاب سے) ڈرتے نہیں ہو؟ کیا تم بعل (بت) کو پکارتے ہو؟ اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے (احسن الخالقین) کو چھوڑے بیٹھے ہو، اللہ کو جو تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے۔ لیکن قوم نے انہیں جھٹلا دیا، اب وہ ضرور (جہنم میں سزا کے لئے) پیش کئے جائیں گے۔ سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے۔ اور ہم نے الیاس (ؑ) کا ذکر خیر (بھی) بعد میں آنے والی نسلوں میں باقی رکھا۔ الیاس (ؑ) پر بھی سلام ہو۔ ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی (اچھا) بدلہ دیا کرتے ہیں۔ واقعی وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔“ (الصُّفَّت: 37: آیات 123 تا 132)

حضرت کالب بن یوفنا ؑ

حضرت کالب ؑ حضرت موسیٰ ؑ کے ایک ساتھی اور آپ ؑ کی ہمیشہ مریم کے شوہر تھے۔ آپ ؑ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے اور بہت ہی زیادہ پرہیزگاری اختیار کرنے والے تھے۔ جب بنی اسرائیل کو جہاد کا حکم ملا اور انہوں نے جہاد سے روگردانی کی تو حضرت کالب اور حضرت یوشع ؑ نے انہیں یہ خوشخبری سنائی تھی کہ تم جہاد سے کیوں منہ موڑ رہے ہو تم جیسے ہی دشمن کے قلعوں کے دروازوں کے پاس پہنچو گے تو یقیناً تمہیں اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد سے کامیابی حاصل ہو جائے گی۔

(التاریخ۔ لابن جریر رحمہ اللہ)

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

”اللہ سے ڈرنے والے 2 آدمیوں (حضرت کالب اور حضرت یوشع ؑ) نے جن پر اللہ کا فضل ہوا تھا، کہا کہ تم ان پر (حملہ کرتے ہوئے) دروازہ میں تو پہنچ جاؤ۔ جب تم اندر دروازہ میں قدم رکھ لو گے تو یقیناً تم ہی غالب آ جاؤ گے اور تم اگر (سچے) مومن ہو تو صرف اللہ پر بھروسہ رکھو۔“ (المائدہ 5: آیت 23)

حضرت حزقیل علیہ السلام

حضرت کالب علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت حزقیل بن بوزی علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی اور انہوں نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

امام سدی رحمہ اللہ کا قول ہے: واصف (جگہ) کے قریب ایک شہر داوردان میں طاعون کی وبا پھیل گئی وہاں کے اکثر باشندے اپنے شہر سے نکل کر ایک قریبی مقام پر جا ٹھہرے۔ شہر میں ٹھہرنے والوں میں سے اکثر مر گئے۔ وبا ختم ہونے پر جب لوگ شہر میں واپس آئے تو شہر میں باقی رہنے والوں نے کہا: شہر سے نکلنے والے ہم سے زیادہ سمجھدار تھے۔ اگر دوبارہ طاعون کی وبا پھیلی تو ہم بھی شہر سے دور چلے جائیں گے۔ اگلے سال پھر طاعون کی وبا پھیل گئی یہ تمام لوگ جن کی تعداد 35 ہزار تھی ایک وسیع میدان میں جا کر ٹھہرے۔ اللہ رب العزت کے فرشتے نے وادی کے نشیب کی طرف سے آواز دی:- ”مر جاؤ“ لہذا یہ سب مر گئے۔

اسی دوران وہاں سے ایک نبی حضرت حزقیل علیہ السلام کا گزر ہوا انہیں دیکھ کر رک کر ان کے متعلق سوچنے لگے۔ آپ علیہ السلام ابھی ان کی موت پر تعجب ہی فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی:- ”کیا آپ دیکھنا چاہتے ہیں کہ میں ان کو کس طرح زندہ کروں گا؟“ آپ علیہ السلام نے کہا:- ”جی ہاں“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:- ”آواز دیجئے یہ زندہ ہو جائیں گے۔“ انہوں نے کہا:- ”اے ہڈیو، اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے اکٹھی ہو جاؤ۔“ یہ سنتے ہی ہڈیاں ایک دوسرے سے جڑنے لگیں یہاں تک کہ ڈھانچے تیار ہو گئے۔ پھر فرمایا:- ”انہیں حکم دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ گوشت پہن لو۔“ یہ کہتے ہی ان پر گوشت چڑھ گیا اور ان پر وہ لباس بھی آ گیا جو انہوں نے پہنا ہوا تھا پھر حکم ہوا:- ”اللہ کے حکم سے کھڑے ہو جاؤ۔ وہ اللہ کے حکم سے کھڑے ہو گئے۔“ (تفسیر الطبری۔ تفسیر البقرہ 2: آیت 243)

حدیث رسول اکرم ﷺ:

”جب تم ایسے علاقے میں موجود ہو جہاں طاعون کی وبا پھیل چکی ہو تو وہاں (موت) سے بچنے کے لئے نہ نکلو اور جب تمہیں معلوم ہو جائے کہ فلاں مقام پر طاعون کی وبا پھیلی ہوئی ہے تو وہاں مت جاؤ۔“ (مسند احمد۔ عن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ)

حضرت یسع علیہ السلام

حضرت یسع علیہ السلام کا نسب نامہ:

الیسع (علیہ السلام) بن عدی بن شوتلم بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم الخلیل (علیہ السلام) بن تارح (آزر) بن ناحور بن ساروح بن راغو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلاییل بن قینان بن یائیش بن شیث بن آدم (علیہ السلام)۔ (نقص الانبیاء، لابن کثیر رحمہ اللہ۔ سیرت نبوی ﷺ، ابن ہشام رحمہ اللہ)

حضرت یسع علیہ السلام کو بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی آپ علیہ السلام زندگی بھر حضرت الیاس کی شریعت پر عمل پیرا رہے اور قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے۔ آپ علیہ السلام کی قوم میں برائیاں عام ہو گئیں، بدکردار لوگوں کو اقتدار مل گیا، سرکش لوگوں کی تعداد بڑھ گئی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام کو بھی شہید کر دیا۔ بنی اسرائیل جب دشمنوں سے جنگ کرتے تو اپنے ساتھ تابوت سیکنہ بھی رکھتے تھے جس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے، ان کی برکت سے انہیں فتح حاصل ہو جاتی تھی۔ جب بنی اسرائیل برائیوں میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمن کو ان پر مسلط کر دیا۔ قوم عمالقہ نے ان سے جنگ کر کے ان سے تابوت سیکنہ چھین لیا۔ بنی اسرائیل کا بادشاہ اسی غم میں مر گیا اور بنی اسرائیل ایسے جانوروں کی طرح ہو گئے جن کا کوئی نگہبان نہیں تھا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

- ① ”اور (ان کے علاوہ) اسماعیل، یسع، یونس اور لوط (علیہم السلام) کو بھی (سیدھا راستہ دکھایا) اور (ان میں سے) ہر ایک کو ہم نے تمام جہان والوں پر فضیلت دی تھی۔“ (الانعام: 6، آیت 86)
- ② ”اور آپ اسماعیل، یسع اور ذوالکفل (علیہم السلام) کا ذکر بھی کیجئے، یہ سب ہی نیک لوگوں میں سے تھے۔“ (ص 38: آیت 48)

حضرت ذوالکفل علیہ السلام

حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا نسب نامہ:

ذوالکفل (بشر علیہ السلام) بن ایوب بن موص بن رازح بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم الخلیل (علیہ السلام) بن تارح (آزر) بن ناحور بن ساروح بن راغو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلاییل بن قینان بن یانش بن شیت بن آدم (علیہ السلام)۔ (قصص الانبیاء، لابن کثیر رحمہ اللہ۔ سیرت نبوی ص ۱۲۸، ابن ہشام رحمہ اللہ)

حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا تعارف و بعثت:

حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا اصل نام بشر تھا۔ ذوالکفل ذمہ داری اٹھانے والے کو کہتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے بڑے اچھے انداز میں ذمہ داری نبھائی اس لئے آپ علیہ السلام اسی نام سے مشہور ہوئے۔ آپ علیہ السلام بڑے نیک سیرت شخص تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قوم کی راہ نمائی کی ذمہ داری سونپی تھی۔ شیطان نے آپ علیہ السلام کو بہکانے کی بڑی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب حضرت یسع علیہ السلام بوڑھے ہو گئے تو انہوں نے سوچا کہ میں اپنی زندگی میں ہی اپنا نائب مقرر کر دوں۔ یہ سوچ کر انہوں نے لوگوں کے سامنے یہ اعلان کیا کہ جو آدمی بھی میری طرف سے 3 ذمہ داریاں قبول کرے گا میں اسے اپنا خلیفہ مقرر کر لوں گا اور وہ ذمہ داریاں یہ ہیں: ① دن کو روزے رکھے ② راتوں کو قیام کرے ③ غصہ نہ کرے۔ ایک آدمی بشر (ذوالکفل علیہ السلام) نے کھڑے ہو کر کہا: میں یہ ذمہ داریاں قبول کرتا ہوں۔ حضرت یسع علیہ السلام نے انہیں اپنا خلیفہ مقرر کر لیا۔ ابلیس دیگر شیاطین سے کہا کرتا تھا کہ اس شخص کو کسی نہ کسی طرح قابو میں لاؤ۔ شیاطین نے انہیں گمراہ کرنے کی کوشش کی مگر ناکام ہو گئے۔ آخر کار ابلیس ایک دن خود ان کے پاس بوڑھا فقیر بن کر آیا، اس وقت حضرت ذوالکفل علیہ السلام دوپہر کے وقت قیلولہ کرنے کے لئے لیٹے ہوئے تھے۔ ابلیس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا: کون؟ ابلیس نے جواب دیا: میں ایک

ضعیف ہوں۔ آپ ﷺ نے دروازہ کھول دیا اور وہ اپنی کہانی سنانے لگا۔ ابلیس نے کہا: میری قوم نے مجھ پر بڑا ظلم کیا ہے۔ وہ اپنی بات کو طول دیتا چلا گیا یہاں تک کہ قبولہ کا وقت ختم ہو گیا اور عدالت میں جانے کا وقت ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عدالت میں میرے پاس آنا میں تمہارا حق دلا دوں گا۔ آپ ﷺ عدالت میں اس کا انتظار کرتے رہے مگر وہ بوڑھا نہ آیا۔ اگلے دن پھر جب آپ ﷺ بستر پر آئے تو اس نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ ﷺ نے دروازہ کھولا۔ اس بوڑھے نے پھر وہی پرانی داستان سنائی اور ساتھ یہ بھی کہا کہ میں آپ کے پاس اس لئے نہیں آیا کہ لوگوں نے کہا کہ ہم خود ہی تمہارا حق تمہیں دے دیں گے۔ جب آپ ﷺ کی عدالت کا وقت گزر گیا تو وہ اپنی بات سے مکر گئے۔ تیسرے دن جب آپ ﷺ قبولہ کرنے کے لئے آ رہے تھے تو آپ ﷺ نے دربان سے کہا: کسی کو بھی میرے پاس نہ آنے دینا۔ یہ بوڑھا تیسرے دن بھی آ گیا اور دربان سے کہا: مجھے جانے دو، میں نے کل بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مسئلہ پیش کیا تھا لیکن دربان نے اسے اندر جانے کی اجازت نہیں دی۔ ابلیس نے جب دیکھا کہ دروازے سے اندر جانا مشکل ہے تو وہ کمرے کے روشندان کے ذریعے اندر چلا گیا اور اندر سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ ﷺ نے دربان کو کہا: میں نے تمہیں کہا تھا کہ میرے پاس کسی کو نہیں آنے دینا، یہ کیسے آ گیا؟ دربان نے کہا: یہ دروازے سے نہیں آیا، آپ خود غور کریں کہ کہاں سے آیا ہے۔ آپ ﷺ نے کہا: کیا تو اللہ کا دشمن ابلیس ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ میں نے آپ کو غصہ دلانے کے لئے کئی حربے استعمال کئے مگر آپ نے میری ہر کوشش ناکام بنا دی۔ (تفسیر ابن کثیر، تفسیر الانبیاء، 21: آیات 85 تا 86)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی 2 سورتوں میں آپ ﷺ کا ذکر خیر فرمایا ہے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اور اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل (ﷺ) کو بھی یاد کیجئے یہ سب بڑے صبر کرنے والے لوگ تھے اور ان سب کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا یہ سب ہی نیک لوگ تھے۔“

(الانبیاء، 21: آیات 85 تا 86)

② ”اور آپ اسماعیل، یسع اور ذوالکفل (ﷺ) کا ذکر بھی کیجئے، یہ سب ہی نیک لوگوں میں سے تھے۔“ (ص 38: آیت 48)

حضرت شمویل (شمعون) علیہ السلام

حضرت شمویل (شمعون) علیہ السلام کا نسب نامہ:

شمویل (علیہ السلام) بن بالی بن علقمة بن یرخام بن الیہو بن تہو بن صوف بن علقمة بن ماحث بن عموصا بن عزریا (فصل الانبیاء، لابن کثیر رحمہ اللہ)

حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب قوم عمالقه بنی اسرائیل پر غالب آگئی تو انہوں نے بہت سے بنی اسرائیلیوں کو قتل کر دیا اور ایک بڑی تعداد کو اپنا غلام بنا لیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے لاوی کے خاندان سے نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور ان کی اولاد میں سے صرف ایک حاملہ خاتون باقی رہ گئیں، اس خاتون نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے اللہ، مجھے بیٹا عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹا عطا فرمایا اس نے اس بیٹے کا نام شمویل علیہ السلام (شمعون) رکھا۔ عبرانی زبان میں اس کا معنی ہے: ”اللہ نے میری دعا سن لی۔“ جب یہ بچہ کچھ بڑا ہوا تو ماں نے اسے مسجد میں لے جا کر ایک نیک آدمی کے حوالے کر دیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بھلائی کی باتیں سیکھے۔ جوان ہونے تک یہ اسی نیک آدمی کے پاس رہا۔ ایک رات یہ سویا ہوا تھا کہ مسجد کے ایک کونے سے آواز آئی یہ گھبرا کر اٹھا اور اسے ایسا لگا جیسے اس کے استاد محترم نے بلایا ہو۔ اس نے اپنے استاد محترم سے پوچھا: کیا آپ نے مجھے بلایا ہے؟ استاد نے کہا: جی ہاں، میں نے ہی بلایا تھا لہذا آپ پریشان نہ ہوں، سو جائیں۔ جب وہ سو گیا پھر اسے دوبارہ آواز آئی پھر وہ اٹھا۔ 3 بار ایسے ہی ہوا تیسری بار اس نے دیکھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام اس کے پاس آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو آپ کی قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا ہے۔ (تفسیر الطبری - تفسیر البقرہ 2: آیت 246) اس واقعہ کے بعد آپ علیہ السلام قوم کے پاس گئے اور انہیں وعظ و نصیحت شروع کر دی۔

بنی اسرائیل کی جہاد کی خواہش اور ان کی آزمائش:

بنی اسرائیل ایک زمانہ تک ٹھیک چلتے رہے پھر ان میں مختلف برائیاں پھیل گئیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مسلسل ان میں اپنے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا جو بنی اسرائیل کو بری باتوں سے منع اور نیکی کی تلقین کرتے رہے لیکن جب بنی اسرائیل میں برائیاں عام ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ

نے دشمن کو ان پر مسلط کر دیا جنہوں نے ان کا قتل عام کیا، مال اسباب لوٹ لیا اور اکثر کو گرفتار کر لیا۔ آخر کار انہوں نے اپنے زمانہ کے نبی حضرت شمویل (علیہ السلام) سے درخواست کی کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے تاکہ ہم اس کی قیادت میں متحد ہو کر جہاد کریں۔ حضرت شمویل (علیہ السلام) بنی اسرائیل کی کمزوریوں سے واقف تھے انہوں نے کہا: اے میری قوم، ممکن ہے کہ جہاد فرض ہو جانے کے بعد تم اس کے منکر ہو جاؤ۔ بنی اسرائیل نے کہا: ہم جہاد کیوں نہیں کریں، ہمارے گھر برباد ہو گئے اور ہم بچوں سے دور کر دیئے گئے، کیا ہم اپنی عورتوں اور بچوں کو آزاد کرانے کے لئے دشمنوں سے جہاد نہیں کریں گے؟ آخر کار اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت شمویل (علیہ السلام) نے ان کا بادشاہ (طالوت) مقرر کر دیا جس کی قیادت میں وہ جہاد کے لئے نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے راستہ میں ان کی آزمائش کی جس میں کچھ کامیاب ہوئے اور اکثر ناکام ہوئے۔ اسی لشکر میں اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد (علیہ السلام) بھی تھے جنہوں نے کم عمر ہونے کے باوجود دشمن قوم کے سردار جالوت کو قتل کیا اور قوم عمالقمہ بنی اسرائیل سے جو تابوت سیکنہ چھین کر لے گئی تھی وہ بھی انہیں اسی جہاد کے دوران ملا۔ جالوت کے قتل سے اس کے لشکروں کو شکست ہوئی کفر کا زور ٹوٹ گیا اور اہل ایمان کو غلبہ نصیب ہوا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”کیا آپ (ﷺ) نے موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں پر غور نہیں کیا، جب انہوں نے اپنے نبی (حضرت شمویل (علیہ السلام)) سے کہا: کسی کو ہمارا بادشاہ مقرر کر دیجئے تاکہ ہم (اس کی قیادت میں) اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ اس (نبی (علیہ السلام)) نے کہا: کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر جہاد فرض کر دیا جائے اور تم جہاد سے انکار کر دو۔ انہوں نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد نہ کریں جبکہ ہمیں اپنے گھروں سے نکالا گیا ہے، بچوں سے جدا کر دیا گیا ہے پھر جب ان پر جہاد فرض کر دیا گیا تو ان میں سے سوائے چند آدمیوں کے سب (اس عہد سے) پھر گئے اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے اور ان (بنی اسرائیل) سے ان کے نبی نے کہا: اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کیا ہے۔ انہوں نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ (طالوت) ہمارا بادشاہ بن جائے حالانکہ ہم اس سے زیادہ بادشاہی کے حقدار ہیں اور وہ (طالوت) زیادہ مالدار بھی نہیں ہے۔ اس (نبی (علیہ السلام)) نے کہا: اللہ نے اسے تم میں سے منتخب کر لیا ہے اور علمی و جسمانی صلاحیت اسے

تم سے زیادہ عطا فرمائی ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنا ملک عطا کرتا ہے اور اللہ بڑی وسعت، خوب علم والا ہے اور ان (بنی اسرائیل) سے ان کے نبی نے کہا: اس (طالوت) کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک صندوق آجائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے سکون قلب کا سامان ہوگا اور آل موسیٰ اور آل ہارون کے چھوٹے ہوئے تبرکات ہوں گے۔ اس (صندوق) کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے۔ اگر تم واقعی مومن ہو تو اس میں تمہارے لئے بہت بڑی نشانی ہے پھر جب طالوت اپنی فوج کو لے کر (جہاد کے لئے) نکلا تو اس نے (اپنی فوج سے) کہا: اللہ تمہیں ایک نہر کے ذریعہ آزمائے گا جو اس نہر سے پانی پی لے گا وہ میرا ساتھی نہیں ہوگا اور جو نہیں پیئے گا وہ میرا ساتھی ہوگا، سوائے اس آدمی کے جو ایک چلو پانی پی لے۔ ان میں سے چند افراد کے علاوہ سب نے پانی پی لیا پھر جب وہ (طالوت) اور اس کے مومن ساتھی نہر پار کر چکے تو (کمزور ایمان والے) لوگوں نے کہا: آج ہمیں جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ جن لوگوں کو اللہ سے ملاقات کا یقین تھا، انہوں نے کہا: اکثر و بیشتر چھوٹی جماعتیں اللہ کے حکم سے بہت بڑی جماعتوں پر غالب آ جاتی ہیں اور اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے اور جب جالوت اور اس کے لشکر سے ان کا مقابلہ ہوا تو انہوں نے دعا مانگی: اے ہمارے رب، ہمیں صبر عطا فرما اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کفار کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔ انہوں (طالوت اور اس کے ساتھیوں) نے اللہ کے حکم سے انہیں (جالوت اور اس کے لشکر کو) شکست دی اور داؤد (علیہ السلام) طالوت کے لشکر کے ایک سپاہی) نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے اسے (داؤد علیہ السلام) کو بادشاہی اور حکمت عطا فرمائی اور جس قدر چاہا علم سکھایا اور اسی طرح اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ (سرکشی) سے نہ ہٹاتا تو یقیناً زمین میں فساد پھیل جاتا لیکن اللہ دنیا والوں پر بڑا ہی فضل کرنے والا ہے۔“ (البقرہ: 2: آیات 246 تا 251)

حدیث رسول اکرم ﷺ:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ ذکر کیا کرتے تھے غزوہ بدر میں اتنے صحابہ شریک تھے جتنے طالوت کے (مخلص) ساتھی تھے جنہوں نے ان کے ساتھ دریا پار کیا تھا ان کی تعداد 300 سے کچھ زیادہ تھی۔ (بخاری)

حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام کا نسب نامہ:

داؤد (علیہ السلام) بن ایشا بن عوید بن عابر بن سلمون بن نحشون بن عمینا ذب بن ارم بن حصرون بن فارص بن یھودا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم (علیہ السلام) بن تارح (آزر) بن ناحور بن ساروح بن راغو بن فالخ بن عبیر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلا ییل بن قینان بن یانیش بن شیث بن آدم (علیہ السلام)۔

(قصص الانبیاء، لابن کثیر رحمہ اللہ - سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابن ہشام رحمہ اللہ)

حضرت داؤد علیہ السلام کی نبوت:

جب جالوت نے طالوت کو جنگ کی دعوت دی تو اسے کہا: تم میری طرف آؤ گے یا میں تمہاری طرف آؤں۔ طالوت نے اپنی فوجوں سے کہا: اس کا چیلنج کون قبول کرتا ہے؟ اتنے میں حضرت داؤد علیہ السلام سامنے آئے اور جالوت کا مقابلہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ لوگوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کی بہادری سے متاثر ہو کر انہیں خوب عزت دی اور حضرت شمویل علیہ السلام کے بعد انہیں اپنا بادشاہ بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی حضرت داؤد علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی۔ اس طرح نبوت اور حکومت ایک ہی فرد میں جمع ہو گئیں۔ آپ علیہ السلام سے پہلے نبی ایک قبیلے کا ہوتا اور بادشاہ دوسرے قبیلے کا ہوتا تھا سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کے۔

حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے انعامات:

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بہت سی نعمتوں سے نوازا تھا جن میں سے حسن صوت (سُرِ ملی آواز)، اللہ تعالیٰ کی بہترین انداز میں عبادت، حتیٰ کہ پرندے اور پہاڑ بھی ان کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے تھے۔ اللہ رب العزت نے ان کے لئے لوہے کو بہت نرم بنا دیا تھا جس سے وہ جو چیز بنانا چاہتے با آسانی بنا لیا کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام لوہے

کی زرہ بنا کر فروخت کرتے اور اسی سے اپنے خورد و نوش کا اہتمام کیا کرتے تھے۔
فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اور ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو داؤد (ﷺ) کے تابع کر دیا تھا جو ان کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے اور یہ سب ہم ہی نے کیا تھا اور ہم نے انہیں (داؤد ﷺ) کو تمہارے (فائدے کے) لئے زرہ (جنگی لباس) بنانے کی کارگیری سکھائی تاکہ وہ (زرہ) لڑائی کے نقصان سے تمہارا بچاؤ کرے پھر کیا تم شکر گزار بنتے ہو؟“ (الانبیاء 21: آیات 79 تا 80)

② ”اور بلاشبہ ہم نے داؤد (ﷺ) کو اپنی طرف سے بڑا فضل عطا کیا تھا (ہم نے پہاڑوں سے کہا) اے پہاڑو، ان (داؤد ﷺ) کے ساتھ تم بھی تسبیح پڑھا کرو اور پرندوں کو بھی (ہم نے یہی حکم دیا) ہم نے ان (داؤد ﷺ) کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا (اور کہا کہ) اس کی زرہیں بناؤ، ان کے حلقے ٹھیک انداز پر رکھو اور نیک اعمال کرو۔ یقین مانو، میں تمہارے اعمال دیکھ رہا ہوں۔“ (سبا 34: آیات 10 تا 11)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر ص 38: آیات 17 تا 20﴾

احادیث رسول اکرم ﷺ:

① ”حضرت داؤد ﷺ پر (بطور معجزہ) زبور کی تلاوت کرنا بہت آسان بنا دیا گیا تھا، وہ اپنی سواری پر سوار ہونے کے لئے کسی آدمی کو زین کسنے کا حکم دیتے اور زین کسے جانے سے پہلے ہی حضرت داؤد ﷺ مکمل زبور پڑھ لیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے محنت (لوہے کی زرہ بنا کر فروخت) کر کے کھاتے۔“ (بخاری۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

② ”اللہ تعالیٰ کو داؤد ﷺ کی نماز تمام نمازوں سے زیادہ پیاری ہے اور ان کا روزہ بھی تمام روزوں سے زیادہ پیارا ہے۔ آپ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آدھی رات آرام کرتے، تہائی رات قیام کرتے اور آخری حصہ میں سو جاتے تھے۔ حضرت داؤد ﷺ ایک دن روزہ رکھتے اور دوسرے دن نہ رکھتے۔ جب دشمن سے سامنا ہوتا تو بھاگ نہ جاتے (بلکہ بہادری کا مظاہرہ کرتے)۔ (بخاری، مسلم۔ عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما)

حضرت داؤد ﷺ کی معاملہ فہمی اور قوت فیصلہ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد ﷺ پر دیگر نعمتوں کے ساتھ ساتھ یہ نعمت بھی فرمائی کہ

آپ ﷺ کو معاملہ سمجھنے اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت بخشی۔ لوگوں کے درمیان جو اختلافات ہو جاتے آپ ﷺ اس کا فیصلہ کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ 2 آدمی حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس اپنا مقدمہ لے کر آئے ایک نے کہا کہ اس آدمی نے مجھ سے گائے چھین لی ہے دوسرے نے اس کا انکار کیا۔ آپ ﷺ نے ان کا فیصلہ رات تک مؤخر کر دیا رات کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر وحی نازل فرمائی کہ دعویٰ کرنے والے کو قتل کر دیا جائے۔ صبح کے وقت حضرت داؤد علیہ السلام نے دونوں کو بلایا اور کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ وحی کی ہے کہ میں دعویٰ کرنے والے کو قتل کر دوں۔ اب سچ بتاؤ کہ حقیقت کیا ہے؟ اس نے کہا: اے اللہ کے نبی، اس وقت میں اپنے دعویٰ میں بالکل سچا ہوں لیکن میں نے اس کے باپ کو قتل کیا تھا۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اسے سزائے موت کا حکم سنایا۔ اس فیصلہ سے آپ ﷺ کا مقام بنی اسرائیل کی نظروں میں اور بلند ہو گیا۔ (تفسیر ابن کثیر، تفسیر ص 38: آیت 20)

اسی طرح آپ ﷺ کے پاس اور بھی مقدمات آتے رہے جو آپ ﷺ بڑے احسن انداز میں حل کرتے رہے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”(اے محمد ﷺ) کیا آپ کے پاس اس مقدمہ کی خبر پہنچی ہے کہ جب 2 جھگڑنے والے دیوار پھلانگ کر محراب (داؤد علیہ السلام کی عبادت کی جگہ) میں آگئے تھے۔ جب وہ داؤد (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو وہ انہیں دیکھ کر گھبرا گئے۔ انہوں نے کہا: ڈریئے نہیں۔ ہم 2 فریق مقدمہ ہیں۔ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے لہذا آپ (علیہ السلام) انصاف سے ہمارے درمیان فیصلہ فرما دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے اور ہمیں سیدھی راہ سمجھا دیجئے۔ (پھر ان میں سے ایک نے کہا) بلاشبہ یہ میرا بھائی ہے۔ اس کے پاس 99 دُنیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک ہی دُنیا ہے۔ یہ مجھ سے کہہ رہا ہے کہ وہ بھی مجھے دے دو اور بات چیت میں اس نے مجھے دبا لیا ہے۔ داؤد (علیہ السلام) نے کہا: اس نے تمہاری دُنیا کو اپنی دُنیوں میں ملانے کا سوال کر کے تم پر ظلم کیا ہے اور مل جل کر ساتھ رہنے والے اکثر ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایماندار ہوں اور نیک عمل کریں۔ ایسے لوگ بہت ہی

کم ہوتے ہیں۔ (یہ بات کہتے ہی) داؤد (علیہ السلام) سمجھ گئے کہ ہم نے ان کی آزمائش کی ہے۔ چنانچہ وہ اپنے رب سے معافی مانگنے لگے اور سجدہ میں گر گئے اور (ہماری طرف پوری طرح) رجوع کیا۔ پس ہم نے ان کی غلطی معاف فرما دی اور یقیناً وہ ہمارے نزدیک بڑے مرتبہ والے اور بہت ہی اچھے ٹھکانے والے ہیں۔ (اللہ نے فرمایا) اے داؤد، ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے لہذا تم لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ (خواہش نفس) تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ یقیناً جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں، ان کے لئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ انہوں نے حساب کے دن (قیامت) کو بھلا دیا ہے۔“ (ص 38: آیات 21 تا 26)

حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر اور وفات:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو آپ علیہ السلام کی پشت سے آپ علیہ السلام کی اولاد کو نکالا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد میں سے ایک آدمی کو بہت روشن چہرے والا پایا۔ اللہ تعالیٰ سے پوچھا: اے میرے رب، یہ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تمہارا بیٹا داؤد ہے۔ عرض کیا: اس کی عمر کتنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: اس کی عمر 60 سال ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب، اس کی عمر میں اضافہ فرما دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہیں، البتہ آپ کی عمر میں سے کم کر کے اس کی عمر میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال مقرر تھی۔ آپ علیہ السلام نے 40 سال حضرت داؤد علیہ السلام کو دے دیئے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر 960 سال ہوئی تو ان کے پاس ملک الموت تشریف لائے حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: ابھی تو میری عمر کے 40 سال باقی ہیں۔ فرشتے نے جواب دیا: آپ نے اپنے بیٹے داؤد کو وہ 40 سال دیئے تھے۔ آپ علیہ السلام کو یہ یاد نہیں رہا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی عمر بھی پورے ہزار سال کر دی اور حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر بھی پورے 100 سال کر دی۔“ (مسند احمد۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

اپنی عمر پوری کرنے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کو پیارے ہو گئے اور آپ علیہ السلام کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام نے آپ کی تجہیز و تکفین کی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کا نسب نامہ:

سلیمان (علیہ السلام) بن داؤد بن ایشا بن عوید بن عابر بن سلمون بن نحشون بن عوینادب بن ارم بن حصرون بن فارص بن یھودا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم (علیہ السلام) بن تارح (آزر) بن ناحور بن ساروح بن راغو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلاییل بن قینان بن یانش بن شیث بن آدم (علیہ السلام)۔

(قصص الانبیاء، لابن کثیر رحمہ اللہ - سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابن ہشام رحمہ اللہ)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت و بادشاہت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ان کے والد محترم حضرت داؤد علیہ السلام کی بادشاہت اور نبوت میں جانشین مقرر فرمایا اور اپنے فضل و کرم سے ان پر بہت سے انعامات فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولیاں بھی سکھا دیں۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور بلاشبہ ہم نے داؤد اور سلیمان (علیہ السلام) کو علم عطا کیا تھا اور ان دونوں نے کہا: تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ سلیمان (علیہ السلام) داؤد (علیہ السلام) کے وارث ہوئے اور انہوں نے کہا: اے لوگو، ہمیں پرندوں کی بولی کا علم دیا گیا ہے اور ہمیں (دنیا کی) ہر چیز میں سے کچھ (حصہ) دیا گیا ہے۔ بلاشبہ یہ (اللہ کا) واضح فضل ہے۔“ (النمل: 27: آیات 15 تا 16)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی بے مثال حکومت:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ، مجھے ایسی بے مثال

بادشاہت عطا فرمائیے جو آپ نے کسی کو بھی عطا نہ کی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور آپ علیہ السلام کو بے مثال بادشاہت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو صرف انسانوں ہی نہیں بلکہ جنات، درندوں، چرند، پرند اور اپنی دیگر مخلوق پر بھی حکومت عطا فرمائی۔ آپ علیہ السلام سب کی بولیاں سمجھتے تھے اور اس نعمت پر آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر ادا کرتے تھے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور سلیمان (علیہ السلام) کے لئے جنوں، انسانوں اور پرندوں میں سے بہت سے لشکر جمع کئے گئے اور ان کی الگ الگ درجہ بندی کر دی گئی۔ یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی ایک وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو، تم سب اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ، ایسا نہ ہو کہ سلیمان (علیہ السلام) اور ان کا لشکر تمہیں بے خبری میں روند ڈالے۔“ (النمل 27: آیات 17 تا 18)

احادیث رسول اکرم ﷺ:

① ”نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں رات کے وقت نماز پڑھ رہا تھا، ایک شریر جن میرے سامنے آ گیا تاکہ میری نماز خراب کر دے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس پر قابو پا لیا اور میرا جی چاہا کہ میں اسے مسجد کے کسی ستون سے باندھ دوں تاکہ تم سب اسے دیکھ سکو، پھر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی وہ دعا یاد آ گئی جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مانگی تھی کہ مجھے ایسی حکومت عطا فرمائیے جو میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو، میں نے اسے ذلیل کر کے چھوڑ دیا۔“ (بخاری- عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

② ”ایک مرتبہ آپ ﷺ نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے نماز کے دوران ہی یہ جملہ کہے: میں تجھ سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں، میں تجھ پر اللہ کی لعنت بھیجتا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس طرح آگے بڑھایا جیسے کسی چیز کو پکڑنا چاہتے ہیں۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ، ہم نے آج آپ کو نماز میں وہ باتیں کہتے سنا ہے جو پہلے کبھی کہتے نہیں سنیں اور ہم نے

آپ ﷺ کو ہاتھ بڑھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا دشمن ابلیس آگ کا ایک شعلہ لے کر میرے چہرے پر پھینکنے کے لئے آیا تھا، میں نے تین بار کہا: میں تجھ سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں پھر میں نے کہا: میں تجھ پر اللہ کی لعنت بھیجتا ہوں پھر بھی وہ پیچھے نہ ہٹا تو میں نے چاہا کہ اسے پکڑ لوں۔ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کی (بے مثال بادشاہت کی) دعا نہ ہوتی تو میں اسے پکڑ کر باندھ دیتا اہل مدینہ کے بچے اس سے کھیلتے۔“ (مسلم۔ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہواؤں اور جنات کا مسخر ہونا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے معجزہ کے طور پر ہوا کو مسخر کر دیا تھا وہ جہاں بھی جانا چاہتے تخت پر بیٹھ جاتے اور ہوا کو حکم دیتے لے چل، وہ فوراً انہیں لے کر چل پڑتی۔ اسی طرح جنات کو بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا۔ ضرورت پڑنے پر وہ ان سے آسانی کا کام لیا کرتے تھے۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اور ہم نے تیز ہوا کو سلیمان (علیہ السلام) کے تابع بنا دیا جو ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جہاں ہم نے برکت رکھی تھی اور ہم ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔ اسی طرح سے بعض شیاطین کو بھی ہم نے ان (سلیمان علیہ السلام) کے تابع کر دیا تھا جو ان کے حکم سے (سمندر میں) غوطہ لگاتے اور اس کے علاوہ دوسرے کام بھی کرتے تھے اور ہم ہی ان (سب) کے نگہبان تھے۔“ (الانبیاء: 21؛ آیات 81 تا 82)

② ”پس ہم نے ہوا کو ان (سلیمان علیہ السلام) کے تابع کر دیا جو آپ (علیہ السلام) کے حکم سے جہاں آپ پہنچنا چاہتے وہاں آسانی سے پہنچا دیتی اور (طاقت ور) جنات کو بھی (ان کا تابع بنا دیا) جو عمارت بنانے والے اور دریا میں غوطہ لگانے والے تھے اور دوسرے (سرکش اور کافر) جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے۔ (اللہ نے انہیں کہا) یہ ہمارا عطیہ ہے۔ آپ چاہیں تو دوسروں پر احسان کیجئے یا نہ کیجئے۔ آپ سے کوئی حساب (بھی) نہیں ہوگا۔

بے شک ان کے لئے ہمارے پاس بڑا تقرب اور بہترین ٹھکانا (جنت) ہے۔“

(ص 38: آیات 36 تا 40)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر سب 34: آیات 12 تا 13﴾

حضرت سلیمان علیہ السلام کا جہاد:

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے جہاد کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے عمدہ جنگی گھوڑوں کی نمائش کی گئی۔ آپ علیہ السلام نے ان گھوڑوں کو اپنے رب کی راہ میں جہاد کی خاطر بڑا پسند کیا۔ جب وہ گھوڑے دوڑتے ہوئے آپ علیہ السلام کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تو آپ علیہ السلام نے انہیں دوبارہ واپس لانے کا حکم دیا۔ جب تمام گھوڑے واپس آ گئے تو ازراہ محبت آپ علیہ السلام ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر اپنے ہاتھ پھیرنے لگے یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت جاتا رہا پھر خیال آیا کہ نماز عصر قضا ہو رہی ہے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گئے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو سلیمان (بیٹا) عطا فرمایا۔ جو بڑا نیک بندہ (اپنے رب کی طرف) بے حد رجوع کرنے والا تھا۔ جب شام کے وقت ان کے سامنے عمدہ نسل کے تیز رفتار گھوڑے پیش کئے گئے تو انہوں (سلیمان علیہ السلام) نے کہا: میں نے اپنے رب کے ذکر پر مال کی محبت کو ترجیح دی یہاں تک کہ وہ (سورج) چھپ گیا۔ (انہوں نے حکم دیا کہ) ان (گھوڑوں) کو دوبارہ میرے پاس لاؤ۔ پس وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔“ (ص 38: آیات 30 تا 33)

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ بلقیس:

حضرت سلیمان علیہ السلام کی فوج میں ہڈ ہڈ پرندہ بھی تھا جس سے آپ علیہ السلام کئی کام لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ علیہ السلام نے اسے غائب پایا تو کہا: اس کے غائب ہونے پر میں اس کو سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر دوں گا یا وہ میرے پاس اپنا کوئی صحیح عذر لے کر آئے۔

کچھ دیر کے بعد ہُد ایسی خبر لے کر آیا کہ جس سے اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام بھی بے خبر تھے۔ اس کی غیر حاضری کا معقول عذر ہونے کی وجہ سے قصور قابل معافی تسلیم کیا گیا۔ ہُد نے آ کر بتایا میں نے سبا کے علاقہ میں ایک عورت کو لوگوں پر حکمرانی کرتے دیکھا ہے لہذا آپ علیہ السلام نے ہُد کے ذریعے اسے خط بھیجا جس کا ملکہ بلقیس نے جواب دیا۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور (پھر ایک موقع پر) آپ (علیہ السلام) نے پرندوں کا جائزہ لیا تو فرمانے لگے: کیا بات ہے کہ ہُد مجھے نظر نہیں آ رہا؟ (کیا وہ مجھے نظر نہیں آ رہا) یا وہ واقعی غیر حاضر ہے؟ (اگر وہ غیر حاضر ہے تو) میں اسے ضرور سزا دوں گا یا اسے ذبح کر دوں گا یا وہ میرے سامنے (غیر حاضری کی) کوئی واضح دلیل پیش کرے۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی تو اس (ہُد) نے (خدمت میں حاضر ہو کر) کہا: میں ایک ایسی خبر لایا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں، میں آپ کے پاس سبا (ایک ملک کا نام ہے) کی ایک سچی خبر لایا ہوں۔ بلاشبہ میں نے وہاں دیکھا کہ ایک عورت ان پر حکمرانی کر رہی ہے جسے اللہ کی طرف سے (ضرورت کی) ہر چیز عطا کی گئی ہے اور اس کے پاس ایک بڑا شاہی تخت بھی ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال کو خوبصورت بنا کر پیش کیا ہے اور انہیں (سیدھی) راہ سے روک دیا ہے۔ پس وہ ہدایت سے ہٹ چکے ہیں۔ اسی لئے وہ اس اللہ کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ چیزوں کو باہر نکالتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو۔ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، وہی عرش عظیم کا رب ہے۔ سلیمان (علیہ السلام) نے فرمایا: ابھی ہم دیکھیں گے کہ تم نے سچ کہا ہے یا جھوٹے ہو۔ تم میرا یہ خط لے کر جاؤ اور ان کے سامنے ڈال دو پھر ان کے پاس سے ذرا ہٹ کر دیکھو کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔“ (اہل 27: آیات 20 تا 28)

ملکہ بلقیس کو اسلام کی دعوت اور اس کا اپنے وزیروں سے مشورہ:

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط لے کر ہُد ملکہ بلقیس کے پاس پہنچا اور ملکہ بلقیس

کے سامنے حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط ڈال دیا، ملکہ نے خط دیکھا کہ اس کی ابتدا بسم اللہ سے ہو رہی تھی اور ساتھ ساتھ ملکہ بلقیس کو مسلمان ہونے کی دعوت دی گئی تھی۔ ملکہ بلقیس نے اپنے وزیروں سے مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے؟ انہوں نے بڑے جذباتی انداز میں کہا: آپ جو بھی حکم کریں گی ہم تعمیل کرنے کے لئے تیار ہیں، جیسے آپ چاہیں کریں۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”وہ (ملکہ سبا) کہنے لگی: اے سردارو، میری طرف ایک اہم خط ڈالا گیا ہے۔ بلاشبہ جو سلیمان (علیہ السلام) کی طرف سے ہے اور بے شک اس کی ابتدا اللہ کے نام سے ہے جو خوب بخشنے والا، بے حد رحم کرنے والا ہے (اس میں لکھا ہے) کہ تم میرے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو اور مسلمان بن کر میرے پاس آ جاؤ۔ اس (ملکہ) نے کہا: اے قوم کے سردارو، اس معاملہ میں مجھے اپنا مشورہ دو، جب تک تم موجود نہ ہو میں کسی معاملہ کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی۔ ان سب نے جواب دیا: ہم بڑے طاقتور اور سخت جنگجو (لڑنے والے) ہیں، فیصلہ کا اختیار آپ کے پاس ہے آپ خود ہی سوچ لیجئے کہ آپ ہمیں کیا حکم دیتی ہیں۔“
(النمل 27: آیات 29 تا 33)

ملکہ بلقیس کا وزرا کو جواب:

ملکہ بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط پڑھتے ہی یہ سمجھ چکی تھی کہ ہمارے اندر حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہے اس لئے ہمیں ان سے صلح کر لینا بہتر ہے۔ لہذا اس نے اپنے وزرا کو کہا کہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو وہاں کے معززین کو ذلیل کر دیتے ہیں اس لئے بہتر ہے کہ میں کچھ تحائف دے کر یہ اندازہ لگا لوں کہ وہ بادشاہ ہیں یا اللہ کے نبی ہیں۔ اگر وہ بادشاہ ہوں گے تو قیمتی تحائف فوراً قبول کر لیں گے اور ہم سے صلح کر لیں گے اور اگر وہ اللہ کے نبی ہوں گے تو ہمیں ان پر ایمان لانا ضروری ہوگا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اس (ملکہ) نے کہا: بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے برباد اور وہاں کے

باعزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔ اس (ملکہ) نے کہا: بے شک میں ان کے پاس ہدیہ بھیجتی ہوں پھر دیکھتی ہوں کہ (میرے) قاصد کیا جواب لے کر آتے ہیں۔“ (انمل 27: آیات 34 تا 35)

ملکہ بلقیس کی طرف سے تحائف ملنے پر حضرت سلیمان علیہ السلام کا رد عمل: حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کے بھیجے ہوئے تحائف دیکھے تو قاصد کو یہ کہتے ہوئے واپس بھیج دیا کہ انہیں بتا دو، اللہ تعالیٰ نے مجھے خوب مال و دولت سے نوازا ہے، مجھے اس مال و دولت کی کوئی ضرورت نہیں۔ لہذا تم مسلمان ہو جاؤ یا پھر ایسے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ جس کا مقابلہ کرنے کی تم میں سکت نہیں اور وہ تمہاری ذلت کا باعث بنے گا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”پس جب (ملکہ سبا کا) قاصد سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم مجھے مال کا لالچ دیتے ہو؟ مجھے اللہ نے جو دیا ہے وہ اس سے بہت بہتر ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے تمہارا یہ تحفہ تمہیں ہی مبارک ہو جس پر تم اترا رہے ہو (پھر سلیمان علیہ السلام نے قاصد سے کہا) تم ان کی طرف واپس لوٹ جاؤ، اب ہم ضرور ان پر ایسے لشکروں سے حملہ کریں گے جن کا وہ مقابلہ نہیں کر سکتے اور ہم انہیں ذلیل کر کے وہاں سے نکال دیں گے اور وہ بہت ہی زیادہ رُسوا ہوں گے۔“ (انمل 27: آیات 36 تا 37)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ملکہ بلقیس کے تخت کو منگوانا:

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے قاصد نے جا کر ملکہ بلقیس کو بتایا کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے خوب مال و دولت دے رکھا ہے لہذا وہ تمہارے خلاف بہت بڑا لشکر لے کر آ رہے ہیں ملکہ بلقیس فوراً سمجھ گئی اور اس نے اپنے وزرا سے کہا کہ چلیں حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایمان لے آتے ہیں۔ جیسے ہی وہ وہاں سے نکلی اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ علیہ السلام کو مطلع کر دیا۔ آپ علیہ السلام نے اس کا تخت منگوا لیا اور اس کے لئے شیشے کا ایک محل تیار

کروایا تاکہ اس کا امتحان لے سکیں۔ جیسے ہی وہ آپ ﷺ کے پاس پہنچی اپنا تخت دیکھ کر بڑی حیران ہوئی اور شیشے کا بنا ہوا محل دیکھ کر حیرت میں پڑ گئی اور پکار اٹھی کہ آج سے پہلے میں نے اپنے نفس پر بہت زیادہ ظلم کیا ہے لہذا میں سلیمان ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری بن گئی ہوں۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”(سلیمان ﷺ نے) فرمایا: اے سردارو، تم میں سے کون ہے جو ان کے مسلمان ہو کر پہنچنے سے پہلے اس (ملکہ) کا تخت میرے پاس لے آئے؟ جنوں میں سے ایک دیوبہکل (طاقتور جن) نے کہا: میں آپ کو وہ (شاہی تخت) لا دیتا ہوں، اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں، بلاشبہ میں اس کی طاقت رکھتا ہوں اور میں امانت دار بھی ہوں۔ ایک آدمی نے کہا: جس کے پاس (اللہ کی) کتاب کا علم تھا: آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے ہی میں وہ تخت آپ کو لا کر دے سکتا ہوں۔ پھر جب آپ (ﷺ) نے اس تخت کو اپنے پاس موجود پایا تو فرمانے لگے: یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری اور جو کوئی شکر ادا کرتا ہے تو اس کا شکر درحقیقت اس کے اپنے لئے ہی مفید ہے اور جو ناشکری کرے، بلاشبہ میرا رب بڑا بے نیاز، بہت ہی عزت والا ہے پھر آپ (ﷺ) نے حکم دیا کہ اس تخت میں کچھ رد و بدل کر دو، ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ صحیح بات تک پہنچتی ہے یا وہ ان لوگوں میں سے ہے جو صحیح بات تک نہیں پہنچ پاتے پھر جب وہ (ملکہ سبا آپ ﷺ کے پاس مطیع ہو کر) آگئی تو اس سے پوچھا گیا: کیا تمہارا تخت بھی ایسا ہی ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ تو ہو بہو وہی ہے۔ ہم اس سے پہلے ہی جان گئے تھے اور ہم نے سرِ اطاعت جھکا دیا تھا (ہم مسلمان ہو چکے تھے) اور اسے (ملکہ سبا کو ایمان لانے سے) اب تک اس بات نے روک رکھا تھا کہ وہ اللہ کے سوا غیروں کی عبادت کرتی تھی۔ یقیناً وہ کافر قوم میں سے (پیدا ہوئی) تھی۔ اس (ملکہ) سے کہا گیا: اس محل میں چلو، جب اس نے دیکھا تو اسے گہرا پانی سمجھ کر اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا لیا۔ (سلیمان ﷺ نے

کہا) یہ تو جڑے ہوئے شیشوں کا چکنا فرش ہے، اس پر وہ (ملکہ) پکار اٹھی: اے میرے رب، بے شک میں (اب تک سورج کی عبادت کر کے) اپنے آپ پر ظلم کرتی رہی ہوں اور اب میں سلیمان (علیہ السلام) کے ساتھ اللہ رب العالمین کی مطیع اور فرمانبردار بنتی ہوں۔“

(انمل: 27: آیات 38 تا 44)

وضاحت: ملکہ سبا کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے جس چیز نے روک رکھا تھا وہ غیر اللہ (اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کی پیدا کردہ چیزوں) کی عبادت تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک کافر قوم سے تعلق رکھتی تھی اسی لئے وہ توحید کی حقیقت سے بے خبر رہی ﴿

حدیث رسول اکرم ﷺ:

رسول اکرم ﷺ کو ایران میں ایک عورت کے حکمران ہونے کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ قوم کبھی فلاح (کامیابی) نہیں پاسکتی جس نے عورت کو اپنا حکمران بنا لیا۔“

(بخاری۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکیمانہ فیصلے:

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے والد محترم حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح نبی ہونے کے ساتھ ساتھ حکمران بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو بڑی قوت فیصلہ عطا فرمائی تھی جس کی بنا پر آپ علیہ السلام لوگوں کے مسائل سمجھ کر منصفانہ فیصلے کیا کرتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس ایک مقدمہ آیا کہ ایک آدمی کی بکریاں رات کے وقت دوسرے آدمی کے انگور کے کھیت میں گھس گئیں اور اسے نقصان پہنچایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ سنایا کہ کھیت والا بکریاں لے لے اس لئے کہ وہ نقصان بکریوں کی قیمت کے برابر تھا۔ جب مدعی اور مدعا علیہ حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ سننے کے بعد باہر آئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس فیصلہ کا علم ہوا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے والد محترم (داؤد علیہ السلام) سے عرض کیا کہ آپ کا فیصلہ تو صحیح ہے لیکن اس سے بہتر یہ ہے کہ بکریوں کا مالک کھیت کی دیکھ بھال کرے یہاں تک کہ وہ کھیتی پہلے کی طرح ہو جائے اور کھیت والا

بکریوں کے دودھ اور اون سے فائدہ اٹھائے یہاں تک کہ اس کا کھیت پہلی حالت میں آجائے پھر بکریوں والے کو بکریاں واپس کر کے اپنا کھیت واپس لے لے۔ اس بارے میں چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ زیادہ بہتر تھا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ پسند فرمایا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور داؤد اور سلیمان (علیہ السلام) کو یاد کیجئے جبکہ وہ ایک کھیتی کے معاملہ میں فیصلہ کر رہے تھے کہ جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو چر گئی تھیں اور ہم ان کے فیصلہ کے وقت حاضر تھے۔ (اس وقت) ہم نے اس (مقدمہ) کا صحیح فیصلہ سلیمان (علیہ السلام) کو سمجھا دیا حالانکہ دونوں ہی کو ہم نے حکم اور علم دیا تھا۔“ (الانبیاء: 21: آیات 78 تا 79)

حدیث رسول اکرم ﷺ:

”(حضرت داؤد علیہ السلام کے دور میں) 2 عورتیں اپنے بچوں کو لے کر باہر (جنگل کی طرف) نکلیں۔ ان میں سے بڑی عورت کا بچہ بھیڑیا لے گیا۔ اس عورت نے چھوٹی سے کہا: تمہارا بچہ تو بھیڑیا لے گیا ہے لہذا یہ بچہ تو میرا ہے مجھے دے دو۔ چھوٹی نے کہا: نہیں، تمہارا بچہ بھیڑیا لے گیا ہے۔ آخر کار یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا (بڑی چونکہ چرب زبان تھی اس نے اپنا موقف اچھے انداز میں پیش کیا) حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ جب وہ باہر نکلیں تو دوبارہ جھگڑنے لگیں اتنے میں حضرت سلیمان علیہ السلام تشریف لے آئے انہوں نے معاملہ دریافت فرمایا تو ہر ایک نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ بچہ میرا ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام بڑی کے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: چھری لاؤ، میں بچے کو چیر کر آدھا آدھا تقسیم کر دیتا ہوں بڑی تو خاموش رہی لیکن چھوٹی (جس کا بچہ تھا) نے کہا: ایسا نہ کریں، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے یہ بچہ بڑی عورت کا ہی ہے اسے دے دیں۔ آپ علیہ السلام فوراً معاملے کی حقیقت کو پہنچ گئے اور آپ علیہ السلام نے بچے کا فیصلہ چھوٹی عورت کے حق میں کر دیا۔ (بخاری، مسلم۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ان شاء اللہ نہ کہنے کا نتیجہ:

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور بلاشبہ ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کی آزمائش کی اور ان کے تحت شاہی پر ایک (نامکمل) جسم ڈال دیا پھر انہوں نے (اپنے رب کی طرف) رجوع کیا۔“ (ص 38: آیت 34)

حدیث رسول اکرم ﷺ:

”ایک مرتبہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے فرمایا: آج رات میں اپنی 100 بیویوں کے پاس جاؤں گا، ہر ایک سے ایک ایک لڑکا پیدا ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا لیکن آپ (علیہ السلام) کو ان شاء اللہ کہنا یاد نہ رہا۔ چنانچہ ان تمام عورتوں میں سے صرف ایک کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور وہ بھی نامکمل۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اگر سلیمان (علیہ السلام) ان شاء اللہ کہہ دیتے تو ان کی یہ خواہش ضرور پوری ہو جاتی۔“

(بخاری - عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

بیت المقدس کی تعمیر اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات:

حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں جنات کے بارے میں یہ مشہور ہو گیا تھا کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں۔ اللہ عز وجل نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کے ذریعہ سے ان کی غلط فہمی کو دور فرما دیا۔ اس طرح کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا وقت قریب آیا اور آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ مل گیا تو اس وقت آپ علیہ السلام نے جنات کو بیت المقدس کی تعمیر پر لگایا ہوا تھا۔ تعمیر کا ابھی کافی کام باقی تھا۔ آپ علیہ السلام نے باقی کام کا پورا نقشہ جنوں کے سربراہ کے حوالے کر دیا اور کام مکمل طور پر سمجھا دیا پھر اپنی عبادت گاہ میں آ کر عبادت میں کھڑے ہو گئے اور اپنی لٹھی پر ٹیک لگالی۔ وہ ایک ایسی عبادت گاہ تھی جس میں شیشے کی کھڑکیاں تھیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو باہر سے دیکھنے والا یہ سمجھتا کہ آپ علیہ السلام عبادت میں مصروف ہیں۔ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ

کے فرشتہ نے آپ ﷺ کی روح قبض کر لی۔ فوت ہو جانے کے باوجود بھی آپ ﷺ لاٹھی کے سہارے کھڑے رہے۔ اسی حالت میں تقریباً 4 ماہ گزر گئے۔ ادھر بیت المقدس کی تعمیر مکمل ہوئی اُدھر اللہ تعالیٰ نے دیمک کو حکم دیا اس نے نیچے سے لکڑی کھالی اور حضرت سلیمان ﷺ کی میت گر پڑی۔ جیسے ہی آپ ﷺ نیچے گرے تو جن یہ سمجھ گئے کہ آپ ﷺ کافی پہلے فوت ہو چکے تھے اور انہیں معلوم ہو گیا کہ ہمیں غیب کا کوئی علم نہیں۔ اگر غیب کا علم ہوتا تو ہم اتنا عرصہ تعمیر کی کام کی مشقت برداشت نہ کرتے۔ وفات کے وقت آپ ﷺ کی عمر 50 سال تھی۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کا بیٹا رحبعام بادشاہ ہوا، اس نے 17 سال حکومت کی اس کے بعد بنی اسرائیل کی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور (ہم نے) ایسے جنات ان (سلیمان ﷺ) کے تابع بنا دیئے جو اپنے رب کے حکم سے ان کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم سے سرکشی کرتا تو ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھاتے۔ جو کچھ سلیمان (ﷺ) چاہتے، جنات ان کے لئے وہی تیار کر دیتے تھے (مثلاً) قلعے، مجسمے، حوضوں جیسے (بڑے بڑے) پیالے اور ایک ہی جگہ (چولہوں پر) جمی ہوئی مضبوط دکیں۔ (ہم نے کہا:) اے آل داؤد، تم لوگ شکریہ کے طور پر نیک عمل کرو (مگر) میرے بندوں میں کم ہی لوگ شکر گزار ہوتے ہیں پھر جب ہم نے ان (سلیمان ﷺ) پر موت کا فیصلہ کیا تو ان کی موت کی خبر جنات کو زمین کے کیڑے (دیمک) کے سوا کسی نے نہیں دی جو ان کی لاٹھی کو کھا رہا تھا پھر جب وہ (سلیمان ﷺ) گر پڑے تو اس وقت جنات پر یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر وہ (جن) غیب کے جاننے والے ہوتے تو اس ذلت کے عذاب میں مبتلا نہ

رہتے۔“ (سبا: 34: آیات 12 تا 14)

حضرت شعیا بن امصیا علیہ السلام

حضرت شعیا بن امصیا علیہ السلام کا تعارف:

حضرت شعیا بن امصیا علیہ السلام کا زمانہ حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام سے پہلے کا ہے۔ آپ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد ﷺ کی خوشخبری بھی سنائی تھی۔ آپ علیہ السلام کے زمانے میں بیت المقدس کے علاقے میں حزقیا بنی اسرائیل کا بادشاہ تھا۔ وہ آپ علیہ السلام کی ہدایت پر پوری طرح عمل کرتا تھا۔ اس وقت بنی اسرائیل کے حالات بہتر تھے۔

بنی اسرائیل کے بادشاہ کے پاؤں میں پھوڑا نکل آیا جبکہ بابل کا بادشاہ سنخاریب 6 لاکھ افراد پر مشتمل فوج لے کر بیت المقدس کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ بادشاہ نے حضرت شعیا علیہ السلام سے پوچھا: اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف سنخاریب کی فوجوں کے متعلق کیا وحی نازل فرمائی ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ابھی تک کوئی وحی نازل نہیں ہوئی ہے۔ آخر کار وحی نازل ہوئی: بادشاہ سے کہئے کہ وہ اپنا جانشین مقرر کر دے کیونکہ اس کی موت کا وقت نزدیک آچکا ہے۔ جب آپ علیہ السلام نے بادشاہ کو اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچایا تو بادشاہ نے قبلہ رخ ہو کر گریہ و زاری شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی: اے اللہ، اے مالک الملک، اے تمام معبودوں کے معبود، اے رحمن، اے رحیم، اے وہ ذات جسے کبھی اونگھ اور نیند نہیں آتی۔ میرے اور بنی اسرائیل میں انصاف کے ساتھ حکومت کرنے پر نظر فرما۔ یہ سب آپ کی توفیق سے ہوا ہے اور آپ مجھ سے زیادہ علم رکھنے والے، میرے ظاہر اور باطن سے واقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور حضرت شعیا علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ اسے خوش خبری دے دیجئے کہ اس کی گریہ و زاری پر اللہ تعالیٰ نے اس کی موت کو چند سال کے لئے مؤخر فرما دیا ہے اور اسے اس کے دشمن سنخاریب سے حفاظت دے دی ہے۔ جیسے ہی حضرت شعیا علیہ السلام نے اس کو خوش خبری دی اس کی بیماری دور ہونا شروع ہو گئی اور وہ ہر قسم کے غم و فکر سے آزاد ہو گیا اور اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ سجدہ میں اس نے یہ دعا مانگی: اے اللہ، تو جسے چاہتا ہے حکومت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے

حکومت چھین لیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے، اے اللہ تو ہی ظاہر اور پوشیدہ سے باخبر ہے۔ تو ہی ظاہر اور باطن ہے اور تو ہی رحم فرمانے والا اور لاچاروں کی دعا قبول کرنے والا ہے۔ جب اس نے سجدہ سے سر اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: بادشاہ سے کہیں کہ انجیر کا پانی نکال کر اپنے زخم پر لگائیں اس کا زخم بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔ بادشاہ نے اس ہدایت کے مطابق عمل کیا تو اسے شفا ہو گئی۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے سنخاریب کے لشکر پر موت مسلط کر دی وہ سب ہلاک ہو گئے۔ صرف سنخاریب اور اس کے 5 ساتھی باقی بچے جن میں سے ایک بخت نصر تھا۔ بنی اسرائیل کے بادشاہ نے ان پانچوں کو گرفتار کر لیا ان کی گردنوں میں طوق ڈال کر شہر میں گھمایا اور کئی دن تک گھمانے کے بعد جیل میں بند کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ بادشاہ سے کہیں کہ انہیں ان کے وطن واپس بھیج دیں تاکہ وہ اپنی قوم کو جا کر اپنے انجام سے آگاہ کریں۔ جب وہ آزاد ہو کر اپنے وطن پہنچے تو سنخاریب نے اپنی قوم کو جمع کر کے تمام صورتحال بتائی۔ کانہوں اور جادوگروں نے کہا: ہم نے پہلے ہی آپ کو بنی اسرائیل کے رب اور ان کے انبیاء علیہم السلام کی شان بتائی تھی لیکن آپ نے ہماری بات نہیں مانی۔ اس امت کو تو اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہے، کوئی بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس کے ایک سال بعد سنخاریب مر گیا اور دوسری طرف بنی اسرائیل کا بادشاہ حزقیا بھی اللہ کو پیارا ہو گیا۔ بنی اسرائیل کے حالات خراب ہو گئے اور ان میں برائیاں عام ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کریں۔ آپ علیہ السلام نے اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کی۔ ابھی آپ علیہ السلام کی وعظ و نصیحت مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ لوگ آپ علیہ السلام پر حملہ کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔ آپ علیہ السلام بھاگ کر ایک درخت کے پاس پہنچے وہ درخت پھٹ گیا اور آپ علیہ السلام اس کے اندر داخل ہو گئے۔ شیطان نے جلدی سے کپڑے کا کنارا پکڑ لیا۔ جب درخت کے پھٹے ہوئے حصوں نے مل کر نبی کو چھپایا تو کپڑے کا ایک کونا باہر رہ گیا۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر آرا منگوایا اور درخت کے 2 ٹکڑے کر دیئے۔ درخت کے ساتھ ساتھ حضرت شعیب علیہ السلام کا جسم مبارک بھی 2 ٹکڑے ہو گیا اور آپ علیہ السلام جام شہادت نوش فرما گئے۔

حضرت ارمیا بن حلقیا علیہ السلام

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے: حضرت ارمیا علیہ السلام نے فرمایا: یا رب، آپ کے کون سے بندے سب سے زیادہ پیارے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو لوگ مجھے زیادہ یاد کرتے ہیں، مخلوق کی یاد بھلا کر میری یاد میں مشغول ہو جاتے ہیں، جن کے دل میں میری فنا کا خیال نہیں آتا اور وہ بقا کے بارے میں نہیں سوچتے، جب انہیں دنیا کا عیش ہو تو وہ خوش نہیں ہوتے، جب ان سے دنیا کا عیش لے لیا جائے تو خوش ہو جاتے ہیں یہی لوگ ہیں جنہیں میں اپنی محبت عطا فرماتا ہوں اور انہیں ان کی طلب سے زیادہ دیتا ہوں۔

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب بنی اسرائیل کثرت سے گناہوں کا ارتکاب کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے انہی میں سے ایک آدمی حضرت ارمیا علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اپنی قوم کو میری باتیں سنا دو، ان کے دل تو ہیں مگر سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں تو ہیں مگر دیکھتے نہیں، ان کے کان تو ہیں مگر سنتے نہیں۔ میں نے ان کے آباؤ اجداد کی نیکی کی وجہ سے ان پر رحمت کی لیکن انہوں نے میری فرمانبرداری نہیں کی۔ ان سے پوچھئے کہ میری نافرمانی کر کے ان کو کیا ملا؟ کیا کوئی آدمی میری نافرمانی کر کے سعادت حاصل کر سکتا ہے؟ کوئی بھی فرمانبرداری کر کے بدنصیب رہ سکتا ہے؟ جانور بھی اپنے گھروں کو یاد رکھتے اور گھروں کی طرف پلٹ آتے ہیں لیکن ان لوگوں نے وہ اعمال چھوڑ دیئے جن کی وجہ سے میں نے ان کے بزرگوں کو عزت عطا فرمائی تھی اور یہ دوسری طرح کے کاموں میں عزت تلاش کرتے ہیں۔ ان کے علما نے بھی حق کا انکار کر دیا، ان کے قراء نے بھی مجھے چھوڑ کر دوسروں کی پوجا کرنا شروع کر دی، ان کے زاہدوں نے بھی اپنے علم کا فائدہ نہیں اٹھایا، ان کے حکمرانوں نے مجھ سے جھوٹ بولا اور دلوں میں دھوکا فریب خزانوں کی طرح جمع کر لیا اور زبانوں کو جھوٹ کی عادت ڈال دی۔ میں اپنی عزت اور جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان پر ایسے لشکر لے کر آؤں گا جو نہ ان کی زبان سمجھیں گے، نہ ان کے چہروں کو پہچانیں گے، نہ ان کی گریہ و زاری پر ترس کھائیں گے۔ میں ان پر ایسا ظالم

اور سنگ دل بادشاہ مسلط کروں گا جس کے لشکر بادلوں کی طرح، جس کے جھنڈے اڑتے ہوئے عقابوں کی طرح، جس کے حملے شہسواروں کی طرح ہوں گے۔ وہ شہروں اور بستیوں کو ویران کر دیں گے۔ میں ایلیا کے شہر اور وہاں کے باشندوں پر بھی انہیں مسلط کروں گا۔ میں انہیں قتل و غارت کا نشانہ بناؤں گا اور ان پر غلامی مسلط کر دوں گا۔ خوشیوں کی جگہ چیخ و پکار ہوگی، گھوڑوں کے ہنہانے کے بجائے بھیڑیوں کی آوازیں آنے لگیں گی۔ اگر بارش بھی برسے گی تو اس سے نباتات پیدا نہیں ہوں گی، اگر کچھ اُگے گا بھی تو وہ جانوروں پر میرے رحم کی وجہ سے اُگے گا۔ کاشت کے موسم میں بارش بند رہے گی، فصل کاٹنے کے موسم میں بارش خوب برسے گی، اس دوران جو وہ کاشت کریں گے ان پر آفات نازل ہوں گی۔ اگر ان میں سے کچھ بچ بھی گیا تو اس میں برکت نہیں ہوگی۔ یہ مجھ سے دعائیں مانگیں گے میں ان کی دعا قبول نہیں کروں گا، اگر کچھ مانگیں گے تو میں انہیں نہیں دوں گا۔ اگر روئیں گے تو میں ان پر رحم نہیں کروں گا، گرگڑائیں گے تو میں ان سے رخ پھیر لوں گا۔“

(تاریخ دمشق لابن عساکر۔ جلد 8: صفحہ 20)

جب بنی اسرائیل دینی، اخلاقی اور معاشرتی بگاڑ میں حد سے آگے بڑھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیا علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اب میں بنی اسرائیل کو تباہ کرنے والا ہوں اور ان کے گناہوں کی وجہ سے ان سے انتقام لینے والا ہوں لہذا آپ صحرا (بیت المقدس کی چٹان) پر پہنچ جائیں وہاں آپ کو میرا حکم پہنچتا رہے گا۔ حضرت ارمیا علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ، آپ ان پر کس قوم کو مسلط کریں گے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ لوگ جو آگ کی پوجا کرنے والے ہیں، نہ میرے عذاب سے ڈرتے ہیں، نہ مجھ سے ثواب کی امید رکھتے ہیں۔ اپنی قوم کو بتا دیجئے اللہ نے اب تک تمہارے بزرگوں کی نیکی کی وجہ سے تمہیں مہلت دی ہے۔ تم نے میرے احکامات بھلا دیئے ہیں، اب میں تم پر ایسا ظالم حکمران مسلط کروں گا جو تم پر ذرہ برابر بھی رحم نہیں کرے گا اور تمہیں تباہ و برباد کر دے گا۔ حضرت ارمیا علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچایا تو بنی اسرائیل کے لوگوں نے کہا: اے ارمیا، تم جھوٹ بولتے ہو، اللہ پر بہتان تراشی کرتے ہو، کیا اللہ اپنی مقدس سرزمین

اور مساجد کو اپنی کتاب اور عبادت کرنے والوں سے خالی کر دے گا اگر ایسا ہوا تو زمین پر کون اس کی عبادت و اطاعت کرے گا؟ لہذا انہوں نے آپ ﷺ کو پکڑ کر قید کر دیا۔ بخت نصر بادشاہ نے ان کے ملک پر حملہ کر دیا بنی اسرائیل کے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا بیت المقدس سے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا بہت سے افراد کو قید کر کے بابل لے گیا۔ بیت المقدس کی عمارت گرا کر تورات کے نسخے جلا دیئے۔ بنی اسرائیل کے جن افراد کو اس نے غلام بنایا ان میں سے اکثر انبیاء علیہم السلام حضرت داؤد، حضرت یوسف اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

ہشام رحمہ اللہ کا قول ہے: جب بخت نصر بادشاہ بیت المقدس میں آیا تو وہاں کا بادشاہ حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا۔ اس نے بخت نصر بادشاہ سے صلح کر لی۔ بخت نصر نے اس سے ضمانت کے طور پر کچھ آدمی لئے اور واپس چلا گیا۔ جب وہ طبریا مقام پر پہنچا تو اسے یہ اطلاع ملی کہ بنی اسرائیل نے اس صلح سے ناراض ہو کر اپنے بادشاہ کو قتل کر دیا اس نے ضمانت کے طور پر پکڑے ہوئے افراد کے سر قلم کر دیئے اور واپس آ کر شہر پر حملہ کر دیا وہاں کے بالغ مردوں کو قتل کر دیا اور بچوں اور عورتوں کو غلام بنا لیا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور ہم نے کتاب (تورات) میں بنی اسرائیل کے لئے صاف فیصلہ کر دیا تھا کہ تم ضرور زمین میں 2 بار فساد پھیلاؤ گے اور بڑی زیادتیاں کرو گے پھر جب ان دونوں میں سے پہلا وعدہ آ گیا تو ہم نے تمہارے مقابلہ میں بڑے جنگجو بندے لاکھڑے کئے پس وہ تمہارے شہروں کے اندر گھس گئے اور یہ اللہ کا وعدہ تو پورا ہونا ہی تھا پھر ہم نے تمہیں دوبارہ ان (جنگجوؤں) پر غلبہ دے دیا اور مال اور اولاد کے ذریعہ تمہاری مدد کی اور تمہیں بہت بڑی جماعت بنا دیا۔ (یاد رکھو) اگر تم نے نیک اعمال کئے تو اپنے ہی فائدہ کے لئے کئے اور اگر برے کام کئے تو بھی اس کا وبال تم ہی پر ہوگا پھر جب دوسرے وعدہ کا وقت آیا (تو ہم نے پھر جنگجو بھیجے) تاکہ وہ تمہارے چہروں کو بگاڑ دیں اور مسجد (اقصیٰ) میں اسی طرح داخل ہو جائیں جیسے پہلی بار داخل ہوئے تھے اور وہ جس چیز پر بھی غلبہ پائیں

اسے تباہ و برباد کر دیں۔ قریب ہے کہ تمہارا رب (اب) تم پر رحم فرمائے (لیکن) اگر تم نے پھر سرکشی کی تو ہم پھر تمہارے ساتھ پہلے جیسا سلوک کریں گے اور ہم نے کفار کے لئے جہنم کو قید خانہ بنا رکھا ہے۔“ (بنی اسرائیل 17: آیات 4 تا 8)

بنی اسرائیل کی دنیا میں ذلت :

بخت نصر بادشاہ کو جب معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو میں نے قید کیا ہے ان میں اللہ کے نبی حضرت ارمیا علیہ السلام بھی ہیں تو اس نے فوراً آپ علیہ السلام کو رہا کر دیا۔ حضرت ارمیا علیہ السلام نے کہا کہ میں نے اپنی قوم کو اس انجام سے ڈرایا تھا لیکن انہوں نے میری بات نہیں مانی اور اللہ مجھے قید کر دیا کتنی بُری قوم ہے کہ جس نے اللہ کے رسول کی نافرمانی کی۔ بخت نصر بادشاہ حضرت ارمیا علیہ السلام کی گفتگو سے بہت متاثر ہوا اور آپ علیہ السلام سے حسن اخلاق سے پیش آیا۔ بنی اسرائیل کے جو افراد زندہ بچ گئے تھے اس نے انہیں بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔ بنی اسرائیل کو ہوش آیا اور انہوں نے اعتراف کیا کہ ہم نے واقعی برا کام کیا تھا، ہم اللہ کے حضور توبہ کرتے ہیں، آپ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ہماری توبہ قبول فرمائے۔ آپ علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر یہ سچے دل سے توبہ کر رہے ہیں تو ان سے فرمائیے کہ آپ کے ساتھ اس شہر میں رہائش اختیار کریں۔ آپ نے انہیں اللہ کا حکم سنایا تو وہ کہنے لگے ہم اس شہر میں کیسے رہ سکتے ہیں جو کھنڈر بن چکا ہے۔ یہاں پر رہنے والوں پر تو اللہ کا غضب نازل ہوا تھا۔ لہذا انہوں نے وہاں رہنے سے انکار کر دیا۔ پھر بنی اسرائیل بکھر گئے کچھ لوگ جاز آ گئے، کچھ لوگ یثرب (مدینہ) میں جا کر رہنے لگے، کچھ وادی قرئٰی میں چلے گئے اور ایک چھوٹی سی جماعت مصر چلی گئی۔ بخت نصر بادشاہ نے مصر کے بادشاہ کو ایک خط لکھا کہ ان مفرور لوگوں کو میرے حوالے کیا جائے لیکن مصر کے بادشاہ نے انکار کر دیا۔ بخت نصر بادشاہ نے اپنا ایک لشکر لے کر حملہ کر دیا، مصر کے بادشاہ کو شکست دی اور کئی علاقے فتح کر لئے پھر مصر، بیت المقدس، فلسطین اور اردن کے بہت سے قیدیوں کو لے کر واپس بابل شہر چلا گیا۔

حضرت دانیال علیہ السلام

حضرت دانیال اور حضرت ارمیا علیہما السلام کی ملاقات :

بخت نصر بادشاہ نے 2 شیر پکڑ کر ایک کنویں میں ڈال دیئے پھر حضرت دانیال علیہ السلام کو لا کر اسی کنویں میں ڈالا۔ شیروں نے آپ علیہ السلام کو کچھ نہ کہا۔ کچھ دیر کے بعد آپ علیہ السلام کو بھوک اور پیاس محسوس ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ملک شام میں حضرت ارمیا علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ دانیال (علیہ السلام) کے لئے کھانے پینے کا سامان تیار کریں۔ حضرت ارمیا علیہ السلام نے عرض کی: اے اللہ، میں تو ارض مقدس فلسطین میں ہوں اور دانیال (علیہ السلام) عراق کے شہر بابل میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ہمارے حکم کے مطابق کھانے پینے کا سامان تیار کریں ہم آپ کو وہاں پہنچانے کا انتظام کرتے ہیں۔ جب آپ علیہ السلام نے کھانا تیار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھیج دیا جو آپ علیہ السلام اور آپ کے تیار کئے ہوئے سامان کو لے کر بابل روانہ ہو گیا یہاں تک کہ آپ علیہ السلام کو اس کنویں کے پاس لے جا کر کھڑا کر دیا جس میں حضرت دانیال علیہ السلام موجود تھے۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں ارمیا (علیہ السلام) ہوں۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے پوچھا: آپ کس لئے تشریف لائے ہیں؟ حضرت ارمیا علیہ السلام نے فرمایا: مجھے آپ کے پاس آپ کے رب نے بھیجا ہے۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے پوچھا: کیا میرے رب نے میرا نام لیا ہے۔ حضرت ارمیا علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے جو اپنا ذکر کرنے والوں کو بھلاتا نہیں، جو اپنی ذات سے امید رکھنے والے کی امید کو توڑتا نہیں، جو آدمی بھی اس پر توکل کرے وہ اس کو ناراض نہیں کرتا، جو پریشانی آنے پر مصیبت دور کرتا ہے، جو ہمیں اس وقت بھی بچا لیتا ہے جب ہمیں اپنے اعمال پر بدگمانی ہونے لگتی ہے، وہ اس وقت بھی ہماری امید کا مرکز بن جاتا ہے جب ہماری کوئی تدبیر کارگر نہیں رہتی۔

ایک اور روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بخت نصر بادشاہ نے حضرت دانیال علیہ السلام کو بلا کر انہیں قید کرنے کا حکم دیا پھر 2 خطرناک شیروں کے ساتھ انہیں ایک کنویں میں 5 دن تک قید کر دیا۔ جب 5 دن کے بعد کنویں کا منہ کھولا تو دیکھا کہ حضرت دانیال علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں اور دونوں شیر اس کنویں کے کونے میں آرام سے بیٹھے ہیں۔ ان شیروں نے آپ علیہ السلام کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ یہ منظر دیکھ کر بخت نصر بادشاہ نے حضرت دانیال علیہ السلام سے پوچھا کہ بتاؤ تمہارا کون سا وظیفہ ہے کہ جس کی وجہ سے تم (ان شیروں کے حملے سے) محفوظ رہے۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے یہ کلمات پڑھے تھے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَا يَنْسِي مَنْ ذَكَرَهُ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَا يُخَيِّبُ مَنْ دَعَاهُ
اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَا يَكِلُ مَنْ تَوَكَّلَ عَلَيْهِ اِلٰى غَيْرِهِ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هُوَ
ثِقَتُنَا حِيْنَ تَنْقَطِعُ عَنَّا الْحَيْلُ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هُوَ رَجَاؤُنَا حِيْنَ تَسْوُءُ
ظُنُونُنَا بِاَعْمَالِنَا اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي يَكْشِفُ ضُرْرَنَا عِنْدَ كَرْبِنَا اَلْحَمْدُ لِلَّهِ
الَّذِي يَجْزِي بِالْاِحْسَانِ اِحْسَانًا اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي يَجْزِي بِالْصَّبْرِ نَجَاةً
(ترجمہ) ”تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو اپنا ذکر کرنے والوں کو کبھی نہیں بھولتا، جو دعا مانگنے والے کو کبھی نامراد نہیں لوٹاتا، جو اپنے اوپر بھروسہ کرنے والے کو کسی غیر کے سپرد نہیں کرتا، جو اس وقت بھی ہمارا سہارا ہوتا ہے جب ہماری تمام امیدیں ختم ہو جاتی ہیں، جو اس وقت بھی ہماری امید ہوتا ہے جب ہمیں اپنے اعمال کے بارے میں برا گمان ہونے لگتا ہے، جو غم کے وقت ہماری پریشانیاں دور کرتا ہے، جو نیکی کا بدلہ نیکی سے دیتا ہے اور صبر کے بدلے میں نجات عطا فرماتا ہے۔“ (کنز العمال بحوالہ ابن ابی الدنیا)

حضرت عزیر علیہ السلام

حضرت عزیر علیہ السلام کا نسب نامہ:

عزیر (علیہ السلام) بن سوریق بن عدیا بن ایوب بن درزنا بن عری بن تقی بن اسبوع بن فنحاص بن العازر بن ہارون بن عمران۔ (قصص الانبیاء، لابن کثیر رحمہ اللہ)

حضرت عزیر علیہ السلام کی بعثت:

حضرت عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام میں سے ایک برگزیدہ نبی تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان کے زمانہ میں نبوت عطا فرمائی۔ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے جو دعائیں اللہ رب العزت اسے قبول فرماتے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا ایک ویران بستی پر تعجب:

بخت نصر بادشاہ نے اپنے دور بادشاہت میں بیت المقدس پر حملہ کر کے وہاں کے اکثر باشندوں کو قتل کر کے اس بستی کو ویران کر دیا اور بنی اسرائیل کے بہت سے افراد کو قید کر کے اپنے ہاں بابل لے گیا۔ ان افراد میں حضرت عزیر علیہ السلام بھی تھے۔ کچھ مدت کے بعد جب آپ علیہ السلام کی رہائی ہوئی تو آپ علیہ السلام ایک گدھے پر سوار اس بابرکت بستی کے پاس سے گزرے جسے بخت نصر نے ویران کر دیا تھا۔ آپ علیہ السلام نے جب اس بستی کا یہ حال دیکھا تو سوچنے لگے کہ یہ بستی کیسے آباد تھی۔ چاروں طرف چہل پہل تھی اور خوبصورت و عالیشان مکانات تھے۔ افسوس کہ اب اس کا حشر کیا ہو گیا؟ یہ بھی خیال آیا کہ اُجڑنے کے بعد اب یہ بستی کیسے آباد ہوگی؟ اب تو اس میں کوئی انسان دکھائی ہی نہیں دیتا ہے اور نہ ہی کوئی گھر نظر آتا ہے، پہلی سی چہل پہل، پہلی سی آبادی کیسے ہو سکتی ہے؟ آپ علیہ السلام کے دل میں اسی قسم کے خیالات آرہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اسی جگہ فوت کر دیا۔ آپ علیہ السلام کی وفات کے 70 سال بعد بیت المقدس آباد ہوا، بنی اسرائیل نے اسے چاروں طرف سے آباد کر دیا۔ پہلے سے زیادہ رونق اور چہل پہل ہو گئی، عالیشان و خوبصورت مکانات

بن گئے اور لوگ بڑے عیش و آرام سے یہاں رہنے لگے پھر اللہ تعالیٰ نے عزیر علیہ السلام کو پورے 100 سال کے بعد زندہ کیا۔ جب روح جسم میں آئی تو اللہ کے کمال صنعت کا مشاہدہ کرنے لگے۔ آپ علیہ السلام نے پہلے تو اپنے تمام جسم میں زندگی کی لہر دوڑتی ہوئی محسوس فرمائی پھر جب پوری طرح زندہ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام سے فرشتے کے ذریعہ پوچھا کہ یہاں کتنی دیر ٹھہرے؟ آپ علیہ السلام نے کہا کہ میں ایک دن یا اس سے کچھ کم۔ اللہ رب العزت نے فرمایا کہ آپ پورے 100 سال کے بعد زندہ ہوئے ہیں۔ آپ علیہ السلام کے پاس جو کھانے پینے کی اشیاء (انگور، انجیر اور کچھ پھلوں کا رس تھا) ان میں سے کوئی ایک بھی خراب نہیں ہوئی پھر حکم ہوا کہ اب اپنا گدھا دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے گدھا زندہ فرما دیا۔ حضرت عزیر علیہ السلام کے فوت ہونے اور دوبارہ زندہ ہونے کے اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے ”مرنے کے بعد کی زندگی“ کی ایک نشانی بنا دیا اور واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ہی موت اور زندگی کا مالک ہے، وہ جب اور جسے چاہے موت دینے کا اختیار رکھتا ہے۔ جب وہ دنیا میں موت کے بعد زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے تو مرنے کے بعد بھی وہ زندہ کرنے پر بدرجہ اولیٰ قادر ہے۔ دوبارہ زندہ ہونے کے بعد آپ علیہ السلام گدھے پر سوار ہو کر اپنے علاقہ میں آئے تو لوگوں نے آپ علیہ السلام کو نہ پہچانا اور نقشہ تبدیل ہونے کی وجہ سے آپ علیہ السلام بھی اپنا گھر نہ پہچان پائے۔ آخر ایک گھر کے سامنے سے گزرے تو وہاں ایک نابینا بوڑھی عورت کو دیکھا جس کی عمر 120 سال ہو چکی تھی، وہ آپ علیہ السلام کی ہی لونڈی تھی۔ آپ علیہ السلام نے اسے پہچان لیا اور کہا: اے اللہ کی بندی، کیا یہ عزیر کا گھر ہے؟ یہ سن کر وہ عورت رو پڑی اور کہا: مدتیں گزر گئیں کسی نے عزیر کا نام ہی نہیں لیا، لوگ انہیں بھول چکے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی عزیر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے 100 سال مردہ حالت میں رکھنے کے بعد دوبارہ زندگی دی ہے۔ اس نے کہا: سبحان اللہ۔ عزیر (علیہ السلام) تو 100 سال سے لاپتہ ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں وہی عزیر ہوں۔ اس نے کہا کہ عزیر تو مستجاب الدعوات تھے

ان کی دعا سے اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفا عطا فرماتے تھے۔ اگر آپ واقعی عزیر ہیں تو آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی لوٹا دے تاکہ میں آپ کو دیکھ کر پہچان سکوں۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی واپس لوٹا دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُٹھ کھڑی ہو۔ وہ فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے جب عزیر ﷺ کو دیکھا تو پکار اُٹھی کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ واقعی عزیر ہیں پھر وہ بنی اسرائیل کی ایک مجلس میں گئی جہاں حضرت عزیر ﷺ کا 118 سال کا بوڑھا بیٹا موجود تھا، ان سے کہا: عزیر تشریف لے آئے ہیں۔ انہیں یقین نہ آیا۔ لوگ آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو پہچاننے کی کوشش کرنے لگے۔ آپ ﷺ کے بیٹے نے کہا کہ ابو جان کے کندھوں کے درمیان ایک تل تھا لہذا وہ دیکھا جائے۔ آپ ﷺ نے جب کندھے سے کپڑا اٹھایا تو وہ علامت موجود تھی۔ لوگوں نے کہا: ہماری قوم میں عزیر کے سوا کسی کو تورات زبانی یاد نہیں تھی کیونکہ بخت نصر نے جب حملہ کیا تھا تو اس نے تورات کے تمام تحریری نسخوں کو بھی جلا دیا تھا، اگر آپ واقعی عزیر ہیں تو آپ کو پوری تورات یاد ہوگی لہذا آپ ہمیں نئے سرے سے تورات لکھ کر دیں۔ آپ ﷺ نے پوری تورات لکھ کر بنی اسرائیل کے حوالے کی جس پر انہیں یقین ہو گیا کہ آپ ﷺ واقعی اللہ تعالیٰ کے نبی عزیر ﷺ ہیں۔ انہوں نے آپ ﷺ سے متاثر ہو کر آپ ﷺ کو آپ کے مقام سے بڑھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ آپ اللہ کے پاس گئے ہوئے تھے جو ابھی واپس آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کا واقعہ ذکر فرمایا ہے اور ساتھ ساتھ یہود کے غلط عقیدہ کی وضاحت بھی فرمائی ہے۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

① ’یا (آپ نے اس شخص کے واقعہ پر غور نہیں کیا) جو ایک (ایسی) بستی کے پاس سے گزرا جو اپنی چھتوں پر گر پڑی تھی۔ وہ (اسے دیکھ کر) کہنے لگا: اللہ اس (بستی) کو موت کے بعد (دوبارہ) کیسے زندہ کرے گا؟ (اس پر) اللہ نے اسے 100 سال کے لئے

موت دے دی پھر زندہ کر کے پوچھا: تم کتنی مدت اس حال میں رہے ہو؟ اس نے کہا: ایک دن یا دن کا کچھ حصہ (میں اس حال میں رہا ہوں) اللہ نے فرمایا: نہیں بلکہ 100 سال تک (اس حالت میں) رہے ہو۔ اب ذرا تم اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ وہ (اتنی مدت گزرنے کے بعد بھی) خراب نہیں ہوئیں اور اپنے گدھے کی طرف دیکھو (یہ سب کچھ اس لئے کیا ہے) تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے ایک نشانی بنا دیں اور (گدھے کی) ہڈیوں کی طرف دیکھو کہ ہم انہیں کس طرح ایک دوسرے سے جوڑتے ہیں پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں پھر جب حقیقت اس کے سامنے کھل کر آگئی تو اس نے کہا: اب مجھے یقین (کامل) ہو گیا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ (البقرہ 2: آیت 259)

② ”یہود کہتے ہیں: عزیر (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں اور نصرانی (عیسائی) کہتے ہیں: مسیح (عیسیٰ علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ تو بے حقیقت باتیں ہیں جو وہ اپنی زبان سے نکالتے ہیں۔ یہ ان کفار کی بات کی نقل کر رہے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اللہ انہیں ہلاک کرے، یہ کہاں بہکے چلے جا رہے ہیں۔“ (التوبہ 9: آیت 30)

﴿وضاحت: اللہ تعالیٰ تمام نقائص سے پاک ہیں، اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی باپ ہے نہ بیٹا اور نہ ہی بیوی۔ یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا ٹھہرایا، عیسائیوں نے حضرت مریم علیہا السلام کو اللہ کی بیوی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا اور مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کی باتوں کو بے بنیاد قرار دیا﴾

﴿پڑھئے ترجمہ تفسیر الاخلاص 112: آیات 1 تا 4 اور الصُّفَّت 37: آیات 149 تا 153﴾

حدیث رسول اکرم ﷺ:

”ایک نبی (حضرت عزیر علیہ السلام) درخت کے نیچے ٹھہرے تو ان کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا۔ انہوں نے چیونٹیوں کے بل کو آگ لگانے کا حکم دیا لہذا آگ لگا دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ آپ کو تو ایک چیونٹی نے کاٹا تھا (اسے سزا دینے کی بجائے) آپ نے (اللہ کی) تسبیح کرنے والی ایک امت (بہت سی چیونٹیوں) کو جلا ڈالا؟“

(بخاری، مسلم۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام کا نسب نامہ:

زکریا (علیہ السلام) بن لدن بن مسلم بن صدوق بن حشبان بن داود بن سلیمان بن مسلم بن صدیقة بن برخیا بن بلعاطہ بن ناحور بن شلوم بن بهفاشاط بن اینامن بن رحبعام بن سلیمان بن داؤد (علیہ السلام) بن ایشا بن عوید بن عابر بن سلمون بن نحشون بن عمینا ذب بن ارم بن حصرون بن فارص بن یھودا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم (علیہ السلام) بن تارح (آزر) بن ناحور بن ساروح بن راغو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلاییل بن قینان بن یانیش بن شیث بن آدم (علیہ السلام)۔ (فصل الانبیاء، لابن کثیر رحمہ اللہ۔ سیرت نبوی ﷺ، ابن ہشام رحمہ اللہ)

حضرت زکریا علیہ السلام کا مختصر تعارف:

حضرت زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے انبیاء (علیہ السلام) میں سے ایک نبی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ آپ علیہ السلام حلال روزی کمانے کے لئے بڑھئی کا کام کیا کرتے تھے اور اسی پیشے سے معاش حاصل کرتے تھے۔

حدیث رسول اکرم ﷺ:

”زکریا (علیہ السلام) بڑھئی کا کام کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے محنت کر کے روزی کماتے تھے۔“

(مسلم۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

بڑھاپے تک آپ علیہ السلام کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی اور نہ ہی آپ علیہ السلام کو اپنی قوم میں نبوت کا کوئی سچا جانشین نظر آیا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت کرنا:

حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کافی عرصے تک بے اولاد رہیں آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جب حمل ٹھہرا تو انہوں نے یہ نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ مجھے جو بھی اولاد عطا فرمائیں گے میں اسے اللہ تعالیٰ کے مقدس گھر (بیت المقدس) کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی۔ ان کی خواہش یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں بیٹا عطا فرمائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی وہ جو چاہے عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹی عطا فرمائی۔ بیٹی پیدا ہونے پر انہوں نے اس کا نام مریم (علیہا السلام) رکھا اور اللہ رب العزت سے عرض پیرا ہوئیں کہ اے اللہ، میرے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں الہام کیا کہ اسے میری راہ میں وقف کر دو۔ لہذا وہ حضرت مریم علیہا السلام کو لے کر بیت المقدس حاضر ہوئیں، وہاں چند افراد تورات لکھ رہے تھے۔ ان میں سے ہر ایک نے حضرت مریم (علیہا السلام) کی کفالت کی خواہش ظاہر کی۔ آخر کار یہ طے پایا کہ قرعہ کے طور پر نہاردن میں اپنے اپنے قلم ڈالو جس کا قلم پانی کی تہہ میں بیٹھ کر اوپر اٹھ آئے گا، وہی اس کی کفالت کرے گا۔ یہ سعادت اللہ رب العزت نے حضرت زکریا علیہ السلام کے نصیب میں لکھی تھی لہذا جب قرعہ اندازی ہوئی تو آپ علیہ السلام کا قلم پانی کی تہہ میں بیٹھ کر اوپر اٹھ آیا اور دوسروں کے قلم پانی میں بہہ گئے۔ بالاتفاق سب نے یہ تسلیم کر لیا کہ حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت حضرت زکریا علیہ السلام ہی کریں گے۔ آپ علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت شروع کر دی اور ان کا ایک مستقل کمرہ الگ سے بنوایا جس میں سوائے حضرت زکریا علیہ السلام کے کوئی دوسرا نہیں جاسکتا تھا۔ آپ علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کو ضرورت کی تمام اشیاء ان کے کمرے میں پہنچایا کرتے تھے۔ جب حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے کمرے میں داخل ہوتے تو وہاں پر بے موسم پھل پاتے۔ ایک مرتبہ آپ علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام سے پوچھا: یہ پھل کہاں سے آئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئے ہیں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں بے حساب

(بے موسم) روزی عطا فرماتے ہیں۔

فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

”اللہ سن رہا تھا) جب عمران کی بیوی نے کہا: اے میرے رب، میں نے اپنے پیٹ کے بچہ کو تیرے لئے وقف کرنے کی نذر مانی ہے، میری طرف سے اسے قبول فرما۔ یقیناً تو خوب سننے والا، پوری طرح جاننے والا ہے۔ جب اس (عمران کی بیوی) نے بچی (مریم علیہا السلام) کو جنا تو کہنے لگیں کہ اے پروردگار، میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہوئی ہے (حالانکہ) اللہ کو خوب معلوم تھا کہ اس نے کیا جنا تھا اور لڑکا لڑکی جیسا نہیں ہوتا، (خیر) میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے، میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی پناہ میں دیتی ہوں پھر ان کے رب نے اسے بخوشی قبول فرما لیا اور اس کو بہترین طریقہ سے پروان چڑھایا۔ زکریا (علیہ السلام) کو اس کا سرپرست بنایا، جب بھی زکریا (علیہ السلام) ان کے کمرے میں جاتے ان کے پاس کھانے کی چیزیں پاتے تو ان سے پوچھتے: اے مریم، یہ (رزق) تمہارے پاس کہاں سے آیا؟ وہ جواب دیتیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہے۔ یقیناً اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔“

(ال عمران 3: آیات 35 تا 37)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر ال عمران 3: آیات 43 تا 44﴾

حضرت زکریا علیہ السلام کی اولاد کے حصول کے لئے دعا:

جب حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم پھل دیکھے تو آپ علیہ السلام کے دل میں بھی اولاد کی خواہش شدت سے پیدا ہوئی۔ اس وقت اگرچہ آپ خود بھی بوڑھے، کمزور اور ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکے تھے۔ آپ علیہ السلام کے سر کے بال بھی سفید ہو چکے تھے اور بیوی بھی بوڑھی اور بانجھ تھی مگر پھر بھی آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوئے اور چپکے چپکے اللہ تعالیٰ سے اولاد کے لئے دعائیں مانگیں۔

فرمان الہی ہے:

① رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ

(ترجمہ) ”اے میرے پروردگار، مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرمائیے، بے شک آپ ہی دعا کو سننے (اور قبول کرنے) والے ہیں۔“ (ال عمران 3: آیت 38)

② فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا

(ترجمہ) ”(اے میرے رب)، پس مجھے اپنے پاس سے ایک وارث (لڑکا) عطا فرمائیے۔“ (مریم 19: آیت 5)

③ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ

(ترجمہ) ”اے میرے پروردگار، مجھے تنہا نہ چھوڑیئے آپ تو سب سے بہتر وارث ہیں۔“ (الانبیاء 21: آیت 89)

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کی قبولیت:

حضرت زکریا علیہ السلام نے جیسے ہی اللہ رب العزت سے اولاد کے حصول کے لئے دعا مانگی تو ابھی آپ علیہ السلام اسی جگہ ہی کھڑے تھے جہاں آپ علیہ السلام نے دعا مانگی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے آکر آپ علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت سنائی اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا کہ آپ علیہ السلام کی بانجھ بیوی کو بھی اللہ تعالیٰ نے بچہ جننے کے قابل بنا دیا ہے اور آپ علیہ السلام کے بیٹے کا نام بھی خود ہی یحییٰ رکھا ہے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”فرشتوں نے انہیں (زکریا علیہ السلام کو) آواز دی جب وہ کمرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ اللہ تمہیں یحییٰ (بیٹے) کی یقینی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ کے کلمہ (عیسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کرنے والا، سردار، نفس پر قابو پانے والا، نبوت والا اور نیک لوگوں میں سے ہوگا۔“

(ال عمران 3: آیت 39)

② ”یہ آپ کے رب کی رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندہ زکریا (علیہ السلام) پر کی تھی۔ جب انہوں (زکریا علیہ السلام) نے اپنے رب سے چپکے چپکے دعا مانگی تھی کہ اے میرے پروردگار، میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں اور بڑھاپے کی وجہ سے بال سفید ہو گئے ہیں لیکن میں آپ سے دعا مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا اور مجھے اپنے پیچھے اپنے رشتہ داروں کا ڈر ہے اور میری بیوی بھی بانجھ ہے۔ پس آپ مجھے اپنے پاس سے وارث (ایک لڑکا) عطا فرمائیے۔ جو میرا اور یعقوب (علیہ السلام) کے خاندان کا وارث بنے اور اے میرے رب، اسے (ایک) پسندیدہ انسان بنانا۔ (اللہ نے فرمایا) اے زکریا (علیہ السلام)، ہم آپ کو ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ اس سے پہلے ہم نے اس کا ہم نام کسی کو نہیں بنایا۔

(مریم: 19: آیات 7 تا 2)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر الانبیاء، 21: آیت 90﴾

حضرت زکریا علیہ السلام کا بیٹے کی خوشخبری ملنے پر اظہار تعجب:

جب اللہ رب العزت نے حضرت زکریا علیہ السلام کو اپنے فرشتوں کے ذریعے بیٹے کی خوشخبری سنائی تو آپ علیہ السلام کو بڑا تعجب ہوا کہ میں خود بھی بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بھی بانجھ ہے اب اولاد کیسے ہوگی؟ اور آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس پر کوئی نشانی مقرر کرنے کی درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے نشانی یہ مقرر فرمائی کہ 3 دن اور 3 رات تک آپ لوگوں سے بات نہیں کر سکو گے صرف اشاروں سے بات کو سمجھا پاؤ گے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”زکریا (علیہ السلام) تعجب سے (کہنے لگے: اے میرے رب، میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا؟ میں تو بالکل بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری بیوی بھی بانجھ (بچہ جننے کے قابل نہیں) ہے، جواب ملا: اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ زکریا (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب، میرے لئے اس کی کوئی نشانی مقرر کر دیجئے۔ (اللہ نے) فرمایا: اس کی نشانی یہ ہے کہ 3 دن تک تم لوگوں سے (زبان سے) بات نہیں کر سکو گے صرف اشارہ سے سمجھاؤ گے۔ (اس دوران)

تم اپنے رب کا کثرت سے ذکر کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرتے رہو۔“

(ال عمران 3: آیات 40 تا 41)

② ”زکریا (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب، میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا؟ جبکہ میری بیوی بانجھ اور میں خود انتہائی بوڑھا ہو چکا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ اسی طرح ہوگا۔ آپ کے رب نے فرمایا کہ مجھ پر تو یہ کام بالکل آسان ہے اور اس سے پہلے میں تمہیں پیدا کر چکا ہوں جبکہ تم کچھ بھی نہ تھے۔ زکریا (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے پروردگار، میرے لئے کوئی علامت مقرر کر دیجئے۔ (اللہ نے) فرمایا: تمہارے لئے نشانی یہ ہے کہ تم تندرست ہونے کے باوجود 3 راتوں تک کسی سے بات نہیں کر سکو گے پھر زکریا (علیہ السلام) اپنے حجرہ سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے اور ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: تم صبح و شام اللہ کی تسبیح بیان کیا کرو۔“ (مریم 19: آیات 8 تا 11)

حضرت زکریا (علیہ السلام) کی شہادت:

یہودی چونکہ آپ (علیہ السلام) کے بہت زیادہ مخالف تھے۔ انہوں نے آپ (علیہ السلام) کو قتل کرنا چاہا، آپ (علیہ السلام) بھاگ پڑے تاکہ ان کے ہاتھ نہ لگ سکیں۔ سامنے ایک درخت آیا اور اس کے اندر شکاف تھا۔ آپ (علیہ السلام) اس درخت میں گھس گئے اور اس درخت کا شکاف بند ہو گیا۔ یہودی آپ (علیہ السلام) کے قدموں کا پیچھا کرتے ہوئے جب درخت کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ قدموں کے نشان آگے نہیں جا رہے ہیں تو انہوں نے اس درخت پر ہی آرا چلا دیا۔ جب آرا زکریا (علیہ السلام) کی پسلیوں تک پہنچا تو آپ (علیہ السلام) کے منہ سے کراہنے کی آواز نکلی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ (علیہ السلام) پر وحی فرمائی کہ اگر آپ کا کراہنا بند نہ ہوا تو میں پوری زمین کو تمام مخلوقات سمیت الٹ کر تباہ کر دوں گا اور اگر آپ نے صبر سے کام لیا تو میں ان یہود پر اپنا غضب نازل کروں گا۔ چنانچہ آپ (علیہ السلام) کے جسم مبارک کو 2 ٹکڑے کر دیا گیا، آپ (علیہ السلام) نے صبر سے کام لیتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا اور زبان سے اُف تک بھی نہ کہا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا نسب نامہ:

یحییٰ (علیہ السلام) بن زکریا بن لدن بن مسلم بن صدوق بن حشبان بن داود بن سلیمان بن مسلم بن صدیقة بن برخیا بن بلعاطہ بن ناحور بن شلوم بن بهفاشاط بن اینامن بن رحبعام بن سلیمان بن داؤد (علیہ السلام) بن ایشا بن عوید بن عابر بن سلمون بن نحشون بن عمینا ذب بن ارم بن حصرون بن فارص بن یھودا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم (علیہ السلام) بن تارح (آزر) بن ناحور بن ساروح بن راغو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلاییل بن قینان بن یانش بن شیث بن آدم (علیہ السلام) (نقص الانبیاء، لابن کثیر رحمہ اللہ۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابن ہشام رحمہ اللہ)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا مختصر تعارف:

حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت زکریا علیہ السلام کے وہ صاحبزادے ہیں جنہیں حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ کر لیا۔ آپ علیہ السلام بڑے پرہیزگار، بردبار اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو پیدا کرنے سے پہلے ہی آپ علیہ السلام کے والد محترم حضرت زکریا علیہ السلام کو آپ کے نبی ہونے کی خوشخبری سنا دی تھی۔ انسان کے لئے 3 مواقع بڑے دشوار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان 3 دشوار مواقع پر بھی حضرت یحییٰ علیہ السلام کو سلامتی اور امن کی بشارت سنائی۔ پیدا ہونے کا موقع، فوت ہونے کا اور دوبارہ زندہ ہونے کا۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”(اللہ نے فرمایا) اے یحییٰ، کتاب کو مضبوطی سے تھام لو اور ہم نے اسے بچپن ہی سے

دانائی عطا فرمادی تھی اور اپنے پاس سے انہیں رحم دلی اور پاکیزگی عطا فرمائی تھی، وہ بڑے پرہیزگار تھے اور اپنے والدین سے اچھا سلوک کرنے والے تھے، وہ سرکش اور نافرمان نہیں تھے۔ ان پر سلامتی ہو جس دن وہ پیدا ہوئے، جس دن فوت ہوں گے اور جس دن دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔“ (مریم: 19: آیات 12 تا 15)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا زہد و تقویٰ:

حضرت یحییٰ علیہ السلام تنہائی پسند تھے۔ آپ علیہ السلام جنگلوں کی طرف نکل جاتے، درختوں کے پتے کھاتے اور چشموں کا پانی پیتے اور پھر فرمایا کرتے تھے: اے یحییٰ، تجھ سے زیادہ نعمتیں کسے حاصل ہوں گی؟

وہیب بن ورد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ایک مرتبہ حضرت یحییٰ علیہ السلام 3 دن تک غائب رہے آپ علیہ السلام کے والد محترم حضرت زکریا علیہ السلام تلاش میں جنگل کی طرف گئے تو دیکھا کہ ایک کھودی ہوئی قبر کے پاس آپ علیہ السلام کھڑے ہو کر آہ و بکا میں مصروف ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا: بیٹا، میں تمہیں 3 دن سے تلاش کر رہا ہوں اور تم یہاں قبر پر کھڑے رو رہے ہو۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے ابو جان، آپ ہی نے تو مجھے بتایا تھا کہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک طویل فاصلہ ہے جو صرف آنسوؤں کی مدد سے طے ہو سکتا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں بیٹا پھر خوب رولو۔ باپ اور بیٹا دونوں مل کر آخرت کو یاد کر کے کافی دیر وہاں روتے رہے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”یہ لوگ (حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام) نیک کاموں کی طرف جلدی کرتے تھے۔ ہمیں شوق اور خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے۔“

(الانبیاء: 21: آیت 90)

② ”جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اس نے اپنے نفس کو (بری) خواہش سے روک رکھا تو بے شک اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔“ (النزہت: 79: آیات 40 تا 41)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی مسجد اقصیٰ میں قوم کو دعوت توحید:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ 5 باتوں پر عمل کرو اور بنی اسرائیل کو بھی ان پر عمل کرنے کی تلقین کرو۔ یحییٰ علیہ السلام کو اس حکم پر عمل کرنے میں کچھ تاخیر ہو گئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ آپ کو 5 احکامات بنی اسرائیل کو پہنچانے کا حکم دیا گیا تھا، آپ انہیں یہ احکامات پہنچا دیں یا میں پہنچا دیتا ہوں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے بھائی جان (میں خود ہی پہنچا دیتا ہوں اس لئے کہ) مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اگر آپ نے مجھ سے پہلے یہ احکامات بنی اسرائیل کو پہنچا دیئے تو اللہ تعالیٰ مجھے سزا دیں گے۔ چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو مسجد اقصیٰ میں جمع کیا اور ایک اونچی جگہ میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اور آپ لوگوں کو 5 باتوں پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور وہ 5 باتیں یہ ہیں:

- ① صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ شرک کی مثال اس غلام جیسی ہے جس کو اس کے مالک نے سونے یا چاندی کے عوض خریدا وہ غلام کام تو کرتا ہے لیکن کمائی کی رقم اپنے آقا کے علاوہ کسی دوسرے کو دیتا ہے۔ اب بتاؤ تم میں سے کوئی آدمی بھی اس بات کو پسند کرے گا کہ اس کا غلام ایسا ہو؟ اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں پیدا کیا ہے اور وہی تمہیں رزق دیتا ہے لہذا تم اسی اکیلے کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ ② تم خضوع و خشوع کے ساتھ نماز ادا کرو کیونکہ جب تک تم نماز میں دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتے اللہ تعالیٰ بھی تمہاری طرف برابر اپنی رضا و رحمت کے ساتھ متوجہ رہتا ہے۔ ③ روزے رکھو، اس لئے کہ روزے دار کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جو ایک جماعت میں بیٹھا ہو اور اس کے پاس مشک کی تھیلی ہو، وہ مشک اسے بھی اور اس کے ساتھیوں کو بھی خوشبو سے معطر کرتا رہے اور روزے دار کے منہ کی بو کا خیال نہ کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزے دار کے منہ کی بو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔ ④ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال میں سے صدقہ دیا کرو اس لئے کہ صدقہ دینے والے کی

مثال اس آدمی کی طرح ہے جسے دشمنوں نے اچانک پکڑ لیا ہو اور اس کے ہاتھوں کو گردن سے باندھ کر مقتل کی طرف لے جا رہے ہوں وہ ناامیدی کی حالت میں یہ کہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ میں مال دے کر اپنی جان چھڑا لوں پھر وہ اپنی کچھ چیزیں فدیہ میں دے کر دشمنوں سے جان چھڑا لے۔ ⑤ دن رات کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرو اس لئے کہ ذکر کرنے والے آدمی کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس کا دشمن تیزی کے ساتھ پیچھا کر رہا ہو اور وہ آدمی بھاگ کر کسی مضبوط قلعہ میں پناہ حاصل کر کے دشمن سے محفوظ ہو جائے۔ بلاشبہ انسان کے سب سے بڑے دشمن شیطان کے مقابلے میں ذکر الہی میں مشغول ہو جانا ایک قلعہ میں محفوظ ہو جانے کی طرح ہے۔ (ترمذی۔ عن حارث اشعری رضی اللہ عنہ)

حضرت یحییٰ علیہ السلام سے آپ ﷺ کی ملاقات :

معراج کے دوران آپ ﷺ کی دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی آپ ﷺ نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا پھر آپ ﷺ کو دونوں نے خوش آمدید کہا۔ (بخاری، مسلم۔ عن مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت :

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے زمانہ میں دمشق کا بادشاہ کسی ایسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا تھا جس سے نکاح کرنا اس کے لئے شرعاً جائز نہیں تھا۔ اس نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے یہ مسئلہ پوچھا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس عورت سے نکاح کرنا آپ کے لئے حلال نہیں ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے منع کیا تو وہ عورت ناراض ہو گئی۔ جب اس عورت نے محسوس کیا کہ بادشاہ اس پر فریفتہ ہو چکا ہے تو اس نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کی فرمائش کر دی۔ بادشاہ نے ایک آدمی کو بھیجا جو آپ علیہ السلام کو شہید کر کے آپ علیہ السلام کا سر ایک تھال میں رکھ کر لے آیا اور ملکہ کے سامنے پیش کر دیا۔ سر اس حالت میں بھی یہ کہتا رہا کہ یہ عورت بادشاہ کے لئے حلال نہیں ہے۔ آخر کار وہ عورت زمین میں دھنسا دی گئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نسب نامہ:

عیسیٰ (علیہ السلام) بن مریم (علیہا السلام) بنت عمران بن ہاشم بن امون بن میثا بن حزقیاء بن احریق بن موثم بن عزازیا بن امصیا بن یاوش بن احر یهو بن یازم بن یهفاشاط بن ایشا بن ایان بن رحبعام بن داود (علیہ السلام) بن ایشا بن عوید بن عابر بن سلمون بن نحشون بن عمینا ذب بن ارم بن حصرون بن فارص بن یهودا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم (علیہ السلام) بن تارح (آزر) بن ناحور بن ساروح بن راغو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلاییل بن قینان بن یانیش بن شیث بن آدم (علیہ السلام) (قصص الانبیاء، لابن کثیر رحمہ اللہ - سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابن ہشام رحمہ اللہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مختصر تعارف:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ رب العزت کے انبیاء میں سے وہ نبی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بغیر باپ کے پیدا فرمایا اور آپ علیہ السلام کو اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گھرانہ بڑا بابرکت گھرانہ تھا۔ آپ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام بھی نیک عورت تھیں۔ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ محترمہ حتمہ بنت فاقوز ایک عبادت گزار خاتون تھیں لیکن ان کی اولاد نہیں تھی۔ ایک دن انہوں نے ایک پرندہ کو دیکھا جو اپنے بچے کو اس کی غذا کھلا رہا تھا۔ اسے دیکھ کر ان کے دل میں بھی اولاد کی خواہش پیدا ہوئی تو انہوں نے نذر مان لی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد عطا فرمائی تو میں اسے اللہ کے گھر (بیت المقدس) کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور وہ امید سے ہو گئیں۔ جب ان کے ہاں بچی پیدا ہوئی تو کہنے لگیں: اے میرے پروردگار، میں نے تو

لڑکی کو جنم دیا ہے، میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے۔ میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی پناہ میں دیتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی نذر کے ساتھ ساتھ ان کی دعا کو بھی قبول فرمایا اور مریم اور ان کی اولاد کو شیطان مردود کے شر سے محفوظ رکھا۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”بے شک اللہ نے تمام (جہاں کے) لوگوں میں سے آدم، نوح، ابراہیم (ؑ) کے خاندان اور عمران کے خاندان کو (اپنی رسالت کے لئے) منتخب فرمالیا۔ یہ سب آپس میں ایک دوسرے کی نسل سے ہیں اور اللہ سب کچھ سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔ (اللہ سن رہا تھا) جب عمران کی بیوی نے کہا: اے میرے رب، میں نے اپنے پیٹ کے بچہ کو تیرے لئے وقف کرنے کی نذر مانی ہے، میری طرف سے اسے قبول فرما۔ یقیناً تو خوب سننے والا، پوری طرح جاننے والا ہے۔ جب اس (عمران کی بیوی) نے بچی (مریم علیہا السلام) کو جنا تو کہنے لگیں کہ اے پروردگار، میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہوگئی ہے (حالانکہ) اللہ کو خوب معلوم تھا کہ اس نے کیا جنا تھا اور لڑکا لڑکی جیسا نہیں ہوتا (خیر) میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی پناہ میں دیتی ہوں پھر ان کے رب نے اسے بخوشی قبول فرما لیا اور اس کو بہترین طریقہ سے پروان چڑھایا۔ زکریا (ؑ) کو اس کا سر پرست بنایا۔“ (ال عمران 3: آیات 33 تا 37)

حدیث رسول اکرم ﷺ:

”ہر بچے کو پیدائش کے وقت شیطان چھوتا ہے جس کی وجہ سے بچہ رونے لگتا ہے سوائے مریم (ؑ) اور ان کے بیٹے عیسیٰ (ؑ) کے (کہ وہ شیطان کے چھونے سے محفوظ رہے)۔“ (بخاری۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت:

حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ نے جو نذر مانی تھی اسے پورا کرنے کے لئے حضرت مریم علیہا السلام کو لے کر بیت المقدس آئیں اور وہاں پر چند اشخاص تورات لکھ رہے تھے

جن میں حضرت زکریا علیہ السلام بھی موجود تھے۔ چونکہ حضرت مریم علیہا السلام کے والد محترم عمران اپنی قوم کے معزز افراد میں سے تھے اس لئے ہر ایک نے خواہش کی کہ سردار کی بیٹی کی پرورش کا موقع اسے ملے۔ آخر کار قرعہ اندازی کی گئی تو یہ شرف حضرت زکریا علیہ السلام کے حصہ میں آیا۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے لئے ایک جگہ مقرر کی جہاں ان کے سوا کوئی نہیں جاتا تھا آپ علیہ السلام وہاں عبادت میں مصروف رہتی اور اپنی باری پر مسجد کی خدمت کرتیں۔ آپ شریفانہ عادات کی وجہ سے مشہور ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنی پسندیدہ بن گئی کہ جب زکریا علیہ السلام ان کے کمرے میں جاتے تو وہاں انہیں بے موسم پھل نظر آئے۔ ایک مرتبہ حضرت زکریا علیہ السلام نے سوال کیا کہ یہ پھل کہاں سے آئے ہیں؟ تو حضرت مریم علیہا السلام نے جواب دیا کہ یہ اللہ کی طرف سے آئے ہیں۔ بے شک اللہ جسے چاہتے ہیں بے حد و حساب رزق دیتے ہیں۔

احادیث رسول اکرم ﷺ:

- ① ”مردوں میں تو بہت سے افراد کامل ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں صرف فرعون کی بیوی آسیہ اور مریم بنت عمران (علیہا السلام) کامل ہوئی ہیں۔“ (بخاری۔ عن ابی موسیٰ بنی النعمان)
- ② ”تمام جہاں کی عورتوں میں سے 4 عورتیں فضیلت والی ہیں: ① مریم بنت عمران علیہا السلام ② فرعون کی بیوی آسیہ علیہا السلام ③ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ④ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ۔“ (مسند احمد۔ عن انس بنی النعمان)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر ال عمران 3: آیات 42 تا 44﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت:

جب حضرت مریم علیہا السلام کو ان کی والدہ نے بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تو آپ علیہ السلام حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت میں رہ کر بیت المقدس کی خدمت کرتی رہیں۔ جب حضرت مریم علیہا السلام بلوغت کی عمر کو پہنچ گئیں تو آپ علیہا السلام ایک دن بیت المقدس کے مشرقی حصہ میں سب سے علیحدہ ہو کر ایک پردہ ڈال کر غسل کرنے لگیں۔ اتنے میں

اللہ تعالیٰ کے فرشتے (حضرت جبریل علیہ السلام) حسین نوجوان کی صورت میں سامنے آئے۔ حضرت مریم علیہا السلام نے فرشتے کو دیکھا تو اسے انسان سمجھ کر کہنے لگیں کہ میں تجھ سے رحمن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے۔ فرشتے نے آپ علیہا السلام کو تسلی دیتے ہوئے کہا: میں آپ کے رب کا قاصد ہوں اور آپ کو یہ خوشخبری دینے کے لئے بھیجا گیا ہوں کہ آپ کو ایک پاکباز بیٹا ملنے والا ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام نے تعجب سے کہا: میرے ہاں بیٹا کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟ مجھے تو کسی انسان نے (شہوت کے ساتھ) چھوا ہی نہیں۔ فرشتے نے جواب دیا: یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو پورا ہو کر رہے گا کیونکہ تمہارے رب کا یہ ارشاد ہے کہ مجھ پر یہ کام بہت ہی آسان ہے۔ یہ کہتے ہوئے حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان میں پھونک ماری اور وہ امید سے (حاملہ) ہو گئیں۔ جب حمل کے آثار ظاہر ہوئے تو آپ علیہا السلام نے بنی اسرائیل کی طرف سے تہمت لگنے کے خوف سے تنہائی اختیار کر لی۔ حمل کی مدت مکمل ہونے پر آپ علیہا السلام لوگوں سے علیحدہ ہو کر ایک دور جگہ پر ایک کھجور کے درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئیں۔ وہیں پر آپ علیہا السلام کو دردزہ (بچہ جننے سے پہلے کا درد) شروع ہو گیا۔ ایک طرف تو آپ علیہا السلام کو جسمانی تکلیف ہو رہی تھی اور دوسری طرف آپ علیہا السلام ذہنی طور پر بھی پریشان ہو گئیں کہ جب میں بچہ لے کر قوم کے سامنے جاؤں گی تو لوگ مجھے کیا کہیں گے؟ لہذا آپ علیہا السلام نے اس موقع پر کہا: کاش میں اس وقت کے آنے سے پہلے ہی مر چکی ہوتی اور لوگ مجھے بھلا چکے ہوتے۔ اللہ رب العزت نے حضرت مریم علیہا السلام کی جسمانی اور ذہنی تکلیف دور کرنے کے لئے آواز دی کہ اے مریم، آپ غم نہ کریں، آپ کے رب نے آپ کے پاؤں تلے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔ اس سے پانی پیئیں اور جس کھجور کے درخت کے نیچے آپ بیٹھی ہوئی ہیں اس کو ذرا ہلائیں تو اس سے تازہ کھجوریں گریں گی وہ کھائیں، آپ کی جسمانی تکالیف دور ہو جائیں گی۔ جہاں تک لوگوں کی طرف سے تہمت لگنے کا خوف ہے تو آپ (علیہا السلام) کو جہاں کہیں بھی انسان نظر آئے تو اس سے بات کرنے کے بجائے صرف یہ کہنا کہ میں نے رحمن (اللہ تعالیٰ) کے لئے خاموشی کا روزہ رکھا ہوا ہے اس لئے اس وقت میں کسی سے بات نہیں کروں گی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اور (اے نبی ﷺ) اس کتاب میں مریم کا واقعہ (بھی) بیان کیجئے۔ جب وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ ہو کر مشرقی جانب آئی پھر لوگوں کی طرف سے اپنے لئے ایک پردہ بنا لیا۔ ہم نے اس کے پاس اپنا خاص فرشتہ (جبریل علیہ السلام) کو بھیجا جو ایک پورے انسان کی شکل میں مریم (علیہا السلام) کے سامنے آیا۔ مریم (علیہا السلام) نے کہا: اگر تم اللہ کا خوف رکھتے ہو تو میں تم سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں۔ اس نے جواب دیا: میں تو اللہ کا بھیجا ہوا قاصد ہوں (اللہ کے حکم سے) تمہیں ایک پاکیزہ لڑکے (کی خوشخبری) دینے آیا ہوں۔ مریم (علیہا السلام) نے کہا: میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا؟ جبکہ مجھے تو کسی انسان نے چھوا تک نہیں اور نہ ہی میں بدکار (عورت) ہوں۔ اس (فرشتہ) نے کہا: بات یہی ہے، تیرے رب کا ارشاد ہے: یہ کام میرے لئے بہت ہی آسان ہے تاکہ ہم اس کو لوگوں کے لئے (اپنی قدرت کی) ایک نشانی اور رحمت بنائیں یہ ایسا معاملہ ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ پس وہ (مریم علیہا السلام) حمل سے ہو گئیں اور اس (حمل) کو لئے ہوئے ایک دور جگہ چلی گئیں پھر زچگی کی تکلیف انہیں ایک کھجور کے تنے کی طرف لے آئی اور انہوں نے کہا: کاش، میں اس سے پہلے ہی مر چکی ہوتی اور ایک بھولی ب سری یاد بن گئی ہوتی۔ اتنے میں (فرشتہ نے) اسے نیچے سے آواز دی: غم نہ کرو، تمہارے رب نے تمہارے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے اور اس کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ، یہ آپ پر تازہ پکی کھجوریں گرائے گا۔ پس کھاؤ اور پیو اور اپنی آنکھیں (بچہ کو دیکھ کر) ٹھنڈی رکھو۔ اگر کسی انسان کو دیکھو تو کہہ دینا کہ میں نے رحمٰن کے لئے (خاموشی کے) روزہ کی نذر مانی ہے۔ اس لئے میں آج کسی سے بات نہیں کروں گی۔“ (مریم 19: آیات 16 تا 26)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت پر قوم کی حیرانگی:

حضرت مریم علیہا السلام کے ہاں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ علیہا السلام انہیں لے کر قوم کے پاس تشریف لائیں۔ قوم نے جیسے ہی آپ علیہا السلام کی گود میں بچہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو

دیکھا تو حیران ہو کر کہنے لگے: اے مریم، تم نے یہ کیا کیا؟ نہ تو تمہارا باپ بدکردار تھا اور نہ ہی تمہاری والدہ، کنواری ہونے کے باوجود یہ بچہ تمہارے پاس کہاں سے آ گیا؟ حضرت مریم علیہا السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں خاموشی کا روزہ رکھا ہوا تھا، لہذا آپ علیہا السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے پوچھو؟ لوگوں نے کہا: اتنے چھوٹے بچے سے ہم کیا پوچھیں؟

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”پھر وہ بچہ (عیسیٰ علیہ السلام) کو اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں تو انہوں نے کہا: اے مریم تم نے تو بہت ہی برا کام کیا ہے۔ اے ہارون کی بہن، نہ تو تمہارا باپ برا آدمی تھا اور نہ ہی تمہاری ماں بدکار تھی۔ مریم (علیہا السلام) نے اپنے بچہ کی طرف اشارہ کیا تو وہ (قوم کے لوگ) کہنے لگے: ہم اس گود کے بچہ سے کیسے بات کریں۔“ (مریم: 19: آیات 27 تا 29)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام (گود کے بچہ) کی قوم سے معجزانہ گفتگو:

جب حضرت مریم علیہا السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا کہ ان سے حقیقت معلوم کرو تو قوم کے افراد ابھی یہ سوچ ہی رہے تھے کہ مریم (علیہا السلام) ہم سے مذاق کر رہی ہیں اتنا چھوٹا بچہ بولنے کی صلاحیت کہاں رکھتا ہے۔ اتنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے بول پڑے اور خود کو اللہ کا بیٹا ہونے کی نفی کرتے ہوئے اپنی والدہ محترمہ پر جو قوم کی طرف سے الزام تھا اس کی بھی تردید فرمائی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”(اس وقت) بچہ بول اٹھا، بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے اپنا نبی بنایا ہے اور جہاں کہیں بھی میں رہوں اس نے مجھے بابرکت بنایا ہے اور جب تک میں زندہ رہوں اس نے مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور مجھے اپنی والدہ کا خدمت گزار بنایا ہے اور مجھے سرکش اور بد بخت نہیں بنایا اور مجھ پر سلامتی ہے جس دن میں پیدا ہوا، جس دن میں فوت ہوں گا اور جس دن میں دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا۔“ (مریم: 19: آیات 30 تا 33)

حدیث رسول اکرم ﷺ:

”جن 3 گود کے بچوں نے بات کی ان میں ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام، دوسرا بنی اسرائیل کے ایک شخص جرتج کی پاکدامنی کی گواہی دینے والا بچہ، تیسرا بنی اسرائیل کا بچہ ہے۔

جرتج بنی اسرائیل میں ایک نیک انسان تھا۔ وہ (نفل) نماز میں مشغول تھا کہ اتنے میں اس کی (نابینا) والدہ نے آکر اسے بلایا۔ وہ (دل ہی دل میں) کہنے لگا کہ میں نماز میں مصروف رہوں یا اپنی والدہ کو جواب دوں؟ (نماز کو مقدم کرتے ہوئے اس نے والدہ کو کوئی جواب نہیں دیا) والدہ نے (ناراض ہو کر) بددعا کی: اے اللہ، اس وقت تک اسے (جرتج کو) موت نہ دینا جب تک یہ کسی بدکار عورت کا چہرہ نہ دیکھ لے پھر ایسا ہی ہوا جرتج اپنے عبادت خانے میں مصروف تھا۔ ایک بدکار عورت نے آکر جرتج سے بدکاری کروانا چاہی لیکن جرتج نے انکار کر دیا پھر وہ ایک چرواہے کے پاس گئی اور اس سے برائی کی پھر اس نے ایک لڑکے کو جنم دیا۔ لوگوں نے پوچھا: یہ لڑکا کہاں سے لائی ہو؟ اس نے کہا: یہ جرتج کا بیٹا ہے۔ لوگ یہ سن کر غصے میں آ گئے کہ ایک بہت بڑا عابد ہو کر اس نے بدکاری کی ہے لہذا انہوں نے (بغیر تحقیق) جرتج کا عبادت خانہ گرا ڈالا اور اسے عبادت خانہ سے نیچے اتار کر برا بھلا کہنے لگے۔ جرتج نے وضو کیا اور نماز پڑھ کر اس بچے کے پاس آئے (جو ان کی طرف منسوب کیا جا رہا تھا) اس سے پوچھا: اے بچے، بتاؤ تمہارا باپ کون ہے؟ اس بچے نے جواب دیا: میرا باپ فلاں چرواہا ہے۔ یہ صورتحال دیکھ کر لوگ بہت شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے: اے جرتج، ہم تمہارا عبادت خانہ سونے کا بنا دیتے ہیں۔ جرتج نے کہا: نہیں، جیسے پہلے مٹی کا بنا ہوا تھا ویسے ہی بنا دو۔

بنی اسرائیل کا ایک بچہ (کی تفصیل یہ ہے)۔ بنی اسرائیل کی ایک عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی، اس دوران اس کے پاس سے ایک خوبصورت سوار گزرا۔ عورت اس کو دیکھ کر کہنے لگی: اے اللہ، میرے بیٹے کو اس سوار کی طرح بنا دیجئے۔ یہ سنتے ہی اس بچے نے ماں کی چھاتی چھوڑ کر سوار کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اے اللہ، مجھے اس طرح نہ بنانا پھر وہ اپنی ماں کی چھاتی سے دودھ پینے لگا۔ اتنے میں ایک لونڈی پاس سے گزری (جسے

لوگ مار رہے تھے) عورت نے کہا: اے اللہ، میرے بیٹے کو اس لونڈی کی طرح نہ بنانا۔ بچے نے یہ سنتے ہی ماں کی چھاتی چھوڑ کر کہا: اے اللہ، مجھے اس لونڈی کی طرح بنادینا۔ عورت نے اپنے بچے سے پوچھا: کیا بات ہے، تم ایک خوبصورت سوار کی طرح بننا نہیں چاہتے اور ایک ذلیل و خوار لونڈی کی طرح بننا چاہتے ہو؟ بچے نے جواب دیا: جو سوار پہلے گزرا ہے وہ ایک بہت بڑا ظالم ہے اور یہ لونڈی بے چاری بے قصور ہے، لوگ اس پر چوری اور زنا کا الزام لگا رہے ہیں۔“ (مسلم۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر ال عمران 3: آیت 46 اور مریم 19: آیات 27 تا 33﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے بنی اسرائیل کی طرف بھیجے جانے والے انبیاء علیہم السلام میں سے سب سے آخر میں مبعوث ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آخری نبی حضرت محمد ﷺ، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے نبی بنا کر بھیجے گئے۔ اللہ رب العزت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی لوگوں کے سامنے وہی دعوت پیش کرنے کا حکم دیا جو آپ علیہ السلام سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو دیا تھا۔ فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اور میں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے (موسیٰ علیہ السلام) پر نازل ہو چکی ہے اور میں اس لئے آیا ہوں کہ میں تم پر کچھ چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی تھیں۔ (دیکھو) میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانیاں لایا ہوں، اس لئے تم اللہ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو۔ یقیناً اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے، لہذا تم سب اسی کی عبادت (بندگی) کرو، (اس لئے کہ) یہی سیدھی راہ ہے۔“

(ال عمران 3: آیات 50 تا 51)

② ”اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب مریم (علیہا السلام) کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اے بنی اسرائیل، میں تمہاری طرف (بھیجا ہوا) اللہ کا رسول ہوں، مجھ سے پہلے جو (کتاب)

تورات نازل ہو چکی ہے، میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری بھی دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد (ﷺ) ہو گا پھر جب وہ (رسول ﷺ) ان کے پاس کھلی نشانیاں (معجزات) لے کر آئے تو انہوں (بنی اسرائیل) نے کہا: یہ تو کھلا جادو ہے۔“ (الصّف: 61: آیت 6)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل کا نزول:

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”(اس وقت) بچہ بول اٹھا: بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب عطا

فرمائی ہے اور مجھے اپنا نبی بنایا ہے۔“ (مریم: 19: آیت 30)

② ”میں (اللہ) نے تمہیں (عیسیٰ علیہ السلام کو) کتاب و حکمت اور تورات و انجیل بھی سکھائی۔“

(المائدہ: 5: آیت 110)

امام ابو زرعہ دمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ رب العزت نے 4 الہامی کتب آسمان سے لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل فرمائیں:

① تورات، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر۔

② زبور، حضرت داؤد علیہ السلام پر۔

③ انجیل، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر۔

④ قرآن مجید، حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام 30 سال کی عمر کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر انجیل نازل فرمائی اور جب آپ ﷺ کی عمر 33 سال ہوئی تو آپ ﷺ کو زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ (تفسیر الطبری)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے بڑے بڑے معجزے عطا فرمائے۔ خود آپ ﷺ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا، گود میں باتیں کرنا بھی بہت بڑا معجزہ تھا۔ اس کے

علاوہ آپ ﷺ کسی بھی مُردہ آدمی کے پاس جا کر اسے کہتے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو جا، وہ اللہ عزوجل کے حکم سے زندہ ہو جاتا۔ آپ ﷺ مٹی سے پرندہ بنا کر اسے کہتے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُڑ جا تو وہ پرندہ جاندار بن کر اُڑنے لگتا۔ آپ ﷺ پیدائشی اندھوں اور کوٹھ کے مرض میں مبتلا لوگوں کے جسم پر ہاتھ پھیرتے، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تندرست ہو جاتے تھے اور لوگ جو کھاتے اور جو ذخیرہ کرتے آپ ﷺ انہیں اس کے بارے میں بتا دیا کرتے تھے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

- ① ”اور وہ (عیسیٰ ﷺ) بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا (اور انہیں کہے گا) بے شک میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لایا ہوں۔ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندہ جیسی شکل (کا مجسمہ) بناؤں گا پھر اس میں پھونک ماروں گا تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جائے گا اور اللہ کے حکم سے میں پیدائشی اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دوں گا۔ مُردوں کو زندہ کر دوں گا جو کچھ تم کھا کر آتے ہو اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں ذخیرہ کر کے آتے ہو وہ تمہیں بتا دوں گا۔ اگر تم ایمان والے ہو تو اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے۔“ (ال عمران 3: آیت 49)
- ② ”(یاد کرو) جب اللہ فرمائے گا کہ اے (مریم کے بیٹے) عیسیٰ (ﷺ) میری وہ نعمتیں یاد کرو جن کا ظہور تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا جب میں نے تمہیں روح القدس سے تقویت پہنچائی، تم لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں باتیں کرتے تھے اور میں نے تمہیں کتاب و حکمت اور تورات و انجیل بھی سکھائی، تم (میرے حکم سے) مٹی سے پرندہ کی صورت بناتے تھے پھر اس میں پھونک مارتے تھے پس وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا اور تم پیدائشی اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کر دیتے تھے اور تم میرے حکم سے مُردوں کو (قبروں سے) نکال کر (زندہ کر کے) کھڑا کر لیتے تھے اور میں نے بنی اسرائیل کو تم (پر حملہ کرنے) سے روک دیا جب تم ان کے پاس روشن دلائل لے کر آئے تھے تو ان میں سے کفار نے کہا: یہ تو ایک کھلا جادو ہے۔“ (المائدہ 5: آیت 110)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ماندہ (دستر خوان) کا نزول:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ رب العزت کا ایک انعام یہ بھی تھا کہ اس نے آپ کے چند پیروکاروں کو آپ علیہ السلام کے حواری (مددگار) بنادیئے تھے۔ جب آپ نے انہیں ایمان کی دعوت دی تو وہ ایمان لا کر اللہ تعالیٰ اور آپ علیہ السلام کے فرماں بردار بن گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو حکم دیا کہ 30 روزے رکھیں۔ انہوں نے آپ علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے 30 روزے رکھے۔ جب 30 روزے پورے ہو گئے تو ان میں سے کمزور ایمان والوں نے آپ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگئے کہ وہ آسمان سے ہمارے لئے دسترخوان نازل فرمائے تاکہ ہم اس میں سے کھائیں اور معاشی پریشانیوں سے آزاد ہو کر اللہ تعالیٰ کی زیادہ سے زیادہ عبادت کریں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ اللہ سے ڈر جاؤ، اس قسم کا سوال نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ یہ دسترخوان تمہارے لئے آزمائش بن جائے۔ مومنوں کی تو یہ شان ہے کہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے محنت مزدوری کے ذریعہ رزق تلاش کرتے ہیں۔ حواریوں نے کہا: اس دسترخوان کی ہمیں ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ جب ہمارے لئے آسمان سے روزی اترے گی اور ہم اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر لیں گے تو ہمارے دل اور زیادہ مطمئن ہو جائیں گے، ہمیں آپ کی نبوت کی صداقت کا پکا یقین ہو جائے گا اور ہم یہ گواہی دیں گے کہ آسمان سے دسترخوان کا نزول اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نشانی ہے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

” (اور یاد کرو) جب حواریوں نے کہا: اے عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام)، کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے خوان (کھانا) اتار سکتا ہے؟ تو انہوں (عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا: اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ (کے عذاب) سے ڈر جاؤ۔ حواریوں نے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ اس (خوان) میں سے کھائیں، ہمارے دل مطمئن رہیں اور ہمیں یقین ہو جائے کہ آپ نے ہم سے سچ فرمایا ہے اور ہم اس پر گواہ بھی ہو جائیں۔“ (المائدہ 5: آیات 112 تا 113)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قوم کو مطمئن کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِاَوْلِنَا
وَاخِرِنَا وَآيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا ۚ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّزٰقِيْنَ

(ترجمہ) ”اے اللہ، ہمارے لئے آسمان سے خوان (کھانا) اتار دیجئے تاکہ وہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے خوشی کا باعث ہو اور آپ کی طرف سے ایک نشانی بھی ہو۔ (اے اللہ) ہمیں روزی عطا فرمائیے، آپ ہی سب سے بہتر روزی دینے والے ہیں۔“

(المائدہ 5: آیت 114)

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (اے عیسیٰ علیہ السلام تمہاری دعا قبول ہوگئی ہے) بلاشبہ میں تم پر وہ (خوان) اتارنے والا ہوں لیکن اس کے بعد تم میں سے جو بھی کفر کرے گا تو میں اسے ایسے عذاب میں مبتلا کروں گا جو میں نے دنیا میں کسی کو نہیں دیا ہوگا۔“ (المائدہ 5: آیت 115)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:- ”قیامت کے دن 3 قسم کے لوگوں کو سخت عذاب ہوگا:
① منافقین ② دستر خوان اترنے کے بعد اللہ پر ایمان نہ لانے والے ③ آل فرعون (فرعون اور اس کے پیروکار)۔“ (تفسیر الطبری - عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ وتفسیر النساء 4: آیت 145 اور غافر 40: آیت 46﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام و مرتبہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے بڑا اعلیٰ مرتبہ عطا فرمایا اور آپ ﷺ کو ایک پاک دامن عورت حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا فرمایا، آپ ﷺ کی طرف اپنی کتاب انجیل نازل فرمانے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کو معجزات بھی عطا فرمائے اور روح القدس (جبریل علیہ السلام) کے ذریعے آپ کی تائید فرمائی۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”مسیح بن مریم (ﷺ) سوائے رسول ہونے کے اور کچھ بھی نہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول آچکے ہیں۔ ان کی والدہ ایک نیک عورت تھی (وہ) دونوں (ماں بیٹی)

کھانا کھاتے تھے۔ آپ دیکھئے کہ کس طرح ہم ان کے سامنے دلائل کھول کر بیان کرتے ہیں پھر غور کیجئے کہ وہ کس طرح (اُلٹے) پھرے جاتے ہیں۔“ (المائدہ 5: آیت 75)

② ”پھر ان دونوں (نوح و ابراہیم علیہ السلام) کے بعد ہم نے لگا تار اپنے رسول بھیجے اور ان سب کے بعد عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کو بھیجا اور انہیں انجیل عطا فرمائی اور جن لوگوں نے ان (عیسیٰ علیہ السلام) کی پیروی کی ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور رحمت ڈال دی (ہاں) رہبانیت (ترک دنیا) انہوں نے خود ایجاد کی تھی ہم نے اسے (ترک دنیا کو) ان پر فرض نہیں کیا تھا، سوائے اللہ کی خوشنودی کی طلب کے۔ انہوں نے اس کا اس طرح خیال نہ رکھا جیسا خیال رکھنے کا حق تھا۔ پس ان میں سے جو بھی ایمان پر قائم رہے ہم نے انہیں ان کا (مکمل) اجر دیا اور ان میں سے بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔“ (الحدید 57: آیت 27)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر البقرہ 2: آیت 253 اور الزخرف 43: آیات 57 تا 59﴾

احادیث رسول اکرم ﷺ:

① ”جس رات مجھے معراج کا شرف حاصل ہوا میری حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات ہوئی آپ ﷺ کا قد درمیانہ، رنگ سرخ اور آپ ایسے لگ رہے تھے جیسے ابھی ابھی حمام سے (غسل کر کے) تشریف لائے ہوں۔“ (بخاری۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

② ”میں نے خواب دیکھا کہ میں کعبہ کے پاس ہوں، اچانک مجھے ایک (سرخ مائل) گندمی رنگت کا آدمی نظر آیا جس کی شکل بہت خوب صورت تھی، اس کے بال بالکل سیدھے اور کندھوں تک پہنچے ہوئے تھے، اس کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا، وہ 2 آدمیوں کے کندھوں کے اوپر ہاتھ رکھ کر کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ مجھے بتایا گیا: یہ عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) ہیں۔ (بخاری۔ عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما)

③ ”جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو حد سے بڑھا (کر انہیں اللہ کا بیٹا قرار) دیا تم مجھے حد سے نہ بڑھانا، میں تو اللہ کا ایک بندہ ہوں تم بس مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہنا۔“ (بخاری۔ عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے آپ ﷺ کا عیسائیوں سے مباہلہ :
فرمان الہی ہے :- (ترجمہ)

① ”یہ (وہ آیات ہیں جو) ہم آپ کو پڑھ کر سنارہے ہیں جو حکمت والی نصیحت ہے۔ یقیناً اللہ کے نزدیک عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال آدم (علیہ السلام) جیسی ہے کہ (اللہ نے) اسے مٹی سے بنایا اور کہا ”ہو جا“ پس وہ ہو گیا۔ یہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے لہذا آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں پھر جو آپ سے، آپ کے پاس علم آ جانے کے بعد جھگڑا کرے تو آپ فرما دیں کہ آؤ ہم سب اپنے اپنے بیٹوں، اپنی اپنی عورتوں اور اپنے آپ کو اکٹھا کر کے مباہلہ (ایک دوسرے کے خلاف بددعا) کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔ یقین مانو، یہی سچے واقعات ہیں اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کا حقدار نہیں اور بے شک اللہ سب پر غالب، خوب حکمت والا ہے۔ اگر اب بھی وہ (اس مباہلہ سے) پھر جائیں تو یقین مانو کہ اللہ فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔“ (ال عمران 3: آیات 58 تا 63)

② ”یہ ہے عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کا صحیح واقعہ۔ یہی وہ سچی بات ہے جس کے بارے میں وہ (کفار) شک و شبہ میں مبتلا ہیں۔ اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی کو (اپنا) بیٹا بنائے، وہ تو بالکل پاک ذات ہے۔ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو صرف اتنا کہتا ہے کہ ہو جا، وہ اسی وقت ہو جاتا ہے۔“ (مریم 19: آیات 34 تا 35)
حدیث رسول اکرم ﷺ :

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد صلح حدیبیہ کے بعد رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ ﷺ سے مناظرہ کیا۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ وحدہ لا شریک کا بیٹا قرار دیتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے دلائل کے ذریعہ ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ جب عیسائیوں کا باطل نظریہ پر اصرار حد سے بڑھنے لگا تو اللہ عز وجل نے رسول اکرم ﷺ کو ان کے ساتھ مباہلہ کرنے کا حکم دیا۔ مباہلہ کے لئے عیسائیوں

کے 2 سردار تیار ہو گئے۔ صبح کے وقت نبی اکرم ﷺ وعدہ کے مطابق حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو لے کر باہر میدان کی طرف نکلے اور ان دونوں سرداروں کو بھی بلایا مگر انہوں نے حالات کا رُخ دیکھ کر مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور جزیہ دینے پر راضی ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو اپنے گھروں میں نہ ان کا مال موجود ہوتا اور نہ ہی ان کے اہل و عیال موجود ہوتے۔

(بخاری، مسند احمد، ترمذی)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عاجزی و انکساری:

حدیث رسول اکرم ﷺ:

”حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک آدمی کو چوری کرتے دیکھ کر اس سے پوچھا کہ تم نے چوری کیوں کی ہے؟ اس نے کہا: اس ذات کی قسم، جس کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں، میں نے ہرگز چوری نہیں کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے (اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود عاجزی و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے) فرمایا: میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں اور اپنے آپ کو (اس چوری کے معاملے میں) جھوٹا قرار دیتا ہوں۔“ (بخاری، مسلم۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہود اور مسلمانوں کا موقف:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہود 3 گروہوں میں تقسیم ہو گئے: ① کچھ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے بجائے کفر پر جمے رہے اور انہوں نے آپ علیہ السلام کی والدہ علیہا السلام پر یوسف نجار کے ساتھ بدکرداری کا الزام لگا دیا جو کہ ایک نیک آدمی بیت المقدس میں عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ ② کچھ لوگ آپ علیہ السلام پر ایمان لانے کا دعویٰ کر کے آپ علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کے مقام سے بڑھانے کی کوشش میں لگ گئے اور ان میں سے بعض نے آپ علیہ السلام کو اللہ قرار دے دیا اور بعض نے اللہ کا بیٹا قرار دیا۔ ③ کچھ لوگ آپ علیہ السلام پر اسی طرح ایمان لے آئے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں تعلیم دی تھی اور انہوں نے آپ علیہ السلام

کو اللہ کا بندہ اور رسول تسلیم کیا۔ یہی (تیسرے گروہ کے) لوگ نجات کے مستحق ٹھہرے اور یہی امت مسلمہ کا عقیدہ ہے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”اے اہل کتاب، اپنے دین میں حد سے آگے نہ بڑھو۔ اللہ کی شان میں صرف سچی بات ہی کہو۔ مسیح عیسیٰ بن مریم (ﷺ) تو صرف اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ (کُن سے پیدا ہوئے) ہیں جو اللہ نے مریم (ﷺ) تک پہنچایا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح ہیں اس لئے تم اللہ اور اس کے رسولوں (ﷺ) پر ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو کہ اللہ 3 ہیں۔ (یہ کہنے سے) باز آ جاؤ اسی میں تمہارے لئے بہتری ہے۔ اللہ تو صرف ایک ہی معبود ہے۔ وہ اولاد سے پاک ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور اللہ (ہر) کام بنانے کے لئے کافی ہے۔ مسیح (ﷺ) اپنے آپ کو اللہ کا بندہ سمجھنے میں کوئی عار محسوس نہیں کریں گے اور نہ ہی مقرب فرشتے (اس کی بندگی میں عار محسوس کرتے ہیں) اور جو اللہ کی عبادت کو عار خیال کرے اور تکبر کرے تو اللہ ان سب کو اپنے پاس جمع کرنے والا ہے۔ جو ایمان لا کر نیک عمل کرتے رہے، اللہ انہیں ان کا پورا پورا اجر دے گا اور اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ بھی عطا کرے گا لیکن جنہوں نے (عبادت میں) عار محسوس کی اور تکبر کیا، اللہ انہیں دردناک عذاب دے گا اور وہ اللہ کے علاوہ (جن پر بھروسہ رکھتے ہیں ان میں سے) کسی کو بھی اپنا حمایتی اور مددگار نہ پائیں گے۔“ (النساء: 4: آیات 171 تا 173)

② ”یہود کہتے ہیں: عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصرانی (عیسائی) کہتے ہیں: مسیح (عیسیٰ ﷺ) اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ تو بے حقیقت باتیں ہیں جو وہ اپنی زبان سے نکالتے ہیں۔ یہ ان کفار کی بات کی نقل کر رہے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اللہ انہیں ہلاک کرے، یہ کہاں بہکے چلے جا رہے ہیں۔“ (توبہ: 9: آیت 30)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر الانعام: 6: آیات 100 تا 103، مریم: 19: آیات 88 تا 95،

الزخرف: 43: آیت 19، الصّٰفّٰت: 37: آیات 149 تا 160 اور یونس: 10: آیات 68 تا 70﴾

احادیث رسول اکرم ﷺ:

① ”جو آدمی یہ گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ سچا معبود نہیں، کوئی بھی اس کا شریک نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور اللہ کا وہ کلمہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا اور اس (اللہ) کی طرف سے آنے والی ایک روح ہیں اور جنت ایک حقیقت ہے اور جہنم بھی۔ اللہ تعالیٰ ایسے مومنوں (اللہ کو وحدہ لا شریک سمجھنے والوں) کو ضرور جنت میں داخل فرمائیں گے خواہ ان کے (نیک) عمل کم ہی ہوں۔“ (بخاری، مسلم۔ عن عبادہ بن اللہ)

② ”جو آدمی عیسیٰ بن مریم علیہا السلام پر ایمان لائے پھر وہ میرا زمانہ پائے اور مجھ پر بھی ایمان لائے تو اسے دو ہزار ثواب ملے گا۔“ (بخاری۔ عن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اپنے معبود ہونے کی تردید:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور انسان تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلاتے اور برائیوں سے روکتے تھے۔ آپ علیہ السلام نے اپنے بارے میں یہ وضاحت کر دی کہ میں نہ اللہ ہوں، نہ اللہ کا بیٹا اور نہ ہی میری والدہ اللہ تعالیٰ کی بیوی ہیں۔ میں اور میری والدہ اللہ تعالیٰ کے معاملات میں ذرہ برابر بھی شریک نہیں۔ جو لوگ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ ہونے یا اللہ کا بیٹا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ سراسر نقصان میں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ دوسروں کو کھلاتے ہیں مگر خود نہیں کھاتے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ انسانوں کی طرح کھانا کھاتے تھے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا: مسیح بن مریم (علیہ السلام) ہی اللہ ہے حالانکہ خود مسیح (علیہ السلام) نے ان سے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل، اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ نے اس پر جنت

حرام کر دی ہے۔ اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے اور (ایسے) گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی بھی نہیں ہوگا۔ وہ لوگ بھی یقیناً کافر ہو گئے جنہوں نے کہا: اللہ 3 (معبودوں) میں سے تیسرا ہے۔ حقیقت میں اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اگر یہ لوگ اپنے اس قول سے باز نہ آئے تو ان میں سے جو کفر پر قائم رہیں گے انہیں ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔ یہ لوگ کیوں اللہ کی طرف نہیں جھکتے اور کیوں گناہوں کی بخشش طلب نہیں کرتے؟ اللہ تو خوب بخشنے والا، بڑا ہی مہربان ہے۔ مسیح بن مریم (ﷺ) سوائے رسول ہونے کے اور کچھ بھی نہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول آچکے ہیں۔ ان کی والدہ ایک نیک عورت تھی (وہ) دونوں (ماں بیٹے) کھانا کھاتے تھے۔ آپ دیکھئے کہ کس طرح ہم ان کے سامنے دلائل کھول کر بیان کرتے ہیں پھر غور کیجئے کہ وہ کس طرح (اُلٹے) پھرے جاتے ہیں۔“

(المائدہ 5: آیات 72 تا 75)

② ”اور (یاد کرو) جب اللہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم (ﷺ)، کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری والدہ کو معبود بنا لو؟ آپ (ﷺ) جواب دیں گے کہ اے اللہ، آپ پاک ہیں۔ مجھے یہ لائق نہیں کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق حاصل نہیں۔ اگر میں نے یہ بات کہی ہوتی تو آپ کو اس کا (ضرور) علم ہوتا، آپ تو میرے دل کی باتوں کو بھی جانتے ہیں اور میں آپ کے دل کی بات نہیں جانتا۔ بلاشبہ آپ ہی غیب جاننے والے ہیں۔ (اے اللہ) میں نے تو ان سے وہی بات کہی تھی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا بھی رب ہے اور جب تک میں ان میں رہا، (اس وقت تک) ان پر گواہ رہا پھر جب آپ نے مجھے (زندہ) اٹھا لیا تو آپ ہی ان پر نگرانی تھی اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں۔ اگر آپ انہیں عذاب دیں تو یقیناً وہ آپ ہی کے بندے ہیں اور اگر آپ انہیں معاف فرما دیں تو آپ سب پر غالب، خوب حکمت والے ہیں۔“ (المائدہ 5: آیات 116 تا 118)

﴿مزید تفصیل کے لئے پڑھئے ترجمہ و تفسیر الزمر 39: آیت 4، الزخرف 43: آیات 81 تا 82،

بنی اسرائیل 17: آیت 111، الاخلاص 112: آیات 1 تا 4﴾

احادیث رسول اکرم ﷺ:

① ”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: آدم کا بیٹا مجھے گالی دیتا ہے اور اسے یہ حق حاصل نہیں (کہ وہ مجھے گالی دے)۔ وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میری اولاد ہے حالانکہ میں اکیلا، بے نیاز ہوں، نہ مجھ سے کوئی پیدا ہوا اور نہ میں کسی سے پیدا ہوا ہوں اور نہ ہی میرا کوئی ہمسر ہے۔“

(بخاری - عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

② ”کوئی بھی ایسا نہیں جو اپنی توہین سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ برداشت کر سکتا ہو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے وہ پھر بھی ان کو عافیت اور رزق دیتا رہتا ہے۔“

(بخاری، مسلم - عن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ)

اللہ تعالیٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان کی طرف اٹھا لینا:

اللہ رب العزت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بہت سے معجزات سے نوازا تھا پھر بھی یہود نے آپ علیہ السلام کی تکذیب و مخالفت کی اور ہر ممکن طریقہ سے آپ علیہ السلام کو ستایا یہاں تک کہ آپ علیہ السلام کسی بھی شہر میں امن سے نہیں رہ سکے۔ آپ علیہ السلام اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ خانہ بدوش ہو کر عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ اسی طرح آپ علیہ السلام نے کافی عمر گزار دی پھر بھی ان بد بختوں کو صبر نہیں آیا اور شاہ دمشق کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف بھڑکایا کہ ایک شخص جو لوگوں کو گمراہ کر رہا اور بادشاہ کے خلاف رعایا کو ابھار رہا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ بھڑک اٹھا اور اس نے فلسطین کے حاکم کو لکھا کہ اس شخص کو گرفتار کر کے سولی پر چڑھا دو۔ فلسطین کے حاکم نے اس کی تعمیل کی اور یہود کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر رات کے وقت آپ علیہ السلام کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ معاملہ دیکھا اور آپ علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ محاصرہ کرنے والے گھر میں ضرور داخل ہوں گے یا مجھے گھر سے نکل کر مقابلہ کرنا پڑے گا تو آپ علیہ السلام نے اپنے رفقا سے فرمایا: ”تم میں کون یہ بات پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی شکل و صورت مجھ جیسی بنادے تاکہ وہ گرفتار ہو جائے اور مجھے نجات مل جائے، وہ جنت میں میرا ساتھی ہو گا۔“ اس پر ایک نوجوان تیار ہو گیا۔ آپ علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کو آپ علیہ السلام جیسی صورت دے دی اور

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حالت اونگھ میں زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔ جب آپ علیہ السلام اٹھائے گئے تو لوگ اس گھر سے باہر نکلے۔ محاصرہ کرنے والوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہم شکل آدمی کو عیسیٰ (علیہ السلام) سمجھ کر گرفتار کر کے صلیب (سولی) پر چڑھا دیا۔ یہود نے بڑی خوشی کا اظہار کیا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھا دیا ہے۔ عام عیسائیوں نے بھی لاعلمی کی بنا پر ان کی بات مان لی حالانکہ حقیقت میں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دینے میں ناکام رہے۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

① ”انہوں (بنی اسرائیل) نے (عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف) سازش کی اور اللہ نے بھی تدبیر کی اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ (وہ وقت یاد کرو) جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ، میں تمہیں پورا پورا (آپ کی روح کو جسم سمیت اپنی حفاظت میں) لینے والا اور اپنی جانب (زندہ) اٹھانے والا ہوں اور تمہیں کفار (کی خباثت) سے پاک کرنے والا اور تمہارے ماننے والوں کو قیامت کے دن تک کفار پر غالب رکھنے والا ہوں پھر تم سب کو میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے، (اس وقت) میں تمہارے آپس کے اختلافات کا فیصلہ کروں گا۔“

(ال عمران 3: آیات 54 تا 55)

﴿وضاحت: مُتَوَفِّيكَ کا معنی پورا پورا لینا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کی سازش سے بچا کر پورا پورا اپنی طرف آسمانوں پر زندہ اٹھا لیا۔ مفہوم یہ ہے کہ میں تمہیں ابھی زندہ اٹھا لوں گا پھر قیامت سے پہلے دنیا میں بھیج کر طبعی موت دوں گا﴾

② ”(بنی اسرائیل کو بجلی کے پکڑنے کی) یہ سزا ان کے عہد توڑنے، اللہ کی آیات کو نہ ماننے، انبیاء کو ناحق قتل کرنے اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے تھی کہ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ اس لئے ان میں سے بہت کم ہی لوگ ایمان لائیں گے پھر یہ (اپنے) کفر میں اتنے آگے بڑھ گئے کہ مریم (علیہا السلام) پر نہایت ہی برا بہتان لگا دیا اور انہوں نے کہا: ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کو جو اللہ کے رسول تھے، قتل کر ڈالا۔ حالانکہ انہوں نے ان کو نہ تو قتل کیا اور نہ ہی سولی پر چڑھایا لیکن ان کے لئے ان (عیسیٰ علیہ السلام) کی مشابہ صورت بنا دی گئی تھی۔

جن لوگوں نے ان کے بارے میں اختلاف کیا وہ شک میں (بتلا) ہیں۔ ان کے پاس سوائے گمان کی پیروی کے یقینی علم نہیں ہے۔ بلاشبہ انہوں نے ان (عیسیٰ علیہ السلام) کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں (عیسیٰ علیہ السلام) کو اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ سب پر غالب، خوب حکمت والا ہے۔“ (النساء: 4: آیات 155 تا 158)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں کے 3 فرقے:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھالیا تو آپ علیہ السلام کے ماننے والے 3 گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک گروہ (فرقہ یعقوبیہ) نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ قرار دیتے ہوئے کہا: خود اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان کچھ عرصہ موجود رہا پھر آسمان کی طرف چلا گیا۔ دوسرے گروہ (فرقہ نسطوریہ) نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہوئے کہا: ہمارے درمیان اللہ کا بیٹا کچھ عرصہ موجود رہا پھر جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اسے اپنی طرف اٹھالیا۔ تیسرے گروہ (توحید پرست فرقہ) نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ اور رسول قرار دیتے ہوئے کہا: ہمارے اندر اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کچھ عرصہ موجود رہا پھر جب اللہ نے چاہا اسے اپنی طرف اٹھالیا۔ پہلے دونوں کافر فرقے توحید پرست فرقہ پر غالب آ گئے اور انہوں نے اکثر توحید پرستوں کو شہید کر دیا۔ اس کے بعد سے عقیدہ توحید مفقود رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو دین حق دے کر مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ کے ذریعے اصل حقیقت کو واضح فرما دیا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم)

وضاحت: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حقیقی پیروکار مسلمان ہیں کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ اور نبی مانتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رسول اکرم ﷺ کی رسالت کی تصدیق بھی کی تھی اس لئے اب اسلام ہی قیامت تک باقی اور ہر دین پر غالب رہے گا ﴿عیسائیوں میں عقیدہ تثلیث (3 معبودوں کا عقیدہ) رائج ہونا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کے 3 سو سال بعد عیسائی علما سخت اختلافات کا شکار ہو گئے۔ کچھ نے کہا کہ آپ علیہ السلام خود اللہ تھے جو انسانی شکل میں ظاہر ہوئے تھے کچھ نے اللہ کا بیٹا کہا اور کچھ نے آپ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ اور رسول کہا۔ ان

اختلافات کا فیصلہ کروانے کے لئے وہ رومی بادشاہ قسطنطین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے سب کی باتیں سن کر ان لوگوں کی بات کو زیادہ پسند کیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے اور تثلیث عقیدہ کے قائل تھے۔ یہ فرقہ بعد میں مالکیہ فرقہ کے نام سے مشہور ہوا جسے آج کل رومن کیتھولک کہا جاتا ہے۔ توحید پرست فرقہ پر بادشاہ نے سختی کی وہ جنگوں، وادیوں میں بکھر گئے اور زہدانہ زندگی اختیار کرنے لگے۔ اس طرح ان کی تعداد بہت کم ہو گئی جو افراد باقی بچے وہ آپ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لے آئے۔ بادشاہ قسطنطین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مقام پیدائش پر بیت لحم شہر آباد کیا جو بیت المقدس سے 8 کلومیٹر جنوب میں واقع ہے اور اس بادشاہ کی ماں ہیلانہ نے اس آدمی کی قبر پر کنیسہ قمامہ (گرجا گھر) تعمیر کروایا جسے لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام قرار دے کر سولی پر چڑھا دیا تھا۔ اس کے بعد عیسائیوں نے اپنے گرجا گھروں میں نیک لوگوں کی تصاویر بنا کر رکھنا شروع کر دیں جس کی رسول اکرم ﷺ نے سخت الفاظ میں مذمت فرمائی ہے۔

حضرت ام سلمہ نے ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ کے سامنے ایک ماریہ نامی گرجا گھر کا ذکر کیا جو انہوں نے حبشہ کی سرزمین میں دیکھا تھا۔ انہوں نے آپ ﷺ کو یہ بتایا کہ وہاں پر میں نے تصویریں رکھی ہوئی بھی دیکھی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”ان (یہود و نصاریٰ) میں جب کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو یہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیتے اور ان نیک لوگوں کی تصویریں بنا کر گرجا گھروں میں رکھ دیتے۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی مخلوق میں سب سے بدترین لوگ ہیں۔“ (بخاری۔ عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ہر عیسائی آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئے گا: ہر اہل کتاب شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طبعی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا۔ جب آپ علیہ السلام دجال کو قتل کرنے کے لئے قیامت سے پہلے زمین پر اتریں گے تو اہل کتاب آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے اور تمام مذاہب ختم ہو کر ایک ہی مذہب اسلام رہ جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودیوں اور عیسائیوں کے ان غلط اقوال کی تردید کریں گے جو

آپ ﷺ کے بارے میں انہوں نے مشہور کر رکھے ہیں اور انہی بے بنیاد باتوں کی وجہ سے لڑتے رہتے ہیں۔

فرمان الہی ہے:- (ترجمہ)

”کوئی بھی اہل کتاب، عیسیٰ (ﷺ) پر ان کی (اصل) موت سے پہلے ایمان لائے بغیر نہ رہے گا اور قیامت کے دن وہ (عیسیٰ (ﷺ) ان (لوگوں) پر گواہ ہوں گے۔“

(النساء: 4: آیت 159)

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:- ”جب حضرت عیسیٰ (ﷺ) کو آسمانوں پر زندہ اٹھایا گیا تو آپ ﷺ کی عمر 33 سال تھی۔“

حضرت عیسیٰ (ﷺ) کی زندگی:

حضرت عیسیٰ (ﷺ) ابھی بھی آسمان پر زندہ ہیں اور قیامت کے قریب وہ زمین پر اتریں گے۔

حدیث رسول اکرم ﷺ:

① ”اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ میں میری جان ہے ضرور وہ وقت آنے والا ہے کہ تم میں حضرت عیسیٰ بن مریم (ﷺ) انصاف کرنے والے حکمران بن کر اتریں گے، وہ صلیب کو توڑیں (عیسائیت کو مٹائیں) گے، جزیہ (ٹیکس) ختم کر دیں گے، اس دور میں مال کی اتنی زیادہ کثرت ہوگی کہ کوئی بھی مال لینے والا موجود نہیں ہوگا۔ اس وقت اللہ کے سامنے ایک سجدہ کرنا دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی ہوگا۔“ (بخاری۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

② ”جب تمہارے درمیان عیسیٰ بن مریم (ﷺ) اتریں گے تو اس وقت تم میں سے ہی ایک شخص تمہاری امامت کر رہا ہوگا۔“ (بخاری، مسلم۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

③ ”جب مسلمان ملک شام پہنچیں گے تو دجال کا خروج ہوگا ابھی مسلمان اس کے مقابلہ میں جنگ کی تیاری کر رہے ہوں گے کہ اتنے میں نماز کے لئے اقامت ہوگی اسی دوران عیسیٰ بن مریم (ﷺ) کا نزول ہوگا۔“ (مسلم۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

④ ”ابھی ایک مسلمان پر دجال اپنے شیطانی کرشمہ کی آزمائش کر رہا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ (علیہ السلام) کو بھیج دیں گے۔ وہ مسجد دمشق کی مشرقی جانب سفید منارہ پر اتریں گے۔ ان کے بدن میں سرخی مائل گہری زرد رنگ کی 2 چادریں ہوں گی اور وہ فرشتوں کے بازوؤں کا سہارا لئے ہوئے ہوں گے۔ جب سر جھکائیں گے تو سر سے پانی ٹپکنے لگے گا اور جب سر اٹھائیں گے تو پانی کے قطرے موتیوں کی طرح ٹپک رہے ہوں گے جیسے وہ غسل کر کے آ رہے ہیں۔“ (مسلم۔ عن نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں زمین پر تشریف لائیں گے اور ایک عرصہ تک حکومت کریں گے، کفار سے جہاد کریں گے، مسیح دجال کو قتل کریں گے اور تمام ضروری کام پورے کر لینے کے بعد طبعی طور پر وفات پا جائیں گے۔ لوگ ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا جائے گا۔
احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم:

① ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتر کر 40 سال قیام کریں گے اس کے بعد وفات پا جائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور انہیں دفن کریں گے۔“

(ابوداؤد، مسند احمد۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

② ”حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (یہودیوں کے ایک بڑے عالم جو مسلمان ہو گئے تھے) سے مروی ہے کہ تورات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بھی مذکور ہیں اور حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کی صفات بھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوں گے۔“

(البدایہ والنہایہ۔ جلد 2: صفحہ 99)

﴿اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے کے لئے﴾

پڑھئے ہماری کتاب ”مختصر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم“

گھر بیٹھے اسلام سیکھئے

① بذریعہ خط و کتابت کورس (انگلش یا اردو) ② قرآن کریم عربی (چھوٹا، بڑا سائز) ③ قرآن کریم مترجم اردو (چھوٹا، بڑا سائز) ④ قرآن کریم کالفاظی و بالمحاورہ آسان اردو ترجمہ ⑤ قرآن کریم مترجم فارسی ⑥ 40 دن میں گھر بیٹھے قرآن اور نماز پڑھنا سیکھئے ⑦ عربی سیکھئے (قرآن کریم و نماز کی دعاؤں سے) ⑧ مختصر تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ ⑨ مختصر سیرت النبی ﷺ ⑩ ایک ہزار منتخب احادیث ماخوذ از بخاری شریف ⑪ ایک ہزار منتخب احادیث ماخوذ از مسلم شریف ⑫ ایک ہزار منتخب احادیث ماخوذ از مشکوٰۃ شریف ⑬ آپ ﷺ کے لیل و نہار ⑭ بیماریاں اور ان کا علاج مع طب نبوی ﷺ ⑮ سہل و آسان حج و عمرہ ⑯ دنیاوی تفکرات اور آخرت میں کامیابی کیلئے ⑰ اولاد کی تعلیم و تربیت ⑱ عورتوں کے مسائل اور ان کا حل ⑲ مریض کی نماز ⑳ قصص الانبیاء علیہم السلام ㉑ مختصر سیرت خلفاء راشدین رحمہم ㉒ بڑے گناہوں سے بچاؤ کیسے؟ ㉓ غم نہ کریں ㉔ عدت کے مسائل ㉕ نماز پڑھنا سیکھئے ㉖ قربانی کے مسائل ㉗ زکوٰۃ کی فریضیت، وعید اور نصاب ㉘ وقت کا بہترین استعمال ㉙ اولیاء اللہ کی کرامات ㉚ مختلف پمفلٹس و اسٹیکرز



Spreading the Word of Allah Worldwide

ملنے کے پتے :

کراچی
کرہ نمبر 10، دوسری منزل، گلشن ٹیرس (بلڈنگ)، نزد جامع کلا تھ مارکیٹ
ایم اے جناح روڈ، کراچی۔ فون: 32627369 / 32210209

دفتری اوقات : صبح 11 بجے تا شام 7 بجے تک (تعطیل : بروز اتوار)

e-mail : islamisforall@hotmail.com

Visit our Website : www.islamisforall.com

For all our Books and Correspondence Course

F/1، رحمان پلازہ-4، فاطمہ جناح روڈ، لاہور

فون: 36366207 / 36367338

لاہور

المسعود اسلامی بکس، دکان نمبر B-10، بلاک B-4

مرکز F-8، اسلام آباد فون: 2261356

اسلام آباد